دوسرا حصہ
اقابلا
انوار صدیقی
PDFBOOKSFREE.PK
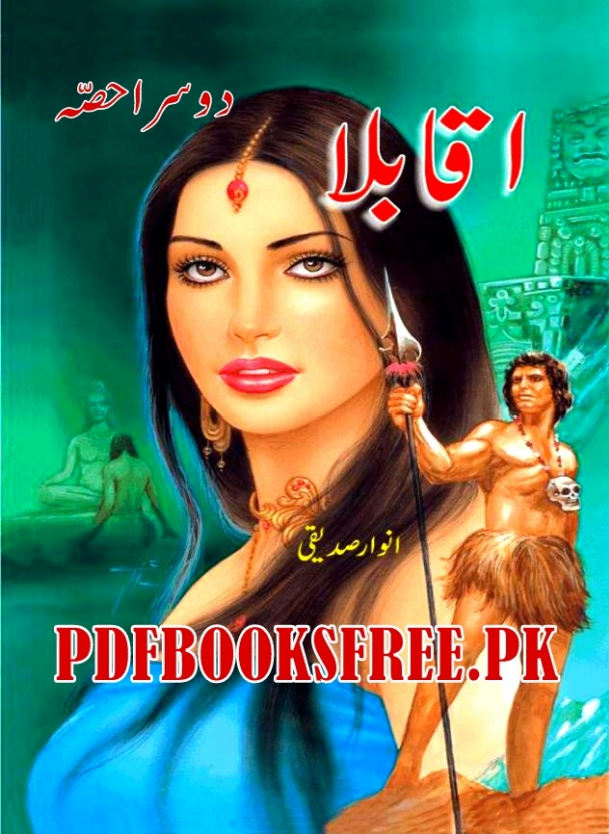
اقابلا......تاریک اور پراسرار برِاعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ......
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے......انور صدیقی کے جادوں بیاں قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

اقابلا

مصنف : انوار صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

ٹبّہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِ عام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغوِ ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپ کے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آجاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُرخلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آجاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا......جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا......اپنائیت تھی......پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی...... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی......زباں و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے......تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی......دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں......رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے......ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا......انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا ......اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں......اسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور......ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یاران طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں......لیکن......ذرا ٹھہریے......

کون صحیح ہے اور کون غلط؟......اس کا فیصلہ کون کرے گا؟......اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

عرض مکرر۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اوراحباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستارا سے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہر حال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصری تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا''۔''اقابلا''۔''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

اور یہ بھی نہیں تو بوڑھا سرنگا جونجات کے لیے عجیب وغریب پُراسرار اعمال میں مصروف ہے، ضرور کوئی ہنگامہ برپا کرے گا۔ میں بھی ساحرانہ علوم سیکھ کر اپنے محسن سرنگا کی اعانت کروں گا۔ شراڈ کی قبیلے میں عزت ہے کیونکہ اسے جارا کا کا کی روح نے امان دی ہے۔ زارمے کہتا تھا کہ شراڈ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے بہت جلد مقامی زبان میں مہارت پیدا کرلی ہے اور قبیلے کے رسم ورواج اپنا لیے ہیں۔ وہ اس سے متاثر تھے، اس لیے کہ جارا کا کا کی روح اس کی حفاظت کے لئے آئی تھی، مگر شراڈ پر دیوتا مہربان تھے تو مجھے اپنے بارے میں کیوں فکر تھی؟ میں خود سے شکوہ کرنے لگا۔ کیا مجھے جزیرہ توری کے اقتدار سے دلچسپی تھی؟ نہیں میں بارہا اس کی نفی کر چکا ہوں۔ میں تو صرف اس کا طالب تھا جس کا التفات دنیا بھر کے اقتدار سے زیادہ کشش انگیز ہے۔ مجھے سرنگا کے فرار کے منصوبے پر یقین نہیں تھا لیکن اقابلا کے عدم التفات کے بعد فرار کا خواب بھی اسی وقت شرمندہ تعبیر ہوسکتا تھا جب میں ایک توانا اور ممتاز شخص بن کر تاریک براعظم میں ابھروں۔

سمورال نے مجھے دلچسپی کی نظر سے دیکھا۔ میں نے اپنی غیر حاضری کی معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ ''تم اپنے طلسمی کڑھاؤ میں میری مصروفیات دیکھ لیتے ہو گے۔ میں گزشتہ دنوں اپنی ذہنی الجھنوں میں گرفتار رہا، اب میں تمھارے پاس تربیت کی تجدید کے لئے آیا ہوں۔''

اس نے اپنے عصا سے دیواریں ٹھونکیں۔ پھر طلسمی سفوف آگ میں ڈال کر فضا کہر آلود کرتے ہوئے بولا۔ ''کیا تم اپنے جذبے کچھ عرصے کے لیے غار سے باہر چھوڑ کر آئے ہو؟''

''ہاں۔ تعلیم بجائے خود ایک ضبط ہے، تربیت کا زمانہ اعلیٰ قسم کے جذبوں کی تسکین کا راستہ ہے۔ راستے میں تسکین نہیں ہوتی، وہ تو منزل پر پہنچنے کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے۔ تم نے گزشتہ ملاقات میں کہا تھا کہ تم مجھ سے ایک رسمی عہد لینا چاہتے ہو۔ میں جارا کا کا کی روح کو درمیان میں لاتا ہوں۔''

''مگر تم یہ کیوں چاہتے ہو؟ تم اب بھی ایک ممتاز شخص ہو۔''

''یہ سوال بہت عجیب ہے مقدس کاہن! کیا مجھے پھر سے داستان دہرانی پڑے گی؟ کیا تم نے ایک بار نہیں کہا تھا کہ تم میرے ماتھے پر اور ہاتھوں میں حیرت انگیز لکیریں دیکھ رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اس کی رفاقت کے لیے مشکل منزلیں سر کرنا چاہتا ہوں اور کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم مجھے تربیت دو گے تا کہ میں تمہارا ایک لائق شاگرد بن کر سامنے آؤں اور میں نے تم سے اطاعت کا وعدہ کیا تھا۔ کیا مجھے ہر بات دہرانی پڑے گی؟'' وہ خاموش رہا۔ اس نے جارا کا کا کی کھوپڑی میرے اور اپنے درمیان میں رکھ لی پھر کوئی طلسمی عمل پڑھنے لگا۔ یکا یک کمرے میں لٹکے ہوئے تمام نوادر متحرک ہو گئے اور سمورال نے طلسمی کڑھاؤ کے لئے جلتی ہوئی آگ ایک برتن میں ڈال دی۔ آگ کے شعلے تیزی سے بھڑکے اور سمورال نے مجھ سے شاپالی گلے سے علیحدہ کرنے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی۔ پھر جارا کا کا کی کھوپڑی میرے اور اپنے ہاتھوں میں رکھ کر اس نے ہاتھ شعلوں پر رکھ دیا میرے ہاتھ کی چربی جلنے لگی حالانکہ میں زارشی کے صحرا میں برسوں دہکتے ہوئے تنور کے گرد بیٹھا رہتا تھا اور آگ میں بے خطر ہاتھ ڈال دیا کرتا تھا۔ ہم دونوں کے ہاتھ جلنے کے سبب سے شدید بے چینی ہو گئی تھی، میں نے کوئی چیخ بلند نہیں کی اور نا قابل برداشت اذیت میں اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور سمورال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے اطاعت کا عہد دہرانے لگا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی ہمارے جلتے ہوئے ہاتھوں

کے اوپر تھی اور ہم اسے بمشکل تمام سنبھالے ہوئے تھے، تھوڑی دیر میں یہ آگ سرد ہوگئی۔ سموران نے دوسرے ہاتھ سے کھوپڑی اٹھا لی۔ میرا سارا ہاتھ جل چکا تھا اور چربی بہہ رہی تھی۔ شدید جلن اور سوزش سے برا حال تھا۔ لیکن میں نے سموران پر اپنی کسی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ یہی حال سموران کا تھا، اس نے بھی زبردست برداشت کا ثبوت دیا۔

''جسم کی مشقت اقبال مندی کے لیے لازم ہے۔'' سموران مجھ سے دور ہٹتے ہوئے بولا۔ ''اگر تم نے یہی وتیرہ جاری رکھا تو تمہارا شمار برگزیدہ لوگوں میں کیا جائے گا۔ تم نے عہد کیا ہے۔ عہد توڑنے کی سزا کا فیصلہ جارا کا کی روح کرے گی۔ عہد کی پاسداری بھی اقبال مندی کے لیے شرط ہے۔''

میں نے جوش سے کہا۔ ''مقدس کاہن! تم مجھ پر جبرال کی طرح اعتماد کر سکتے ہو۔''

''تمہیں ایک طویل مدت تک خود کو اپنے آپ سے علیحدہ کرنا ہوگا اور یہ مدت تم جتنی دراز کرتے جاؤ گے اتنا ہی اس کا دل نرم کرو گے۔''

''لیکن میں ساری عمر غاروں میں گزارنا نہیں چاہتا، میں ایک خاص مدت کے بعد یہ سلسلہ منقطع کردوں گا تاکہ باقی دن اس کی یاد کے سائے میں بسر کروں جو سب سے لذت بخش کام ہے۔''

میرا جلتا ہوا ہاتھ سموران نے ایک برتن میں بھگو دیا، سوزش میں خاصی کمی آگئی، ہم دونوں غار سے باہر نکلے اور جنگل جنگل گھومتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے دریافت کیا تھا۔

''بوڑھے زاہد نے صحرائے زارشی جانے کی تیاری کر لی تھی مگر تمہارے پاس شپالی دیکھ کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے بدنیتی کا پھل پایا ورنہ تم کبھی اس غار سے باہر نہیں آسکتے تھے۔'' سموران نے غار میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''یہاں بے شمار نوادر ہیں جو اس نے ایک طویل مدت میں جمع کیے تھے لیکن اب وہ تمھاری ملکیت ہیں۔''

''ہماری ملکیت کہو مقدس کاہن! تم مجھے خود سے علیحدہ تصور نہ کرو، اگر باہمی اعتماد قائم نہ رہا تو میں کبھی تمہارا عمدہ شاگرد اور تم کبھی میرے عمدہ استاد نہیں رہو گے۔'' میں نے کہا۔

درمیانی حصے میں پہنچنے کے بعد شپالی کی روشنی میں سموران مجھے بائیں طرف کے ایک کمرے میں لے گیا جو بوڑھے ساحر کی عبادت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہم دونوں نے دوبارہ یہاں جارا کا کا سے اپنی عقیدت و محبت کی رسم ادا کی، سموران نے مجھے ایک نشست پر بٹھا دیا اور میرے سامنے کی زمین پر ایک دائرہ کھینچا۔ اس میں وہ خود بیٹھ گیا، ہمارے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ ہوگا۔ سموران نے حلق سے کچھ آوازیں نکال کر زور زور سے زمین پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ عبادت گاہ کی فضا اس کی ضربوں کے شور سے گونجنے لگی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا، ہم پاگلوں کی طرح زمین پر ہاتھ مار رہے تھے، میری ہتھیلیوں میں پہلے ہی جلن ہو رہی تھی۔ بہت دیر بعد سموران ہانپ کر رک گیا اور کہنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، میں یہاں تمہارے لیے متبرک پانی کا کنواں کھودنا چاہتا ہوں، ہمیں اپنے عمل میں کامیابی نہیں ہو رہی ہے، بوڑھے ساحر کی روح یہاں موجود ہے، جب تک ہم اسے غار سے واپس نہیں کر دیں گے وہ ہماری سعی کی مزاحمت کرتی رہے گی۔''

''کیا ہم اس سے درخواست نہیں کر سکتے؟ کیونکہ وہ اب عالم ارواح سے تعلق رکھتی ہے اور اب زندہ جسم ہی اس کی جگہ لے سکتے ہیں۔''

''ہاں ہم اس بوڑھے زاہد سے درخواست کریں گے جس نے اپنے آخری وقت میں فریب کھالیا اور جسے اب غار میں رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔'' سمورال نے باوقار لہجے میں کہا۔'' جابر بن یوسف، دیوار سے لٹکا ہوا وہ سرخ پتھر اتار لاؤ اور کوئی آڑے آئے تو شپالی اس کے سامنے کر دینا۔''

میں نے دیوار ٹٹولی اور سرخ پتھر لے کر سمورال کے پاس آ گیا، کسی نے میرا راستہ نہیں روکا۔ سرخ پتھر کے اس گول ترشے ہوئے ٹکڑے پر سمورال نے کچھ خطوط کھینچے اور چند عمل پڑھے، مجھے بوڑھے زاہد کا چہرہ اس کی سطح پر نظر آ گیا۔'' جابر بن یوسف! اس سے کچھ کہنے کا حق تمہیں حاصل ہے۔ اس سے کہو کہ یہاں سے چلے جاؤ۔''

میں نے اس صاف شبیہ کو مخاطب کیا۔'' جاؤ یہاں سے نکل جاؤ اور آسمانوں میں آوارگی کرو، ورنہ تمہاری روح قید کر لی جائے گی اور اسے کسی جانور کے قالب میں داخل کر لیا جائے گا۔''

غار میں قہقہے گونجنے لگے جیسے وہاں ایک روح نہ ہو بلکہ بے شمار روحیں ہوں۔ میں انگروما میں بھی گورمے کے ساتھ روحوں کے غار میں جا چکا تھا۔ اس لیے مجھ پر ذرا بھی دہشت طاری نہیں ہوئی؟ سمورال تو استقامت اور برداشت کا آدمی تھا۔ قہقہوں کے ساتھ ہم پر چاروں طرف سے توری کے خطرناک کیڑوں کے ایک غول نے یورش کر دی، وہ سیاہ بھنبھناتے ہوئے کیڑے ٹڈی دل کی طرح ہم پر ٹوٹے تھے اور انہوں نے ہمارے جسموں میں ڈنک مارنے شروع کر دیئے تھے۔ ساری عبادت گاہ میں کیڑے ہی کیڑے نظر آ رہے تھے۔ آدھ انچ کی جسامت کے یہ کیڑے تیزی سے لپکتے تھے اور جسم میں سوراخ کر کے فوراً دور ہو جاتے تھے اور پھر دوسرے کیڑے ان کی جگہ لے لیتے تھے۔ میں نے ہاتھ لگا کر اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دیا تھا لیکن وہ اتنی بڑی تعداد میں کیڑے کھانے سے معذور تھا۔ میں نے اور سمورال نے ایک ہاتھ سے جارا کا کی کھوپڑی تھام رکھی تھی۔ یہ افتاد اتنی اچانک تھی کہ ہمارے لیے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔

کاہن اعظم! سمورال ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اور غصے میں بری طرح چیخ رہا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ کھڑا گھوم رہا تھا۔ اور کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔

سمورال اچانک چیخا۔'' جابر بن یوسف! وہ تمہارے قریب ہے، وہ شپالی مانگ رہا ہے۔'' میں نے گھوم کر دیکھا، ہر طرف بوڑھے زاہد کے سائے لہرا رہے تھے، اس کے سیاہ جسم کے دانت کھلے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ مجھ سے شپالی مانگ رہا تھا۔ میں نے شپالی مضبوطی سے تھام لی اور عطیے کے طور پر پیش کرنے کے انداز میں اس کی طرف جھکا اور اس کے ہاتھ میں رکھنے کے بجائے میں نے شپالی اپنے جسم کے گرد گھمانی شروع کر دی۔ بوڑھے زاہد کی روح چیخ مار کر مجھ سے دور ہو گئی اور کیڑوں کا دل بھی شپالی کے دائرے میں آنے سے قاصر ہو گیا۔

اس عرصے میں سمورال زمین پر جھک گیا تھا۔ اس نے اوندھے منہ ہو کر کوئی عمل شروع کر دیا تھا۔ میں اپنے دائرے کے ساتھ اس کی طرف بڑھتا گیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر شپالی کا دائرہ اور وسیع کر لیا۔ اس طرح سمورال بھی کیڑوں اور بوڑھے زاہد کی روح کے سائے سے محفوظ ہو گیا۔

'' جابر بن یوسف! یہیں کھڑے رہو، اپنا عمل دہراتے رہو، مجھے تھوڑی سی مہلت دلوا دو۔'' کاہن اعظم نے چیخ کر کہا۔

''تم اپنے عمل جاری رکھو، میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔'' میں نے کہا اور شپالی تیزی سے گھمانے لگا۔ درختوں کی چھال سے بنی ہوئی ڈوری میں شپالی لٹکی ہوئی تھی جس کی پیمائش ایک ہاتھ کے برابر تھی۔ انگلیوں میں رکھ کر اسے گھمانے سے دو ہاتھ کا دائرہ بن جاتا تھا۔ ہم اس دو ہاتھ کے دائرے میں محفوظ ہو گئے تھے۔ روح جسم سے جدا ہو کر غیر معمولی قوتیں حاصل کر لیتی ہے۔ پھر وہ روح تو ایک بوڑھے زاہد کی تھی جو اپنے علم اور ریاضت میں ویسے بھی ید طولیٰ رکھتا تھا۔ سمورال نے بیٹھے بیٹھے جو عمل شروع کیے تھے۔ ان پر مجھے پورا یقین تھا کیونکہ وہ جزیرہ توری کا کاہن تھا اور اسے اقابلا کی بارگاہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ بات صحیح ثابت ہوئی۔ سمورال نے کوئی ایسا عمل کیا تھا کہ عبادت گاہ میں ہر طرف ایک غلیظ قسم کا ناقابل برداشت تعفن پھیل گیا اور کیڑے ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے۔

''بند کرو۔ کاہن اعظم۔ یہ بو اگر زیادہ دیر رہی تو میرا دم گھٹ جائے گا'' میں نے چلا کر کہا حالانکہ کاہن اعظم میرے قدموں میں بیٹھا عمل کر رہا تھا۔

کاہن اعظم نے جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ تمام کیڑے زمین پر ڈھیر ہو گئے اور روح بلکتی، چیختی چنگھاڑتی ہوئی غائب ہو گئی۔ ''آؤ آؤ۔ ہم اس کا تعاقب کرتے ہیں۔'' ہم اپنے تعفن کے ساتھ غار کے دہانے تک گئے اور ہم نے غار کھول کر فوراً اسے دوبارہ بند کر دیا۔ بو سے میرا سانس رکنے لگا تھا۔ سمورال نے مجھے تھام لیا اور آہستہ آہستہ اندر لے آیا۔ وہ پھر عبادت گاہ میں داخل ہوا اور اس نے اسی جگہ ایک نشست پر مجھے بٹھا کر زمین پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ اس کی مسلسل ضربوں سے زمین میں ایک گڑھا پیدا ہو گیا اور صاف و شفاف پانی کا چشمہ ابل آیا۔ میرے چہرے پر مسرت پھیل گئی۔ میں اپنا سارا دکھ بھول گیا۔ میں نے پانی میں اپنا چہرہ ڈال دیا۔ تازگی کا ایک شگفتہ احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

''اب تم یہاں بیٹھے ساحرانہ علوم سیکھا کرو۔''

''اور تم؟''

''میں روز یہاں آیا کروں گا، میں ایک کاہن بھی ہوں۔ میرے کچھ اور فرائض بھی ہیں۔'' سمورال نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں تمہارا احسان مند ہوں۔''

''یہ غار تمہاری ذہنی بالیدگی اور طاقت کی افزونی کا سبب بن سکتا ہے۔'' کاہن اعظم نے میری ہمت بندھائی۔

''میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔''

اور مجھے چھ ماہ کی مدت گزر گئی۔ کاہن اعظم سمورال شروع شروع میں روز آتا رہا پھر اس نے وقفوں سے آنا شروع کر دیا۔ اس عرصے میں مجھے غار کے بیشتر نوادر کے بارے میں تحیر خیز تجربے ہو چکے تھے اور میری ہوس مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ میں اس عرصے میں غار سے باہر نہیں نکلا۔ مجھے اپنے اقتدار کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں عجیب و غریب اسرار و کمالات میں زندگی بسر کر رہا تھا اور ایک دن جب میں اپنی خانقاہ کے مختلف طلسمی آلات متحرک کر رہا تھا اور سحر پھونک رہا تھا۔ میری خانقاہ میں خوشبو کا ایک لطیف جھونکا در آیا۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سرنگا کی دیوی تھی۔

میری نبض کی رفتار تیز ہوگئی۔ پہلے میرا گمان تھا کہ وہ سرنگا کی دیوی ہو سکتی ہے۔ اسی کے بدن سے ایسی خوشبو پھوٹتی ہے پھر جب اس کا ہیولا واضح ہوا اور مجھے اس تاریکی میں روشنی کا ایک ہالہ نظر آیا تو میری آنکھوں کو یقین آ گیا۔ وہ سرنگا کی دیوی ہی تھی۔ وہی دیوی جس نے مجھے انگروما میں طویل قید سے نجات دلائی تھی اور مختلف مشکلات میں میری رہبری کی تھی۔ اقتدار کے زینے پر میرا پہلا قدم اسی کی وجہ سے اوپر کی جانب اٹھا تھا۔ میری محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے سحر کاری بند کر دی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دیوی کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایک پُر جلال چمک اور کجھیل جیسی گہرائی موجود تھی۔ میں حیرت زدہ کھڑا تھا۔ دیوی کی آمد بے سبب نہیں ہو سکتی تھی۔ یقیناً وہ کسی خاص مقصد سے میرے پاس آئی ہوگی۔ ساتھ ہی میرے ذہن میں خطرے سر ابھارنے لگے۔ کش مکش کے ان سانحوں کا طلسم میں نے ہی توڑا۔ میں نے دھڑکتے دل سے اسے مخاطب کیا۔ ”اے محترم عورت! تیرا ظہور ہمیشہ میرے لیے وجہ تسکین ثابت ہوا ہے، کیا مجھے اس لمحہ رہنمائی کی ضرورت ہے؟ یقیناً تیری آمد کسی سبب سے ہے۔“

دیوی نے ایک خاص انداز سے اپنے سر کو جنبش دی اور مجھے اشاروں اشاروں میں حکم دیا کہ میں اس کے پیچھے چلوں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے غار سے باہر نکال لے جانے کے لئے آئی ہے۔ میں یہاں سے ابھی جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے اشارے پر میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا اور ان چند لمحوں میں کئی وسوسے ذہن میں آ کر گزر گئے، میں نے نہایت عاجزی سے کہا۔ ”اے مقدس دیوی! تیری خواہش کا احترام مجھ پر فرض ہے لیکن میری روح ابھی نا آسودہ ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں اس ویرانے میں کیوں دل لگائے ہوئے ہوں اور کس منزل کی تلاش میں سر کھپا رہا ہوں۔ ابھی کچھ اسرار میری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ میں اپنی تشنگیاں بجھانے کا خواہش مند ہوں۔ چند مرحلے باقی رہ گئے ہیں۔ یقین کر کہ یہاں کے اندھیرے میری زندگی کے لیے روشنیوں کی نوید ہیں۔ میں یہاں سے مسلح ہو کر واپس جانا چاہتا ہوں۔“

دیوی نے میرا جواب سنا تو اس کے خوش گوار چہرے پر کرختگی پیدا ہو گئی اور اس نے ایسی نظر سے مجھے دیکھا کہ جو میرے جسم کے پار ہو گئی۔ میں اس نظر کی تاب نہ لا سکا۔

”دیوی! مجھے ہم کلامی کا شرف بخش تا کہ غار چھوڑنے کے بارے میں تیری منشا کی وضاحت ہو سکے۔ یہ میں اس لیے پوچھنا چاہتا ہوں کہ باہر کے جھمیلوں میں پڑ کر دوبارہ مجھے شاید اس غار کی طرف واپسی کا وقت نہ مل سکے۔ میں یہاں بہت سکون سے ہوں۔“ دیوی کی ایما کے خلاف میرا یہ انداز تخاطب گستاخی پر مبنی تھا۔ وہ برہم ہونے لگی۔ قریب تھا کہ وہ چلی جاتی۔ میں نے اس کے چہرے پر بہت سے جوابات پڑھ لیے تھے۔ دیوی کے تراشیدہ لب وا ہوئے، جیسے وہ مجھ سے کہہ رہی ہو اس کی آواز میرے کانوں میں نہیں آئی لیکن میں نے قیاس کیا جیسے اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہو رہے ہوں۔ ”بحث مت کر اور وقت ضائع نہ کر، میرے ساتھ چل۔“

میں انگروما جیسے پُر اسرار خطے سے بھی دیوی کے حکم پر آ گیا تھا۔ کاش میں وہاں کچھ وقت اور قیام کرتا تو میری فضیلتوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا۔ گورمے مجھ پر مہربان تھا۔ میں نے دوبارہ تامل کیا اور دیوی قہر کی ایک نگاہ میرے سینے پر چھوتی ہوئی فوراً ہیولے میں تبدیل ہوئی اور ایک پل میں میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئی۔ میں نے اردگرد آوازیں دیں۔ اس کے جانے کے بعد مجھ پر پشیمانی کا دورہ پڑا اور میں نے غار کے در و دیوار کے نوادر پر ایک حیرت بھری نظر ڈالی۔ اب میرا یہاں رکنا دانش مندی کے خلاف تھا۔ دیوی ناراض ہو کر واپس چلی گئی تھی۔

باہر آ کر میں نے غار کا دہانہ جھاڑ جھنکار سے بند کر دیا تا کہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے پھر مضمحل احساسات کے ساتھ جنگل عبور کرتا ہوا آبادی میں داخل ہو گیا۔ میرے قدم تیز تیز چل رہے تھے۔ آسمان گھنے جنگل کی اوٹ سے کہیں کہیں نظر آ جاتا تھا۔ سرد ہوا کے جھونکوں نے مجھے کسی قدر سکون پہنچایا۔ میرا ذہن بڑا پراگندہ تھا۔ دیوی نے غار میں اچانک میرے استغراق میں مخل ہو کے مجھے خلجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب میرا رخ سرنگا کے غار کی طرف ہونا چاہیے تھا تا کہ میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کچھ جان سکوں لیکن میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے اور میں بستی کی جانب مڑ گیا تھا۔ دیوی جس بات کے لیے آئی تھی۔ وہ یقیناً بستی سے متعلق ہوگی۔ میرے پیچھے بہت سے واقعات رونما ہو سکتے تھے۔ مجھے وہ واقعات جاننے کی اتنی شدت سے خواہش تھی کہ میں آبادی کی طرف نکل گیا۔

میں کوئی بپھرا ہوا طوفان تھا جو بستی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کوئی چھ یا سات ماہ کی روپوشی کے بعد قبیلے کے لوگوں نے مجھے دیکھا تو احتراماً زمین سے چپکتے گئے۔ میری آمد کے سلسلے میں اس جانب سے اس جانب تک چوبی باجے بجنے لگے۔ اگر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا تھا تو گزشتہ عشرے کے درمیان ہوا تھا کیونکہ سمورال ایک عشرے سے بوڑھے زاہد کے غار میں میرے پاس نہیں آیا تھا۔ میری گردن تنی ہوئی تھی اور میں دائیں بائیں دیکھے بغیر افتخار کے ساتھ غصے اور جلال کے ساتھ اپنے قبیلے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ فزارو مجھے دیکھ کر پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے اپنا سر زمین پر رکھ کر میری برتری کا اعتراف کیا لیکن اس وقت میں رسمی باتوں کیلئے تیار نہیں تھا۔ میں اسے ساتھ لے کر اپنے مکان کی طرف آیا جہاں سرتیا پُر تپاک نظروں سے میرے خیر مقدم کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی خادمائیں بھی تھیں۔ میرے جسم پر بال ہی بال تھے۔

میرے ساتھ ہی مکان میں سب لوگ داخل ہو گئے اور سرتیا نے میری وحشت محسوس کر کے مجھے ایک مشروب پیش کیا۔ میں نے اس کے سامنے فزارو سے پوچھا۔ ''کیوں اے جزیرہ توری کے جلیل القدر سردار جابر بن یوسف کے نائب! کیا جزیرے سے کوئی بدبخت جابر بن یوسف کو مسند سے اتارنے کے لیے ادھر آیا ہے؟''

''نہیں معزز سردار!'' فزارو نے مودب جواب دیا۔ ''تاریک براعظم میں اب کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہے کہ وہ توری کے اس بلند قامت سردار کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔''

میری عدم موجودگی میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے؟''

''نہیں۔'' فزارو نے حیران کن لہجے میں جواب دیا۔ ''قبیلے کی زندگی پرسکون رہی۔ ہاں اور لڑکیاں سردار کے وصال کی منتظر ہیں جو اس عرصے میں بلوغ کی منزل پر پہنچ گئی ہیں۔''

میرا سخت لہجہ نرم ہو گیا۔ بظاہر قبیلے میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ پھر دیوی نے اس تاریک غار میں آنے کی زحمت کیوں کی تھی؟ اسی وقت میں نے زارمے کو طلب کیا۔ زارمے کے قبیلے تک سردار کی آمد کا گجر بج چکا تھا اور توقع تھی کہ وہ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ جائے گا۔ ادھر فزارو گیا، ادھر زارمے اندر آیا۔ سرتیا خشمگیں نظروں سے میری وحشت دیکھ رہی تھی۔ میں نے درشت لہجے میں زارمے کو طلب کیا۔ ''صاف صاف بتاؤ کیا میری نیابت میں تم سے کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہے؟''

زارمے فزارو سے زیادہ سوجھ بوجھ کا مالک تھا۔ وہ میرا مزاج پہچان چکا تھا۔ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ ''معزز سردار کسی کو نیابت کی ذمہ داری سونپ کر کوئی غلطی نہیں کر سکتا۔ جزیرہ توری کی نیابت پر وہی لوگ فائز ہیں جنہیں اس نے منتخب کیا تھا۔ پھر یہ لوگ اپنے سردار کی عدم موجودگی میں اس کے اعتماد کو کس طرح زک پہنچا سکتے ہیں؟''

زارمے کے جواب نے میری الجھن میں اضافہ کر دیا۔ میرے دونوں نائبین نے جزیرے کی زندگی معمول پر رکھی تھی۔ میں نے خود کو تنبیہ کی۔ مجھے یہاں آنے سے پہلے معاملات خود محسوس کرنے کے شوق کے بجائے اپنے محسن دوست سرنگا کے پاس جانا چاہیے تھا۔ ممکن ہے وہ کسی آئندہ خطرے کی پیش گوئی کرنے والا ہو۔ میں نے زارمے سے پوچھا۔ ''جزیرے کے وہ نوجوان جنہیں میں نے مختلف فرائض تفویض کیے تھے کیا ان میں سے کسی نے تمہاری حکم عدولی کی جرات کی ہے؟''

''نہیں، تمام نوجوان اپنے کاموں پر بدستور مامور رہے۔ سر شام اسی طرح جشن کی ابتدا ہوتی رہی جس کی بنیاد معزز سردار نے ڈالی تھی۔ قبیلے کے سارے لوگ جارا کا کی خدمت میں اپنے رحم دل، طبع اور ذہین سردار کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔ جس کے بارے میں انہیں کوئی پتہ نہیں تھا اور نہ ہی کاہن اعظم نے اس کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے سردار کی طلبی کی تھی۔ بس یہی بات باعث اطمینان تھی کہ ہمارا معزز سردار کسی خاص عرصے کے لیے ہم سے جدا ہوا ہے۔ ورنہ کاہن اعظم توری کے لیے کسی نئے سردار کے تقرر کے ضمن میں رزم آرائی کا اعلان کر دیتا۔'' زارمے نے متانت سے جواب دیا۔

اچانک میرا دماغ جھنجھنا اٹھا۔ ''اور وہ اجنبی۔ وہ اجنبی نوجوان شراڈ۔'' میں نے تمام تر عجلت سے پوچھا۔ ''اس نے کوئی دہشت گردی کی ہے؟''

زارمے کے سیاہ چہرے سے سفیدی جھانکنے لگی۔ وہ کانپتا ہوا بولا۔ ''وہ۔ وہ صبح تک ٹھیک تھا مگر وہ آج صبح سے غائب ہے۔''

''غائب ہے؟'' میں نے گرج کر کہا۔ ''اسے پیدا کرو زارمے! میں نے اسے تمہاری نگرانی میں دیا تھا۔'' میں شراڈ کی گمشدگی کی اطلاع پا کر چیخنے لگا۔

''مقدس سردار! اپنا لہجہ اس قدر شدید مت کرو۔'' زارمے نے نہایت عاجزی سے کہا۔ ''میں، زارمے نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی لیکن وہ......''

''زارمے!'' میں نے غضب ناک ہو کر کہا۔ ''تم اس وقت جزیرہ توری کے سردار سے مخاطب ہو۔ میرا ایک اشارہ تمہارا رشتہ زمین کی تہہ سے جوڑ سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ کہاں غائب ہو گیا؟ کب اور کیسے غائب ہوا؟''

میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے زارمے لرزنے لگا۔ میں نے پشت کی طرف دیکھا۔ سرتیا میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ملتجی آنکھوں سے تحمل کی درخواست کر رہی تھی۔ زارمے کے لہجے میں لکنت آ گئی تھی۔ ''اے معزز سردار! میں جارا کا کی مقدس روح کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں نے اس کی نقل و حرکت کبھی اپنی بصارت کے دائرے سے باہر نہیں جانے دی اسی لیے میں نے اس کے قریب کی جھونپڑی کو اپنا مستقر بنایا۔ آج صبح وہ اپنی جھونپڑی کے اندر صبح کے تازہ مشروبات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ دفعتاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سورج کی روشنی ایک لخت تیز ہو کر معدوم ہو گئی ہو۔

میں اسے خطرے کی علامت سمجھ کر اندر کی جانب لپکا لیکن وہ اندر نہیں تھا۔ کمرے میں ایک دل نواز خوشبو پھیلی ہوئی تھی، ایسی خوشبو جو میں نے آج تک نہیں سونگھی۔ میں نے قرب وجوار کی جھونپڑیاں کھنگال ڈالیں۔ اس کی گمشدگی سے کچھ دیر پہلے میں نے اسے دیکھا تھا۔ وہ اتنے عرصے میں کسی سمت بھی دور تک نہیں نکل سکتا تھا۔ میں نے جنگل میں آدمی دوڑا دیئے جنہوں نے واپسی پر کوئی اچھی خبر مجھے نہیں سنائی۔ معزز سردار! میں قطعی لاعلم ہوں کہ بند جھونپڑی سے وہ اجنبی نوجوان کس طرح غائب ہوگیا؟'' زارمے کپکپاتا ہوا بولا

''شراڈ کے ساتھ کون لڑکی تھی؟ جلدی بتاؤ۔''

''کوئی بھی نہیں سردار!'' زارمے نے ہکلاتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ ''دس پندرہ روز سے وہ عورتوں کو واپس کر دیا کرتا تھا اور خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ میں نے تمہارے حکم کے مطابق اسے قبیلے کے حسین لڑکیاں پیش کیں مگر وہ انہیں مسکرا کر دھتکار دیا کرتا تھا۔''

''خاموش رہو زارمے!'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''شراڈ کی تلاش تمہارا فرض ہے۔ میں مایوسی کی اطلاعیں سننا پسند نہیں کرتا۔'' میرا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ زارمے نے گردن جھکادی۔ میرا دل چاہا کہ اس کی گردن پر چھری پھیر دوں۔ ''جاؤ دفع ہو جاؤ، اسے تلاش کرو۔''

زارمے ڈگمگاتا ہوا میرے سامنے سے چلا گیا۔ پھر میں نے باہر جا کر فزارو کے ذریعے اعلان کرا دیا کہ جو شخص شراڈ کی خبر لائے گا، اسے جزیرے کی سب سے خوبصورت لڑکی پیش کر دی جائے گی۔ میں نے فزارو اور دوسرے افراد کو بھی شراڈ کی تلاش پر مامور کیا۔ اب رفتہ رفتہ سرنگا کی دیوی کی آمد کا مقصد میرے سامنے واضح ہو رہا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ یہی اطلاع دینے اور مجھے چونکانے آئی ہو۔ شراڈ کہاں چلا گیا؟ کیا وہ زارمے کی معمولی غفلت سے فائدہ اٹھا کر توری کے کسی غار میں چھپ کر بیٹھ گیا؟ ایسا ہی ایک اور اجنبی ابھی تک لاپتہ تھا۔ یا؟۔ یا؟۔ میں یہ تصور کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا کہ اسے قصرِ اقابلا میں طلب کیا گیا ہے۔ وہ اتنا سربلند نہیں تھا کہ اسے اقابلا کی بارگاہ میں سرفرازی ہوتی۔ مگر میں خود کہاں اتنا سرفراز تھا، جب میری طلبی ہوئی تھی۔ نہیں، میں تو ایک جزیرے کا سردار ہوگیا تھا۔ شراڈ کے سلسلے میں یہ فیاضی کیا معنی رکھتی تھی؟ دونوں صورتوں میں میرے لیے تشویش رہ گئی تھی۔ یہ نوجوان جسے جارا کا کی روح نے امان دی تھی۔ جابر بن یوسف کے دل میں مسلسل آگ بھڑکا رہا تھا۔ اقابلا میری طلب تھی۔ میں نے اس کی خاطر آسودگیوں کا سودا کر کے اپنی زندگی جہنم بنالی تھی۔ شراڈ کے مقابلے میں خاموش رہ کر تماشا دیکھنا میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

میں اسی وقت کاہن اعظم سموران کی اقامت گاہ کی جانب روانہ ہوگیا جو اب باقاعدہ میرا اتالیق تھا اور غار میں مجھے درس دیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں اس سے میری قربت بڑھ گئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی سموران نے بیرونی طاقتیں اپنی عبادت گاہ سے دور رکھنے کا عمل کیا اور بولا۔ ''مجھے تمہارے غار چھوڑنے کی اطلاع مل چکی تھی۔'' آج سے پیشتر میں نے کاہن اعظم کو اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا وہ کچھ الجھا ہوا تھا۔ خود میری کیفیت بھی یہی تھی۔ چنانچہ میں نے تیزی سے کہا۔

''مقدس سموران، شراڈ پُراسرار طور پر غائب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا طلسمی کڑھاؤ روشن کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ ہماری نظروں سے اس کا اس طرح روپوش رہنا بدشگونی ہے۔''

''تم نے غار کس سبب سے چھوڑ دیا جابر بن یوسف؟'' سموران نے ملائمت سے کہا۔ ''تمہیں اس کے فرار کی اطلاع کیسے ہوئی؟''

ممکن تھا میں شدت غضب میں بہک کر اپنے ہندی دوست سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کر بیٹھتا لیکن بروقت میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

''دیوتاؤں کی عبادت کے دوران میں اچانک شراڈ کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ میں نے محسوس کیا جیسے وہ اپنی چھاتی پھیلائے میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ دیوتاؤں کا اشارہ غلط نہیں تھا۔ زارمے نے مجھے اطلاع دی کہ وہ آج صبح سے پُر اسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔''

سمورال نے میری بات سن کر خاموشی اختیار کر لیا۔ وہ چند ثانیوں تک مجھے گھورتا رہا، شاید وہ میرے بیان کی تصدیق کر رہا تھا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''آہ جابر بن یوسف! میرے لائق شاگرد۔ تیرا قیاس درست ہے۔ مجھے شراڈ کی گمشدگی کی اطلاع مل چکی ہے۔''

''کیا اس نے فرار کی کوشش کی ہے؟'' میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

''نہیں۔ جاراکاکا کی مقدس روح نے اسے زندگی بخشی ہے، اگر اس نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو آسمان سے اترنے والے سیاہ ذرات کا بھنورا سے اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔''

''تو پھر وہ کہاں گیا؟ کیا میں اصل بات بیان کروں؟ کیا حقیقتیں اتنی تلخ ہوتی ہیں میرے محترم اتالیق؟''

''ہاں سیدی جابر! ہمارا کام سننا اور دیکھنا ہے، جو باتیں سنائی جا رہی ہیں انہیں سننے کی کوشش کرو اور جو دکھایا جا رہا ہے، اسے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ اسی میں تمہاری ذہنی صحت مضمر ہے۔ ضبط ہی ذریعہ سکون ہے۔'' سمورال الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''تم نے غار میں رہ کر بڑی فضیلتیں حاصل کی ہیں، یقیناً تمہیں اس ریاضت کا صلہ ملے گا مگر کیا ضروری ہے کہ جو تم چاہتے ہو وہی تمہیں نصیب ہو، شراڈ کی گمشدگی کی وجہ زارمے کی غفلت نہیں ہے۔''

''پھر۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ مقدس روح شراڈ کو نوازنے پر آمادہ ہے؟ ایک سردار کی موجودگی میں یہ بڑا دل خراش اور حوصلہ شکن رویہ ہے۔'' میں نے تلملا کر کہا۔

''وہ زبان کاٹ ڈالو جو مقدس روح پر طعنہ زنی کرے۔'' سمورال نے مجھے جھڑک دیا۔ ''اگر میں نے اپنی عبادت گاہ میں بیرونی طاقتوں کا داخلہ بند نہ کر دیا ہوتا تو میں خود تمہاری زبان کاٹ کر کھا لیتا۔''

''میں معافی کا طلب گار ہوں۔ شراڈ کی گمشدگی کی نوعیت نے مجھے دیوانہ کر رکھا ہے۔ یوں بھی مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا، اس کا وجود میری منزل میں سدراہ بن سکتا ہے۔''

''تمہاری منزل!'' سمورال نے مایوسی سے کہا۔ پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمہارا حافظہ کمزور ہے، میں نے اس کی حفاظت کے بارے میں طویل ترین بیانات دیئے ہیں، کیا تم وہ سب بھول گئے؟''

''مجھے یاد ہے تم نے میرے بارے میں بڑی مبالغہ آمیز پیشگوئیاں کی تھیں۔'' میں اپنا طنزیہ لہجہ چھپا نہیں سکا۔

''ہر پیشگوئی بیرونی طاقتوں کی عدم مداخلت سے مشروط ہوتی ہے۔ وہ لوگ اتنے برگزیدہ ہیں کہ لکیریں مٹا دیتے ہیں۔ پھر بھی تم اتنے ہراساں کیوں ہو؟ تم شراڈ کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو؟ شاید تم اپنا منصب بھول کر اس اجنبی کو خود سے برتر سمجھنے لگے ہو؟''

''کاہن اعظم!'' میں نے مچل کر کہا۔ ''میں شراڈ کو پاؤں کی دھول سمجھتا ہوں، یہ سب جانتے ہیں کہ اس کی اوقات کیا ہے مگر یہ بھی سب

جانتے ہیں کہ اس پر غیر معمولی نوازشیں جاری ہیں، اگر نوازشوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو......''

''اوہ۔نہیں۔'' کاہن اعظم نے ہاتھ اٹھا کر مجھے مزید بولنے سے روک دیا۔''بس اس کی طلب کیے جاؤ اور یہ خیال چھوڑ دو کہ وہ تمہار خیال رکھتی ہے یا تمہیں نظر انداز کر دیتی ہے۔''

''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''میں تمہارا پیغام پہنچا دوں گا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت جلد ایک سوا ایک دن کے لیے شب و روز جارا کا کی کھوپڑی کے سامنے جسم پر کوئی پھول سجائے بغیر عبادت کرنے والی ہے۔ یہ عبادت جارا کا کی روح کی مزید عنایتیں حاصل کرنے کے ذیل میں ہے شاید اسے ایک مدت بعد اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہوگی۔ دیوتاؤں کی باتیں دیوتا جانتے ہیں۔ ممکن ہے مقدس اقابلا شراڈ پر مہربان ہو۔ مجھے تمہارے جذبات کا علم ہے لیکن جابر بن یوسف! تمہارے جیسے جذبات یہاں کتنے لوگوں کے دلوں میں مچلتے ہیں، تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے۔''

''مقدس اقابلا کب تک کھوپڑی کی پرستش شروع کر دے گی؟''

''پرستش شروع کرنے سے پہلے اسے نیک شگون لینا پڑے گا، آج سے تین روز بعد وہ نیک ساعت آئے گی مگر تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''میں شراڈ کے بارے میں فکر مند ہوں۔''

''تمہارے اندیشے درست ہیں، وہ اس وقت قصر اقابلا میں موجود ہے لیکن مطمئن رہو وہ شراڈ کو وصل کی لذتوں سے بہرہ ور نہیں ہونے دے گی۔''

''آہ۔'' میں ایک قریبی پتھر پر بیٹھ گیا۔'' مجھے کچھ اور باور کرانے کی کوشش نہ کرو۔'' میں نے بپھر کر کہا۔'' مجھے آج جزیرہ انگرو مایاد آ رہا ہے، گروٹا اور گورمے کے وہ جملے یاد آ رہے ہیں جنہوں نے کبھی میرے کانوں میں زہر گھولا تھا، میں نے تمہیں انگرو ما کے بارے واقعات نہیں بتائے ہیں۔ میں سوچتا ہوں، وہ نیک لوگ پہلے ہی مجھے راستی کے راستے پر چلنے کی تلقین کرتے تھے۔ میں اس وقت اندھا ہو گیا تھا۔''

''تم بہک رہے ہو، جابر بن یوسف! ہوش میں آؤ۔''

''میں اب سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' میں نے زہر خند سے جواب دیا۔'' کیا تم مجھے بالمان جانے کی اجازت دو گے، ممکن ہے وہ پھر میری کشتی انگرو مالے جائیں۔''

''تم جا سکتے ہو۔'' سمورال گرجتے ہوئے بولا۔'' جاؤ اور جب تمہیں ہوش آ جائے، میرے پاس آ جانا۔''

''تم بھی ایک دن یہی فیصلہ کرو گے کاہن اعظم! انگرو ما ایک بے مثال بستی ہے، آؤ وہاں چلیں، یہاں سراب ہے۔ علم اور برتری کا یہاں کوئی مرتبہ نہیں۔ وہاں انہوں نے ایک ایسی بستی آباد کی ہے جو علم و فضل میں تاریک براعظم میں سب سے اعلیٰ ہے۔ تاریک براعظم کے کسی جزیرے میں اتنے عالی مرتبت لوگ ایک ساتھ موجود نہیں ہیں۔''

''میں تمہیں غار سے باہر جانے کا حکم دیتا ہوں۔'' سمورال نے اپنے محفوظ و محصور کمرے کے باوجود کہا۔ وہ ہذیان میں جو کچھ بک رہا تھا،

میں نے نہیں سنا، وہ بار بار دیواروں کی طرف دیکھتا تھا اور مجھے خاموش رہنے کی تلقین کرتا تھا۔

میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا، سمورال کی آنکھیں میری گستاخیوں پر دہکنے لگی تھیں۔اس کے چہرے کی سیاہی اور گہری ہوتی گئی۔ پھر میری چرب زبانی پر طیش میں آکر سمورال نے طلسمی کڑھاؤ سے چند چھینٹے میری طرف اچھال دیئے، میرے جسم پر آبلے پڑے گئے مگر میں ڈٹا کھڑا رہا۔اچانک ایسا لگا جیسے سمورال کی عبادت گاہ میں بھونچال آ گیا ہو۔

سفوف کا دھواں غائب ہوگیا۔سمورال کا قائم کیا ہوا حصار ٹوٹ گیا تھا۔ وہ زمین پر لیٹ کر عجز کے ساتھ اقابلا کی تعریف و توصیف میں تیزی سے بول رہا تھا۔ میرے اندر کا ہن اعظم کو اس حالت میں دیکھ کر خوشی کا احساس جاگزیں ہوا لیکن جب اس کی عبادت گاہ کے بہت سے نوادر گر کر چکنا چور ہو گئے تو مجھے اس کی حالت پر ترس آنے لگا، سمورال اب مجھ سے مخاطب نہیں تھا، میرا اب مزید قیام کرنا مناسب نہیں تھا، میں اسے پاگلوں کی حالت میں چھوڑ کر غار سے نکل آیا۔

سمورال کی گفتگو بڑی مایوس کن تھی۔ کوئی بھی ہوش مند آدمی اس سے بہت سے نتائج اخذ کر سکتا تھا۔اس سرزمین میں مجھ پر ایسے کئی عالم گزرے تھے لیکن آج میری زندگی کا سب سے اداس دن تھا۔ مجھ میں سرنگا کے پاس جانے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ شام تک میرے جسم میں کانٹے چبھتے رہے۔ بوجھل بوجھل قدموں سے میں جنگل سے اپنی بستی کی طرف چل رہا تھا۔شام تک میں اپنے مکان پر واپس پہنچ گیا۔ زارمے اور فزارو شراڈ کی تلاش سے ناکام واپس آ چکے تھے۔ میں نے ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ سریتا بھی میر سرد مزاجی سے مایوس ہو کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ میں کسی زخمی درندے کی مانند اپنے مکان میں ٹہلتا رہا۔ سرنگا کو میری کیفیتوں کا علم ہوگا۔ میں نے اس کے پاس جانا چاہا، پھر ارادہ ملتوی کر دیا۔ میں اپنے بال نوچتا رہا، ایک آگ تھی جو میرے چاروں طرف تیزی سے بھڑک رہی تھی اور میں اس میں جل رہا تھا اور یہ آگ اتنی سنگ دل تھی کہ مجھے تہس نہس کر کے پُرسکون کرنے کے بجائے میرا وجود سلگا رہی تھی، بار بار میرے تصور میں قصرا قابلا کے رنگ رنگ در و بام گھوم جاتے، وہاں شراڈ کھڑا ہوگا۔ اسے ایک مشروب دیا گیا ہوگا۔ اور۔ اور۔ میں نے اپنی سوچوں پر قدغن لگانی چاہی۔ میں نے مٹکے میں سے مشروب آتش انڈیلا اور پیتا گیا۔ پھر مجھے شراڈ کی منگیتر جینا کا خیال آیا۔ وہ حسین امریکی لڑکی جو مہذب دنیا کے قافلے کے ساتھ آئی تھی۔

میں قدم بڑھاتا ہوا جھونپڑی سے باہر نکلا اور میں نے فزارو کو طلب کر کے جینا کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

فزارو میرا حکم پاتے ہی تعمیل کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں دوبارہ اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ ایک ایک لمحہ اذیت میں گزر رہا تھا۔ غنودگی کی کیفیتوں سے دوچار، لڑکھتی ہوئی جینا میرے سامنے آئی تو میرے ہونٹوں پر بڑی خطرناک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا بدن نشے میں ڈوبا نظر آتا تھا۔ آنکھوں میں خمار تھا۔ جب اس نے میری صورت دیکھی تو اس کا برہم چہرہ شاداب ہو گیا۔ ''اوہ۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ '' کتنے دنوں بعد تم نے مجھے یاد کیا ہے۔ میں تمہیں بری طرح یاد کر رہی تھی۔''

''تم شراڈ سے محبت کرتی ہو؟''

'' وہ۔ وہ تو ایک داستان پارینہ ہے۔ میں نے اسے ایک عرصے سے نہیں دیکھا اور اس عرصے میں قبیلے کی زندگی دیکھی اور اپنا ذہن اس

زندگی میں رچانے کے لیے تیار کرلیا۔ تم نے سچ کہا تھا، مفر کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میری دوسری ساتھی لڑکیاں بھی تمہاری دعوت کی منتظر ہیں۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ تم کتنے شان دار مرد ہو۔'' جینا نے شرما کر کہا۔''شروع شروع میں وہ مجھے بے حیا کہتی تھیں اور اب اس بات پر شا کی ہیں کہ سردار نے انہیں کیوں نہیں بلایا۔ صرف ایرانی لڑکی فروزیں اس ماحول سے مفاہمت کرنے میں پس وپیش کررہی ہے۔'' جینا نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

میں نے اسے جھٹک دیا۔''تم جزیرہ توری کے سردار سے مخاطب ہو۔''

جینا نے حیرانی سے مجھے دیکھا اور پھر فزارو کو کمرے میں دیکھ کر مسکرائی۔''اس سے کہو وہ چلا جائے۔ میں تم سے خوب باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میں ترس گئی ہوں۔ تمہی نے تو کہا تھا کہ یہاں کوئی قدر نہیں۔ اس لیے میں نے غیرضروری شرم ولحاظ سے پرہیز کیا ہے، یقین کرو، بے شمار مرتبہ میں نے تمہارے بارے میں سوچا ہے۔ تم کچھ تو مہذب دنیا کے رشتے کا خیال کرو۔''

''میں نے تمہاری تشنگی دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''تمہاری قربت ہی سیرابی کا ذریعہ ہے۔'' وہ چہک کر بولی۔''تم اس وقت کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔ اپنے آدمی سے کہو کہ باہر جائے، شاید میں تمہاری پریشانیاں دور کرسکوں۔ تمہیں میری ضرورت ہے۔''

''ہاں مجھے تمہاری ضرورت تھی۔''

جینا نے میرا جواب سن کر حشر ساماں انداز میں انگڑائی لی۔ وہ عمدہ غذاؤں اور مشروبات سے اور دلکش ہوگئی تھی۔ میرے لیے صبر محال تھا۔ میں نے کمر سے جھولتے ہوئے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی تو میرا چہرہ خون کی تمازت سے سرخ ہوگیا۔ میں جینا کا خون پینا اور اپنے گلے میں لٹکی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی کو غسل دینا چاہتا تھا۔ پھر یہ متبرک خون آج رات ساری آبادی میں تقسیم کیا جاتا۔ جینا میرا ارادہ بھانپ کر سہمی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے خنجر تولا۔

''تم۔ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا۔ کیا مجھ سے تمہاری شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوگئی؟ اپنے آدمی سے کہو...... ڈارلنگ!'' وہ خوشامدانہ انداز میں بولی۔

''فزارو'' میں سفا کی سے چیخا۔ فزارو نے نظریں اٹھائیں تو میں نے اپنا خنجر اس کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔''اس لڑکی نے مہذب دنیا کی زبان میں تمہارے سردار کے بارے میں یاوہ گوئی کی ہے، اسے قربان گاہ پر چڑھا دو اور جارا کا کی مقدس روح کی سعادتیں سمیٹو۔ اس کا خون نچوڑ کر بدن ہزاروں حصوں میں تقسیم کرڈالو اور سمندر میں پھینک دو۔''

فزارو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سے بے خبر تھا۔ جینا مجھ سے انگریزی میں ہم کلام تھی۔ میں نے مقامی زبان میں فزارو کو حکم دیا تو اس کی آنکھیں خون اگلنے لگیں۔ جینا یہ سن کر دوسرے کمرے کی جانب تڑپ کر بھاگی۔ وہ مقامی زبان سے واقف ہوچکی تھی۔ فزارو نے جینا پر قبضہ جمانے کے لیے اسے خطرناک نظروں سے گھورا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی درندے کی طرح ہاتھ پھیلا کر اس کی جانب بڑھنے لگا۔

''رحم۔ جابر بن یوسف رحم۔'' جینا نے اپنی ہول ناک چیخوں سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ آخر فزارو نے اسے معمولی جدوجہد کے بعد دبوچ لیا اور وہ اس کا گلا کاٹ کر شراب کے بڑے برتن میں خون نچوڑنا چاہتا تھا۔ جینا کی فلک شگاف چیخوں سے مجھے ایک لذت محسوس ہو رہی تھی۔ یکا یک سریتا بپھری ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے فزارو کو حکم دیا کہ وہ جینا کو چھوڑ دے۔ فزارو نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ سریتا نے اسے دوبارہ ترخ کر حکم سنایا۔ ''میری بات سنو، تمہارا سردار اس وقت ہوش میں نہیں ہے۔''

''اسے قربانی کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔'' میں نے سرد مہری سے کہا۔

''میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، اسے غور سے سنو'' سریتا نے میرے سامنے آکر غصے میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تمہیں میری مقدس دیوی کی قسم، اپنا فیصلہ واپس لو، ورنہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔''

میں خاموش کھڑا رہا۔

''سنتے ہو، میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

جینا موقع پا کر سریتا کے پہلو کی آڑ میں کھڑی ہو گئی تھی۔ میں شش و پنج کی کیفیت سے دوچار تھا۔ فزارو نے میرا اضطراب شناخت کر لیا اور اس سے قبل کہ میں کوئی حکم صادر کرتا، اس نے خنجر زمین پر رکھا اور سر جھکائے جھونپڑی سے واپس چلا گیا، جینا سریتا کے عقب میں کھڑی کانپ رہی تھی۔ سریتا جیسی کم گو اور متین لڑکی اس وقت قہر کی کوئی دیوی نظر آ رہی تھی۔ وہ جینا کو اپنے ساتھ لے کر چلی گئی اور مجھے اپنی وحشتوں کے ساتھ تنہا چھوڑ گئی۔ رات بھر میں اپنے آپ سے جنگ کرتا رہا۔ کبھی مایوسی، کبھی امید کی کوئی کرن، کبھی مثبت، کبھی منفی، سریتا کے کمرے سے ہلکی ہلکی سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں سسک بھی نہیں سکتا تھا۔ آخر جاں کنی کی وہ رات گزر گئی اور صبح ہوئی تو فزارو نے مجھے آکر بتایا کہ شراڈ اپنی جھونپڑی میں موجود ہے۔ ذہن کی غنودگی یکلخت ہوا ہو گئی میں اسی لمحے اٹھ گیا۔ ''زارمے کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ اس کی نگرانی پر مامور ہے۔ اس کا کہنا ہے شراڈ اچانک نمودار ہوا ہے، زارمے نے اسے جھونپڑی میں داخل ہوتے نہیں دیکھا۔''

''چلو میرے ساتھ چلو۔'' میں یہ کہتا ہوا بجلی کی طرح جھونپڑی سے باہر نکلا۔ فزارو میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ جوں جوں فاصلہ گھٹ رہا تھا، میرے جنون میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ فزارو اور میں شراڈ کی جھونپڑی کے نزدیک پہنچے تو زارمے ہمیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں لپکتا ہوا اندر داخل ہوا، شراڈ اپنی جھونپڑی میں میری موجودگی سے ششدر ہو گیا۔ پھر اس نے اپنا سر عقیدت سے جھکایا۔ اس نے قبیلے کے سردار کے احترام میں شائستگی سے تمام رسمیں انجام دیں۔ میری آنکھیں ابل رہی تھیں اور جتنی نفرت ممکن ہو سکتی تھی، وہ تمام سمٹ کر میری آنکھوں میں آ گئی تھی۔

''جزیرہ توری کا نووارد شراڈ اپنے محسن اور مقدس سردار جابر بن یوسف الباقر کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔''

شراڈ کی اس تکریم سے میری شدت میں اور اضافہ ہو گیا۔ میں نے اس کے جواب میں حقارت کا لہجہ اختیار کیا۔ ''شراڈ! اے ناسمجھ اجنبی نوجوان! تو کہاں غائب تھا؟''

''میرے محسن سید جابر! مجھے پتہ نہیں کیا ہوا، میں نے فرار کی کوشش نہیں کی تھی۔ دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ میں تمہاری ناراضی کا سبب سمجھ رہا

ہوں اور اس کے باوجود سخت سے سخت امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے مہذب لہجے میں کہا۔'' میرا گمان ہے کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا، تمہاری آمد سے پتہ چلا کہ وہ خواب نہیں حقیقت تھی اس لیے کہ کل دن بھر میں تم سب کی نظروں سے روپوش رہا۔ میں تمہیں بتاؤں، اے نیک خصال سردار! تمہاری عدم موجودگی میں، میں نے ایک سچے اطاعت گزار کا ثبوت دیا ہے۔ زارمے سے پوچھو لیکن کل صبح مجھے عجیب و غریب حالات میں مقدس اور عظیم اقابلا کے عالی شان قصر میں حاضر ہونے کا حکم ملا تھا، کاش میں وہاں نہ جاتا۔ انکار کا سوال نہیں تھا، ایک پری چہرہ دوشیزہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ مجھے خلاؤں میں لے گئی اور رنگ برنگے بادلوں میں اس نے میرا ہاتھ تھامے رکھا۔ پھر میں نے سفید پتھر کا بنا ہوا ایسا قصر دیکھا کہ مہذب دنیا کے آثار قدیمہ میں بھی اس کی شان و شوکت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

میں کسی کہکشاں میں پہنچ گیا تھا، مجھے ایک مشروب پیش کیا گیا اور مجھے اقابلا، مقدس اقابلا کی دید سے سرفراز کیا گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور میں ہی کہتا رہا۔ کائنات میں اس کا جلوہ ساری چیزوں سے زیادہ خوب صورت ہے۔ اے مقدس سردار، وہ ایک منظر ہے، سبزہ گل کا ایک دل نواز منظر، وہ ایک شراب ہے، آگ کی بنی ہوئی شراب......''

''بس کرو۔ بس کرو۔'' میں نے چیخ کر کہا۔

شراڈ خوابوں کی دنیا میں گم تھا، میری چیخ پر وہ مدہوشی کے عالم سے واپس آیا، پھر اس نے اقابلا کی تعریف میں جو بولنا شروع کیا تو خاتمے کا نام نہیں لیا۔ وہ میرے کانوں میں زہر انڈیل رہا تھا میری آنکھوں سے روشنی معدوم ہونے لگی اور میری سانسیں کھنچنے لگیں۔ میں اب اسے برداشت نہیں کر سکتا تھا، مجھے اس بات کا اختیار تھا کہ میں کسی بھی ناپسندیدہ شخص کو تہ تیغ کر دوں۔ میں نے سوچا، بہتر یہی ہے کہ اس نوجوان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے مجھے اعتراف ہے کہ میں ضبط نہیں کر سکا۔ میرا ہاتھ پوری قوت سے گھوم گیا، شراڈ کے منہ سے بے تحاشا خون جاری ہو گیا۔ وہ ربر کی کسی گیند کے مانند اچھل کر ایک طرف اوندھے منہ گر گیا۔ میں نے ایک زبردست لات اس کے جسم پر رسید کی۔ وہ بلبلانے لگا۔

''جابر بن یوسف! اے وحشی سردار! دیوتاؤں کے لیے رحم کر، میں اپنی مرضی سے وہاں نہیں گیا تھا اور نہ میں نے کوئی حکم عدولی کی ہے۔'' وہ گڑگڑا کر کہنے لگا۔

''حرام کے تخم! امریکی سور۔'' میں نے اسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ ''اپنی موت کا تماشا دیکھ۔''

''جابر بن یوسف۔ معزز سردار...... میں......''

اس سے پیشتر کہ شراڈ کو عاجزی کی اور مہلت ملتی، میں نے دوسری ٹھوکر ماری، وہ ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی مانند تڑپنے لگا، میں نے گردن میں لٹکا ہوا چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اس میں زندگی کے اثرات نمودار ہوئے، زارمے اور فزار دم سادھے کھڑے تھے۔ اژدہا آہستہ آہستہ شراڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہانپ رہا تھا کہ اچانک جھونپڑی کی چھت ایک ہول ناک دھماکے کے ساتھ اڑ گئی اور نیلے رنگ کی روشنی کی ایک تیز کرن اندر داخل ہو کر ہماری نظریں چکا چوند کر گئی۔ میں دیکھنے کے قابل ہوا تو فزار اور زارمے زمین پر اوندھے پڑے تھے اور بار بار اپنا سر زمین پر پٹک رہے تھے۔ میں نے اژدہے کی جانب دیکھا۔ وہ لکڑی کے بے جان مجسمے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ شراڈ چھت سے گرنے والا ملبہ دیکھ رہا تھا جو اس

کے جسم پر گرا تھا۔ یہ مقدس اقابلا کے قہر و غضب کی علامتیں تھیں۔ اس نے شراڈ کو میرے عتاب سے بچانے کے لیے دخل دیا تھا، میرا دل بیٹھنے لگا اور میں نے اپنی ہڈیوں میں ایک ٹوٹ پھوٹ سی محسوس کی جیسے مجھے بخار آ گیا ہو۔ میں نے زارے اور فزارو کی طرف دیکھا، ان کے چہروں پر موت کا تسلط تھا۔ سب سے پہلے میں نے اپنا چوبی اژدہا اٹھا کر گلے میں ڈالا، شپالی پر میری گرفت مضبوط ہو گئی اور میں نے سوچا، اب جو ہو، سو ہو، اقابلا کی ناراضی کی واضح علامتیں نظر آ چکی ہیں اور جب اقابلا ناراض ہے تو اس سرزمین پر کون زندہ رہ سکتا ہے مرنے سے پہلے کیوں نہ میں اس امریکی نوجوان کا قصہ پاک کر دوں جس نے میرے سیدھے راستے میں رکاوٹیں ڈال دی ہیں اور میرا سینہ آتش کدہ بنا دیا ہے۔ مجھے یقین تھا، آخری حربہ، شپالی کارگر ثابت ہوگا۔ اس چھوٹے سے پتھر نے اکثر مشکل موقعوں پر میری مدد کی تھی۔ میں نے اسے اپنی ہتھیلی پر اچھالا اور سرکشی کی نظر سے آسمان کی طرف دیکھا۔ چھت شق ہو چکی تھی اور آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔ میں شپالی کا نشانہ لے رہا تھا کہ جھونپڑی کے باہر بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز تیزی سے ابھری اور آناً فاناً چار اقابو میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنے لگے۔ اقابو، اقابلا کے محافظ دستے کے سپاہی، جو بینائی سے محروم ہوتے تھے۔ اقابوؤں کی آمد سے اقابلا کی ناراضی میں کسی شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی، میں نے اپنا خشک گلا تر کیا، اسی لمحے ایک اقابو کی کھردری آواز ابھری۔ ''تین قبیلوں کے معزز سردار! مقدس ملکہ اقابلا کے حکم سے ہم تمہیں حراست میں لینے کے لیے بھیجے گئے ہیں، خود کو ہمارے حوالے کر کے اس کے حکم کی تعمیل کرو۔''

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، زارے اور فزارو ہاتھ باندھے گردن جھکائے مودب کھڑے تھے۔ تاریک براعظم میں ان لوگوں نے میری سربلندی، میرا عروج دیکھا تھا۔ آج میرے زوال کا دن تھا۔ میں اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لینا چاہتا تھا۔ مجھے اپنا وزن گراں محسوس ہونے لگا۔ وہ سرزمین اقابلا کے تابع تھی اور میری حیثیت وہاں خس و خاشاک کے مانند تھی۔ میں کیا تھا؟ میں تو ایک خشک پتا تھا جو ٹہنی سے علیحدہ ہو کر زمین پر رسوا ہو رہا تھا۔ میرے خزاں کے دن آ گئے تھے۔ میں جیسے برف میں کھڑا تھا۔ ''کیا میں اسے اپنا زوال سمجھوں؟'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''معزز سردار کا احترام ہم پر فرض ہے، ہمیں صرف معزز سردار کو حراست میں لینے کے احکام ملے ہیں۔'' اقابو کے لہجے میں سختی تھی۔

''میں خود کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔'' میں نے تھک کر کہا۔ ''چلو۔'' میری آواز گھمبیر ہو گئی۔ ''چلو، تین قبیلوں کے ایک سردار کو حراست میں لے کر چلو۔''

انہوں نے اپنے نیزے زمین پر لٹکا دیئے۔ یہ سیاہ فام اندھے، بیناؤں سے زیادہ عقل رکھتے تھے۔ وہ آسانی کے ساتھ دروازے سے باہر آ گئے۔ میں زارے اور فزارو کے سہتے ہوئے چہرے و دزدیدہ نظروں سے دیکھتا ہوا جھونپڑی سے چلا آیا، شراڈ نے کسی مسرت کا اظہار نہیں کیا تھا، وہ آخر وقت تک ششدر تھا۔ نظر بندی کے احکام کے ساتھ ساتھ مجھے ایک رعایت بھی ملی تھی، جگہ کے انتخاب کا مسئلہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا تھا، میں نے اپنی قیام گاہ کے بجائے جنگل کے سرے پر ایک ویران گوشے کا انتخاب کیا جہاں عموماً میں قبیلے کی لڑکیوں کو لے جاتا تھا۔ اقابو راستے بھر خاموش رہے۔ وہ انسان سے زیادہ مشین تھے۔ اقابلا کی پلکوں کی جنبش سے وہ چوکنے ہو جاتے تھے۔ مجھے جھونپڑی میں چھوڑ دیا گیا۔ میں کسی لٹے ہوئے مسافر یا کسی شکست خوردہ شخص کی طرح جھاڑ جھنکاڑ کے بستر پر گر گیا۔ میں نے دیوتاؤں کے نوادر سے آراستہ سینہ خالی کیا اور پانی مانگ کر اپنے جسم کے رنگ دھوئے۔ میں نے اپنی کھال خوب رگڑی۔ اس قدر کہ میرا اصل رنگ نمایاں ہو گیا۔ وہ سرخ رنگ، وہ مہذب رنگ جو بیروت میں، آکسفورڈ میں مجھے

ممتاز رکھتا تھا۔ پھر میں نے چاقو کی مدد سے اپنے بال تراشے اور درختوں کی چھال سے اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ نہ جانے میں نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟

جب میں یہ سب کچھ کر چکا تو احساس ہوا کہ میں اس سرزمین پر ابھی تک ایک اجنبی ہوں کیونکہ میرا گلا خالی ہے اور میرے کان میں کوئی بالی نہیں ہے اور میرا رنگ سیاہ نہیں ہے اور میرا جسم برہنہ نہیں ہے۔ تو میں یہاں کیوں ہوں؟ یہ میری زمین، یہ میرا وطن نہیں ہے۔ کیا میں کوئی طویل خواب دیکھ رہا ہوں؟ یا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ کیا میں ابھی تک بیروت میں ہوں؟ میں کہاں ہوں؟ میں انتشار اور مخبوط الحواسی میں باہر کی طرف بھاگا، اقابو نے میرا راستہ روک لیا۔ میرا جی چاہا میں اس اندھے پر کاری ضرب لگاؤں۔ مگر وہ تو ایک دخت تھا، وہ تو مشین تھا۔

مجھے دروازے پر دیکھ کر اقابو نے کہا۔ ''معزز سردار! تم اگر چاہو تو یہاں بھی حسب مراتب دل بستگی کا سامان طلب کر سکتے ہو۔''

''میں اپنے چند رفیقوں سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اس سلسلے میں ہمیں ابھی کوئی واضح ہدایت نہیں ملی ہے۔'' اقابو نے نرم آواز میں جواب دیا۔

''دوسری مراعات تمہیں بدستور حاصل رہیں گی۔''

''میں مقدس اقابلا کی اس نوازش کا شکر گزار ہوں۔''

اقابو احتراماً جھکا، اس کے احترام سے مجھے اب کوئی خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا تھا، یہ ایک توہین آمیز احترام تھا، کل اندھیری تھی۔ اقابلا نے نظر بندی کے باوجود مجھے دل بستگی کا سامان طلب کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ بڑا مضحکہ خیز طریق تھا جس کی طلب نے میرے ہوش وحواس گم کر دیئے تھے، وہ مجھے کھلونوں سے بہلا رہی تھی۔

اس عالم میں پندرہ دن گزر گئے، تنہائی کے پندرہ دن، کسی نے میری خبر نہیں لی اور کسی کے بارے میں، میں نے اقابوؤں سے نہیں پوچھا۔ آہستہ آہستہ میں اس جھونپڑی کا عادی ہو گیا اور مجھے اقابوؤں کے قدموں کی چاپ بھی بری لگنے لگی۔ ان دنوں میں نے اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب اور کچھ سوچتے ہوئے دماغ دکھنے لگتا تھا، ہاں اس تنہائی سے اتنا ضرور ہوا کہ مجھے خود کو سرزنش کرنے کی مہلت مل گئی۔ ہر بار مجھے سرنگا کا چہرہ یاد آجاتا تھا جو بڑے رازدارانہ انداز میں کہتا تھا۔ ''سیدی جابر! یہ خیال رکھنا کہ ایک دن ہمیں یہاں سے جانا ہے۔'' ہم یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں؟ یہاں آئے ہوئے تو ایک مدت گزر گئی تھی لیکن میں نے اس کے متعلق سوچا بھی کہاں تھا؟ میری نگاہ تو پاش پاش ہو گئی تھی۔ اب ایک سنگ دلی سی طاری تھی اور پندرہ دن میں دو ہی باتیں میرے ذہن میں فیصلہ کن انداز میں محفوظ ہوئی تھیں، موت یا پھر...... دوسرے لفظ کا اظہار میں اپنے آپ سے بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس بار مجھے اگر کوئی رعایت نصیب ہونے والی تھی تو وہ آخری تھی۔ میں نے ایک بزرگ کی طرح اس مجہول اور احمق شخص جابر بن یوسف کو باور کرایا کہ اس نے خوش فہمیاں اوڑھ لی تھیں اور حماقت کے تیور اختیار کیے تھے۔ تنہائی کے یہ پندرہ دن اپنے محاسبے کے لیے مجھ پر قرض تھے۔ ان دنوں میں نہ تو میں نے ساحرانہ علوم پر توجہ دی اور نہ ہی جھونپڑی سے باہر نکلا۔ میں اور صرف میں یہاں تھا۔ جو زندگی باقی تھی، میں نے اسے گزارنے کا ارادہ کیا اور جو زندگی باقی نہیں تھی، میں نے اس کی پروا ترک کر دی۔ سولھویں دن ایک صبح جب میں کچھ تازگی محسوس کر رہا تھا، یا یوں کہو کہ اب کچھ سوچنے کو باقی نہیں رہ گیا تھا، میں نے اقابو کو طلب کیا۔ وہ میرے سامنے آ کر سرنگوں ہو گیا۔ میرے

احترام میں اس نے ابھی تک بخل سے کام نہیں لیا تھا۔

''مجھے توری کا مشروب خاص اور مہذب دنیا سے آنے والی لڑکیوں میں فروزیں نام کی لڑکی کی طلب ہے۔'' دو ہفتے بعد میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

اقابو نے ایک فرماں بردار کتے کی طرح میرے حکم کی بجا آوری میں بڑی سرعت کا مظاہرہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایرانی نژاد دوشیزہ فروزیں مع ارغوانی مشروبات میرے زنداں میں بھیج دی گئی۔ فروزیں کو دیکھ کر اس منجمد زندگی کی برف پگھلنے لگی اور مجھے اندھیرے میں روشنی آنے لگی۔ فروزیں ایک شرمیلی دوشیزہ تھی۔ باتیں کرتی تھی تو اس کی پلکیں جھک جاتی تھیں۔ وہ ایک شکار کی ہوئی ہرنی کے مانند خوف زدہ کھڑی تھی غالباً اسے جینا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی اطلاع مل چکی تھی۔ میں نے اپنے شکست خوردہ اعصاب مشروب میں غرق کر دیئے۔

آج میرا بدن رنگا ہوا نہیں تھا۔ میں اپنی حقیقی جلد کے ساتھ نظر آ رہا تھا اور میرے چہرے پر سرداری اور عالی مقامی کی کوئی چھاپ نہیں تھی۔ جسم بھی ڈھکا ہوا تھا۔ فروزیں ان سب سے زیادہ حسین تھی اور میں نے اسے کسی مناسب وقت کے لیے اپنے خانہ دل میں جمع کر رکھا تھا اور آج اسے خرچ کرنے کا وقت آیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے نرم آواز میں اسے مخاطب کیا۔

وہ اشاروں اشاروں میں رحم کی درخواست کر رہی تھی۔ میرے نرم لہجے سے اور زیادہ خوف زدہ ہوئی پھر ایک جھٹکے کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی۔

''تمہیں جینا نے سب کچھ بتا دیا ہوگا؟''

وہ ایک لمحے جھجکی پھر گردن ہلا دی۔ ''ہاں۔''

''کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کبھی یہاں سے واپس جا سکتی ہو؟''

''نہیں۔'' اس نے اپنی خوبصورت گردن کو جنبش دی۔

''تم نے سردار کی عزت و تکریم بھی دیکھی ہوگی۔''

''ہاں۔'' اس نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

''میں اگر مہذب دنیا میں ہوتا تو تم سے محبت کرتا۔ تم بہت حسین ہو۔ تم میں وہ تمام کشش موجود ہے جو ایک ہوش مند شخص کا ہوش چھین سکے لیکن اے بانوئے جمال!'' میں نے فارسی میں کہا۔ ''تم یہ حقیقت دل سے تسلیم کر لو کہ وہ دنیا جو ایک طویل جدوجہد کے بعد لوگوں نے بسائی ہے۔ وہاں سے تم اپنے کسی گناہ کے سبب سے نکال دی گئی ہو۔''

فروزیں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میری گفتگو سے وہ بری طرح رونے لگی۔ ''تو پھر اس دنیا کو بھول جاؤ۔ میں بھی بھول گیا ہوں۔ جب مجھے پرانے دن یاد آتے ہیں تو یہاں کوئی نہ کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے، پھر میں پوری تن دہی سے خود کو اس سرزمین کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' میں فارسی روانی سے نہیں بول سکتا تھا لیکن کچھ انگریزی، کچھ فارسی، کچھ عربی میں، میں نے فروزیں سے اتنی باتیں کیں کہ اس کی آنکھوں کی ویرانی دور ہوتی گئی۔ میں نے اسے اپنے متعلق بتایا۔ وہ عقیدت، تعجب اور محبت سے مجھے دیکھنے لگی میں نے بہت دن بعد کسی سے باتیں کی تھیں اور پھر

فروزیں جیسی لڑکی سامنے ہو جو مشرق کی تمام تر روایتوں سے آراستہ ہو اور جابر بن یوسف جیسا خطیب ہو، تو کیا کیا باتیں نہ ہوئی ہوں گی؟ وہ اشتیاق سے سب کچھ سنتی رہی۔ میں اسے سناتا رہا اور ہمارے درمیان اتنا ہی فاصلہ برقرار رہا جو پہلے تھا، میں نے اس سے کوئی ضد نہیں کی۔ شاید اس وجہ سے کہ میرے نوادر گلے میں نہیں تھے اور میرا جسم پتوں میں چھپا ہوا تھا، میں نے اسے جزیرہ توری کا مشروب پیش کیا تو وہ جھجک کر پینے لگی۔ اب وہ کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں بیروت کے ایک فیشن ایبل ریستوران میں بیٹھا ہوا ایک لڑکی سے ابتدائی ملاقاتیں کر رہا ہوں۔

''تم بھی کچھ کہو۔ کیا تم کچھ بھی نہیں کہوگی؟''

''آقائے جابر۔'' اس کے نازک لب کھلے کوئی پھول کھل جائے۔ ''آقائے جابر!'' اس نے والہانہ انداز میں کہا۔ ''میں اس پُراسرار زمین میں تمہارے کس کام آسکتی ہوں؟''

''عورتیں یہاں حکومت کرتی ہیں اور انہیں یہاں صرف ایک کام ہے کہ مردوں کو خوش رکھیں۔ کسی ایک مرد کو نہیں بلکہ جو مرد چاہے ان کے شباب میں مدغم ہو جائے۔ تم حکومت نہیں کر سکتیں لیکن تم توری کے مردوں کو اپنے شباب سے پاگل کر سکتی ہو۔''

وہ شرما گئی۔ ''تم ایک سردار ہو، اگر تم چاہو تو میرا اس سے بہترین مصرف بھی ہو سکتا ہے۔ میں مردوں میں تقسیم ہونا پسند نہیں کروں گی لیکن میری پسند یا ناپسند کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہمیں کسی طرح یہ زندگی کاٹنی ہے اور میں اس امید کے ساتھ یہ دن گزاروں گی کہ شاید خدا کو کبھی ہماری حالت پر رحم آجائے اور وہ ہماری رہنمائی کرے۔ قطعاً مایوسی میرے نزدیک کفر ہے۔'' وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

''تم کیا کر سکتی ہو؟ ہاں بس دعا کیے جاؤ۔ جادو، اسرار، نادیدہ طاقتیں، محیرالعقول مظاہر۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔''

''میں دعا کروں گی آقائے جابر! اور دعا کے لیے ضروری ہے کہ تم مجھ پر مہربان رہو، تمہاری محبتیں میری شریک رہیں اور مجھے یہ اعتماد حاصل رہے کہ میں تنہا نہیں ہوں، کبھی موقع آیا تو میں تمہارے لیے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گی لیکن مجھے کسی شکاری مال غنیمت یا کسی مشروب کے بجائے ایک فرد کا درجہ دیا جائے۔ یوں میں تمہارا شکار ہوں، تمہارا حق، تمہاری شراب ہوں۔''

''تم مجھے متاثر کر رہی ہو، خبر ہے میں نے یہاں تمہیں کیوں بلوایا تھا؟'' میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارا خیال رکھوں گا۔''

فروزیں نے نظریں نیچی کر لیں۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر جھانک کر دیکھا۔ اقابو مستعدی سے کھڑے تھے۔

''کوئی اور حکم؟'' وہ مجھے دروازے پر سونگھ کر بولے۔

''نہیں۔'' میں اندر آگیا۔ فروزیں کے چہرے پر اضطراب طاری تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس نے بھی جھجک کے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اسے تھام لیا۔

میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ گردن جھکائے کھڑی رہی۔ میں نے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں ان میں حسرت بھری ہوئی تھی۔

''مجھے اجازت ہے؟'' میں نے شائستگی سے پوچھا۔

''تم ایک سردار ہو۔''اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''تم اسے محبت نہیں سمجھتیں؟''میں نے جذبات میں کہا۔

''میں اسے تمہارا اختیار سمجھتی ہوں۔تم اپنا حق استعمال کرتے رہے ہو۔''

''کیا میں ایک مثالی مرد نہیں ہوں؟''

''تم ایک مثالی سردار ہو۔''

''میں تو تم سے متاثر ہو گیا ہوں، کیا تم نے مجھ سے کوئی اثر قبول نہیں کیا؟''

''میں نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔''وہ آہستگی سے بولی۔

''تم مزاحمت نہیں کر رہی ہو؟''میں نے سرشاری سے پوچھا۔

''سردار کی عزت و تکریم مجھ پر فرض ہے۔''

''اوہ۔''میں جھنجلا کر علیحدہ ہو گیا۔''فروزیں! میں تمہیں حکم نہیں دے رہا ہوں۔شامل ہونے کو کہہ رہا ہوں۔''

''میری شمولیت میری آمادگی سے مشروط ہے۔''

''میں نے تمہیں آمادہ کرنے ہی کے لیے یہ طویل گفتگو کی ہے۔''

''تم یوں بھی اپنا مقصد پورا کر سکتے تھے لیکن تمہیں میری شمولیت کا خیال ہے تو مجھے آمادگی کا موقع دو۔''

''تم میرے ضبط کا امتحان لینا چاہتی ہو۔''

''میں ہمیشہ پُر امید رہتی ہوں۔''

میں نے مشروب کا ایک قدح پیا اور اپنی باچھیں پونچھتا ہوا ہانپ کر بولا۔''میں تمہیں آمادگی کے لیے وقت دیتا ہوں۔تم جا سکتی ہو۔''

فروزیں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔اس کی نظروں میں خوشی کی ایک جھلک نمودار ہوئی، وہ دوڑ کر میرے پاس آئی اور اس نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔''جب بات کرنے کے لیے ترس جاؤ تو مجھے بلاتے رہنا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔فروزیں میرے ماتھے کا بوسہ لیتی ہوئی رخصت ہو گئی۔''خدا تمہارا اقبال بلند کرے۔''اس نے چلتے چلتے کہا۔

''میں دوبارہ تم سے ملاقات کی آرزو مند ہوں گی۔''

فروزیں کے جانے کے بعد میں پھر تنہا ہو گیا۔اس کے آنے سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے نچوڑ کر اپنے مشروب میں شامل کر لوں گا لیکن فروزیں نے مجھ پر کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ مستی اور نشاط، خلوت اور جلوت کا تمام ماحول بجھ گیا۔شام تک میرے جسم پر چنگاریاں سلگتی رہیں۔ فروزیں کو بھی سرنگا کی طرح امید تھی کہ وہ کسی دن اس طلسم خانے سے نجات حاصل کر لے گی اور اپنا دامن صاف رکھے گی۔فروزیں چلی گئی تھی لیکن خو دمیرے دل میں امید کا چراغ روشن کر گئی تھی۔یہ امید ہی تھی جس نے مجھے اس تنہائی سے اکتا دیا۔میرا دل جنگل کی کھلی فضا میں جانے،سمندر دیکھنے

اور ایسے ذریعے تلاش کرنے کے لیے مچل رہا تھا جو مجھے یہاں سے نجات دلاسکیں۔ فروزیں کا خیال تھا کہ سچی امید کے لیے پاکیزگی ضروری ہے۔ گناہ کی زندگی امید متزلزل کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مجھ سے آلودہ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں پاکیزگی اور امید کی روشنی دیکھ کر اسے چھوڑ دیا تھا۔ جینا نے امید چھوڑ دی تھی۔ یہی حال مارشا اور جولیا کا تھا۔ شام کے بعد میں نے اپنی تشنگی دور کرنے کے لیے مارشا کو بلایا۔ ان سے میری بہت کم بات ہوئی تھی۔ میں ان کے نام بھی بھول جاتا تھا، اقابو سے میں نے تاکیداً کہا کہ بیس سال سے کم عمر کی لڑکی مجھے فراہم کی جائے جس کا نام جولیا یا مارشا ہے۔ میں اپنے قبیلے سے کسی نوخیز لڑکی کو بھی بلاسکتا تھا مگر مہذب دنیا کی ان لڑکیوں سے گفتگو کر کے جو لطف آتا تھا وہ توری کی لڑکیوں میں کہاں تھا؟

جرمن لڑکی مارشا کو اقابو نے اندر دھکیل دیا۔ میں دن بھر فروزیں سے باتیں کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ وہ آئی تو میں نے اسے گھسیٹ لیا۔

''فروزیں تمہاری بڑی تعریف کر رہی تھی۔'' اس نے احترام سے کہا۔

''تم بھی مایوس نہیں ہوگی۔''

''میں تمہاری دسترس میں ہوں، مجھ سے بھی خوب صورت باتیں کرو۔'' اس نے میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ ''خدا گواہ ہے، جب ہمیں یہ علم ہوا کہ تم مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہو تو ہم نے نئی زندگی محسوس کی۔ پھر تم ایک دن اچانک غائب ہو گئے اور ہم سب تمہارے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ جینا تمہارا ذکر بہت پُر لطف طریقے سے کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی تم اندر سے بہت مہذب اور شائستہ ہو اور بہت خطرناک بھی ہو۔''

میں نے سنی ان سنی کر دی۔

جرمن لڑکی فروزیں کی طرح حسین نہیں تھی مگر وہ ایک بھرپور، شاداب اور نوجوان لڑکی تھی۔ وہ آمادہ ہو کر آتی تھی۔ رات بھر وہ میرے ساتھ رہی اور رات کے آخری پہر تک وہ مجھ سے مہذب دنیا کی باتیں کرتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میرے اور اس کے درمیان یہ پہلی ملاقات نہ ہو، وہ بہت دلچسپ اور شوخ باتیں کرتی تھی، رات بھر کی رفاقت اور شب بیداری سے مجھ پر اس کے اسرار نمایاں ہوئے، وہ ایک ایسی لڑکی تھی جو ہر حال میں خوش رہنا جانتی تھی۔

''تم مجھے خود سے دور نہ کرو۔'' ''میں تمہاری خدمت کروں گی۔''

''میں تمہیں بلا لیا کروں گا لیکن تمہیں ساتھ نہیں رکھ سکتا۔''

''تم میری زندگی کے پہلے مرد ہو۔'' اس نے شرما کر کہا۔

میں نے اسے اپنے آہنی حصار میں لے لیا۔ ''میں تمہیں نہیں بھولوں گا۔''

''آہ کتنے تنہائی کے دن گزارے ہیں، قسمت بھی کیا چیز ہے۔''

''کیوں قسمت تو تمہاری خراب نہیں ہے۔''

''سوچتی ہوں۔ کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا، لکھا تھا کہ ایک ویران مقام پر تم سے ملاقات ہوگی اور شب عروسی اس طرح منائی جائے گی۔''

''سنو۔فروزیں سے مت کہنا کہ تم مجھ سے وابستہ ہو چکی ہو۔''

''کیوں؟''اس نے تڑپ کر پوچھا۔

''وہ تم سے جلنے لگے گی اور میں سب کو خوش رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تمہیں مجھ سے محبت ہوگئی؟ کیا میں تمہیں اچھی لگی؟''

''تم بتاؤ۔تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے؟''

''تم۔میں۔میں۔کیا بتاؤں، یہ تو وقت تمہیں بتائے گا۔''

''وقت کیا؟''

''میں ایک جرمن لڑکی ہوں۔میں نے تمہیں بالا رادہ قبول کیا ہے۔''

''لیکن میں صرف تمہارا پابند نہیں رہ سکتا۔''

''مجھے اس کا احساس ہے، یہ میری بدقسمتی ہے ورنہ میں اپنی قسمت پر رشک کرتی۔'' پھر وہ کہنے لگی۔''کیا میں بدصورت ہوں؟''

''کون کہتا ہے؟ تم ایک خوب صورت لڑکی ہو۔''

''وہ اسی طرح باتیں کرتی رہی اور میں سو گیا۔میرے سرہانے بیٹھی وہ میرے بالوں سے کھیلتی رہی اور مستقل دو دن تک میرے ساتھ رہی۔اسے رفاقت کی پاس داری آتی تھی۔اس نے میری داڑھی کے ننھے ننھے بال نکال لیے اور سر کے بال تراشے۔پھر اس نے ان میں کنگھی کی۔خدشہ ہو چلا تھا کہ اس کی یہ خدمت مجھے بیرونی دنیا سے بے نیاز کر دے گی اور اگر میں کسی میں اتنا گم ہو گیا تو میری فکر محدود ہو جائے گی۔وہ بہت دور چلی جائے گی۔اس لیے مجھے اسے واپس بھیجنا پڑا۔میں نے اس کی خدمت کے صلے میں اس کے لیے ایک علیحدہ جھونپڑی کے انتظام کا حکم دیا اور خادمائیں مقرر کر دیں۔

مارشا کے جانے کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ میں روز قبیلے سے منتخب عورتیں اپنے زنداں میں بلاتا۔ان میں تیس سالہ عورت جولیا بھی آئی جس نے فروزیں، مارشا اور جینا کی باتیں سن کر مجھے راحت پہنچانے کی کوشش کی، یہ پختہ کار عورت نو آموز لڑکیوں سے کہیں بہتر تھی۔مجھے اسے کئی بار بلانا پڑا اور وہ ہر بار خاصا دلچسپ وقت گزار کے گئی۔بیس دن، پچیس دن، ساٹھ دن، میں دن گن رہا تھا تنہائی کے یہ تمام دن میں نے مشروبات اور عورتوں کی صحبت رنگین میں بتائے۔اقابلا کے تعینات کردہ اقابو میرے ہر حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔مجھے جنگل کی اعلیٰ جڑی بوٹیاں، پھل، گوشت اور ہر قسم کی لذیذ غذائیں پیش کی جاتی رہیں اور میں روز نئی عورتوں کو دعوت میں شریک کرتا رہا۔مارشا پھر کئی بار آئی اور جب بھی آئی کئی دنوں تک میرے ساتھ رہی۔اس نے میرے لیے جرمن کھانے پکائے۔سمورال، سرنگا اور قبیلے کے کسی شخص نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔اب قبیلے میں دو ہی قابل ذکر لڑکیاں رہ گئی تھیں، سرینا اور فروزیں۔میرے اندازے کے مطابق جب تک اقابلا جارا کا کی ایک سو ایک دن کی عبادت سے فارغ نہیں ہوتی، اس وقت تک میری نظر بندی کی مدت ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا، اقابلا نے مجھ سے ناراضی میں انتہا پسندی سے کام نہیں لیا تھا، مجھے اپنی آزادی اور بحالی کی ایک

گنجائش نظر آتی تھی۔ شاید میں کاہل اور غافل ہو گیا تھا، اقابلا نے مجھ میں دوبارہ سرشوری اور سرکشی پیدا کرنے کے لیے یہ دن عطا کیے تھے، میں بہت سرد ہو چکا تھا، دھیمی دھیمی آگ جل رہی تھی۔ یہ اضطراب کی وہ منزل تھی جہاں اضطراب کا اظہار نہیں ہوتا۔ میں اپنے اندر پک رہا تھا۔ ایک دن مارشا نے مجھے بتایا کہ فروزیں مجھ سے ملنا چاہتی ہے، میں نے اسے نہیں بلایا۔ پھر میں نے عورتوں کو بلانا بھی بند کر دیا اور گورمے کے طلسم خانے سے حاصل کی ہوئی ہربیکا کی مقدس آنکھیں اپنے مکان سے منگوائیں اور سمندر کا مدوجزر دیکھنا شروع کر دیا۔ میں صبح و شام ان آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ کبھی اکتا جاتا، کبھی ان کی سمتیں تبدیل کرتا رہتا۔ میری آنکھوں کے سامنے سمندر نمودار ہو جاتا اور ابھرتی ہوئی موجیں مجھے اپنے سینے پر محسوس ہوتیں۔

میں نے اقابو سے کہہ کر اپنی جگہ بدلوالی، اب میں جنگل کے اس پار سمندر کے کنارے مقیم تھا۔ میرا خیال تھا کہ سمندر کی قربت ہربیکا کی مقدس آنکھوں کو متاثر کرے گی لیکن دوری یا نزدیکی ہربیکا کی آنکھوں پر اثر نہیں ڈالتی تھی۔ پھر ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک لٹا پٹا کارواں سمندر کی طرف بڑھ رہا ہے اور حفاظتی کشتی ہچکولے کھا رہی ہے۔ میں یہ دیکھ کر بے تابی سے اٹھ کر کھڑا ہوا کہ وہ انگروما کے فاضل لوگ تھے۔ انگروما کے جید بوڑھے ساحر۔ وہ توری سے اس قدر قریب ہیں۔ آہ اب ایک انقلاب رونما ہوگا۔ میں نے آنکھ کے عدسوں میں اپنی نگاہیں جما دیں اور تڑپنے لگا۔ اقابو باہر تعینات تھے۔ تلملا کر میں پھر واپس آیا اور ہربیکا کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ انگروما کے فاضل ڈوبتی ہوئی کشتی میں جاراکاکا کی عبادت میں مصروف تھے۔ ان میں گروٹا اور گورمے کوئی نہیں تھا لیکن میں ان کی شکلیں پہچانتا تھا، وہ مشترکہ عبادت میں مجھے بار ہا نظر آئے تھے۔ صبح سے شام ہونے لگی۔ کشتی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے سوچا مجھے اقابو کو مطلع کر دینا چاہیے کہ انگروما کے جلیل القدر بوڑھے توری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ اس کی عبادت سے فائدہ اٹھا کر اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ منتشر کر دینا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے اقابلا میرے اس کارنامے کے صلے میں مجھے اپنے قرب سے نوازنے پر تیار ہو جائے۔ میں نے باہر جا کر اقابو سے کہا۔ ''اے نابینا بینا! کیا تو سمندر کی طرف کچھ سونگھ رہا ہے؟''

''نہیں معزز سردار! سمندر کی ہوا صاف ہے۔'' اس نے کہا۔

''جا، مقدس اقابلا کو یہ پیغام بھیج کہ انگروما کے باغی عالم جزیرہ توری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔''

''وہ مقدس جاراکاکا کی عبادت میں مصروف ہے۔ اس کی خدمت میں کوئی پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔

''مگر یہ بہت ضروری ہے اقابو! میں نے ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں سمندر کے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ ان کی کشتی بڑھ رہی ہے اور وہ مقدس جاراکاکا کی عبادت میں مصروف ہیں۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''معزز سردار۔ تم اندر جاؤ۔ دیوتا توری کے نگہبان ہیں۔''

''جلدی کرو اور توری کے تمام برگزیدہ لوگوں کو غاروں سے باہر لے آؤ۔ اب اقابلا کی سلطنت بچانے کا وقت آیا ہے۔''

''مقدس اقابلا عظیم ہے۔ اس پر جاراکاکا کی مقدس روح کا سایہ ہے۔'' اقابو نے عقیدت سے کہا۔

''وہ بلاشبہ عظیم ہے لیکن میں نے انگروما دیکھا ہے۔ تم میرا یہ پیغام پہنچاؤ، ورنہ میں اپنے نوادر، خصوصاً شپالی سے تمہیں خاک کر دوں گا۔ یہ ایک سردار کا حکم ہے اور سلطنت اقابلا کی سلامتی سے متعلق ہے۔ سنتے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' میں نے پرجلال آواز میں کہا۔

انہوں نے نیزے میری سمت سنبھال لیے۔ ''معزز سردار تم اندر جاؤ اور ہمیں کچھ مہلت دو۔ اپنے نوادر اپنے پاس رکھو۔ ہم آخر وقت تک اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔''

میں مضطرب ہو کر اندر چلا آیا۔ کاش میں ان چاروں اقابوؤں کو مارنے کی جرات رکھتا اور چیخ چیخ کر اعلان کرتا، توری کے لوگو، تمہاری زمین پر ایک دوسری زمین کے ساحر یلغار کرنے والے ہیں اٹھو اور دیوتاؤں کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ میں کسی بے بس پرندے کی طرح اپنے پنجرے میں پھڑ پھڑاتا رہا۔ انہوں نے کچھ سوچ کر ادھر کا رخ کیا ہوگا۔ اس وقت مجھے اقابلا سے نہایت درجے ہمدردی پیدا ہوئی، میں توری کا سردار تھا اور یہاں انگروما کے لوگوں کا تسلط دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے لیے اب جو کچھ بھی تھا، یہی زمین تھی جہاں مجھے پناہ ملی تھی۔ اقتدار، عورتیں اور دنیا بھر کی لذتیں نصیب ہوئی تھیں۔ مجھے اس زمین سے محبت محسوس ہوئی۔ میں نے دوبارہ ہربیکا کی آنکھوں کے عدسے میں جھانک کر دیکھا، کشتی رواں دواں تھی اور وہ پراسرار عمل پڑھنے میں مصروف تھے یکا یک میں نے دیکھا کہ کشتی ایک زبردست طوفانی موج سے دو چار ہوئی اور چند لمحوں کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی اور جب ابھری تو اس میں سب لوگ صحیح وسلامت تھے۔ دفعتہً اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا لیے۔ ان کے ہاتھوں میں جارا کا کی کھوپڑیاں تھیں اور وہ کشتی میں اس طرح جے کھڑے تھے جیسے ان کی ٹانگیں کشتی کی سطح سے جڑی ہوئی ہوں، وہ چلا چلا کر کوئی ورد کر رہے تھے۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے بند ہونے لگیں۔ سمندر کی وہ جگہ جہاں کشتی موجود تھی، اس کے اردگرد سارا پانی سرخ ہو گیا تھا۔ میں ان کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا لیکن ان کی نقل وحرکت سے محسوس کر سکتا تھا کہ پانی کے اس حصے میں پراسرار طاقتوں کی زبردست جنگ جاری ہے۔ روشنی کے وہ پراسرار جھماکے، روشنیوں کے وہ تیر جو کشتی پر اس طرح گر رہے تھے جیسے انگروما سے میری واپسی کے وقت ہوا تھا۔ کشتی کے چاروں طرف خون کا سمندر تھا اور انگروما کے عالم نیزوں اور تیروں کی زد پر آگے بڑھ رہے تھے۔ کچھ دور اور چل کر ان کی کشتی اس طرح رک گئی جیسے آگے کوئی دیوار ہو لیکن جلد ہی دوبارہ وہ ابھر گئی اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر پتھروں، نیزوں اور تیروں کے وار برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ پھر کشتی کے چاروں طرف کہر سی چھا گئی اور مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ اس کہر کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ رات قریب تھی، سورج ڈوبنے کو تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ یہ طلسمی جنگ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت کہر کی یہ دبیز چادر بھی پھٹ گئی اور کشتی سمندر کے پانی پر پھر ابھر آئی۔ وہ جزیرہ توری کی طرف سے ہونے والا ہر حملہ ناکام بناتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے۔ انہیں روکنے کی ہر کوشش بے کار جا رہی تھی اور میں اس سرزمین پر انقلاب کا تصور کر رہا تھا، کشتی جب تمام مزاحمتیں توڑتی ہوئی اور آگے بڑھ آئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے فضا میں پھولوں کی پتیاں جھڑ رہی ہوں۔ جب یہ پتیاں نیچے گریں تو مجھے ایک بڑا جال نظر آیا، جال اتنی تیزی سے سمٹا کہ ساری کشتی کھنچ کر اس میں سما گئی اور انگروما کے بوڑھے ساحر اس جال میں پھنسے ہوئے توری کے ساحل کی طرف کھنچنے لگے۔ انہوں نے اس جال سے نکلنے کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر جال ان کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ ''ان کے لیے یہ جال بیکار ہے۔'' میں خود سے کہا۔ ''آہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں'' اور میرا اندیشہ ذرا سی دیر میں صحیح ثابت ہوا۔ انگروما کے بزرگوں کے ساحرانہ ہاتھوں کا اعجاز تھا کہ انہوں نے جال کا طلسم چشم زدن میں کاٹ دیا مگر وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کی کشتی کئی بار سمندر میں ڈولی، وہ سطح سے اچھلے اور بڑی تیزی سے واپس ہونے لگے۔

میں نے سکون کی سانس لی اور دیر تک ان کی واپسی کا ہولناک منظر دیکھتا رہا۔ اس بار وہ پھرنا کام واپس جا رہے تھے۔ جزیرہ توری کی نادیدہ طاقتوں نے ان سرکش بوڑھے باغیوں کا رخ موڑ دیا تھا۔ میری آنکھیں ہربیکا کی مقدس آنکھیں دیکھتے ہوئے تھک سی گئی تھیں۔ میں نے باہر جا کر اقابوؤں کو دیکھا۔ وہ گرد و پیش سے بے نیاز مجسموں کے مانند کھڑے تھے۔ سمندر خاموش تھا، میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور تازہ واقعے پر غور کرنے لگا۔

دوسری صبح ہی میں نے سموراں کے سکھائے ہوئے مختلف عمل شروع کر دیئے اور پوری تن دہی سے اپنی گزشتہ تربیت کو جلا دینے لگا اور اس میں اتنا منہمک ہوا کہ مجھے دن اور رات کی گردشوں سے واسطہ نہیں رہا۔

میں اپنی نظر بندی کے واقعات میں، اختصار سے کام لوں گا۔ مجھے بیرونی ماحول سے قطع تعلق کیے ہوئے تین ماہ ہو چکے تھے۔ آخری دنوں میں، میں بوڑھے زاہد کے باز یافت غار کی طرح ساحرانہ علوم پر توجہ کیے رہا۔ میری رہائی کا فیصلہ اقابلا کی عبادت سے فراغت کے بعد ہی ممکن تھا اور اقابلا کی عبادت ختم ہونے ہی والی تھی۔ آخری دنوں میں دن گننے جانے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا مگر جیسے جیسے مدت کم ہوتی گئی، اختلاج کا مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ بہرحال میں نے ایک لکیر اپنے سامنے ضرور کھینچ دی تھی۔ یہ لکیر اگر نہ کھینچو تو آدمی ادھر ادھر دوڑتا رہتا ہے۔ یہ لکیر مٹ جائے تو اس کا غم نہیں رہتا کہ غلط لکیر کیوں کھینچی۔ یہ تو لکیر کھینچنے پر منحصر ہے۔ ایک شام باہر نکل کر میں نے اقابو سے پوچھا۔ ”مقدس ملکہ اقابلا کی عبادت ختم ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟“

”صرف ایک دن۔“ اقابو نے مختصر جواب دیا۔

ایک دن بھی گزر جائے گا۔ پتہ نہیں کل وہ کیا فیصلہ کرے؟ اذیت اور تنہائی کی اس زندگی کی عمر طویل کر دے یا پھر پروانہ نجات عطا کرے؟ اس طویل وقت کے ضیاع کا احساس ہو رہا تھا جواب ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا تھا۔ جزیرہ توری میں واپسی کے بعد مجھے فوراً امسار روانہ ہو جانا چاہیے تھا اور وہاں سے بیزنار، بیزنار میں فلورا موجود تھی۔ بیزنار میں ساحروں کا ساحر جالوش بھی رہتا تھا۔ مجھے اس کی خدمت میں حاضری دے کر تاریک براعظم کے اسرار کا علم حاصل کرنا چاہیے تھا۔ میں نے خود کو سرزنش کی اور امید و بیم کی اس شام ان مضمحل و اداس گھڑیوں میں اپنے گلے سے جارا کاکا کی کھوپڑی اتار کر براہ راست اس کی روح سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں نے مقامی زبان میں روحیں طلب کرنے کا عمل پڑھنا شروع کیا۔ یہ ایک انتہائی اقدام تھا جو مجھ جیسے شخص کے لیے کسی طور پر مناسب نہیں تھا مگر میں نے بعض کامیابیاں انتہائی اقدام کرنے اور خطرہ مول لینے کی سرشت کے سبب حاصل کی تھیں۔ میں نے مایوسی اوڑھ لی اور اپنے تمام دکھ اپنی آنکھوں میں منتقل کر لیے اور قلب صاف رکھنے اور اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے تمام آلودگیاں جھٹک دیں۔ میں نے اقابلا کا چہرہ سامنے رکھا اور جارا کاکا کا خیال کیا۔ مجھے اس مرکزیت میں خاصی دیر لگ گئی۔ رات کے وقت میں صرف جارا کاکا کی کھوپڑی پر اپنی توجہ منعطف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے تیزی سے زارشی کے صحرا کا عمل بھی روحیں طلب کرنے کے عمل کے ساتھ ساتھ جاری رکھا۔ کب اقابو میری جھونپڑی میں مشعل رکھ کر گئے؟ کتنی رات ہو گئی؟ مجھے احساس نہیں تھا۔ دل پر ہیبت طاری تھی اور زبان ورد میں کسی مشین کی طرح چل رہی تھی۔ آنکھیں کھوپڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ ذہن میں اقابلا اور جارا کاکا کے سوا کوئی اور خیال نہیں تھا۔ اسی وجہ سے امید تھی کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا اور جب جارا کاکا کی روح آ جائے گی تو براہ راست اس سے مطالبے کروں گا اور اسے اپنے قلب کا تہہ خانہ

دکھاؤں گا۔ ایک لمحے کے لیے میری توجہ ہٹی۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے سوا وہاں کوئی اور بھی ہے۔ میری گردن بے اختیار اس سمت مڑنا چاہتی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے خیال آ گیا کہ میں اپنی زندگی کے سب سے خطرناک عمل میں مصروف ہوں اور جھونپڑیوں میں میرے اور ویرانیوں کے سوا کوئی اور نہیں ہے، یہ ایک آزمائش ہے۔ میں نے عمل بدستور جاری رکھا لیکن جھونپڑی میں پھر تیز روشنی پھیل گئی۔ میں نے گھبرا کر سر اٹھا دیا۔ وہ جارا کا کا کی روح نہیں تھی۔ میرے ہندی دوست سرنگا کی پُراسرار دیوی تھی۔ اس کے چہرے پر غصے اور جلال کے تاثرات نمایاں تھے۔ میں اس مداخلت پر جھنجھلا گیا اور میں نے الجھن اور وحشت سے اسے دیکھا۔

''تم.....تم۔'' میں نے ڈوبتی آواز میں کہا۔ ''اچھا ہوا تم آ گئیں۔ میں بھنور میں پھنسا ہوا ہوں۔ مجھے اپنے ذہن کے اس طوفان سے نجات دلا دو۔ میں ایک ضعیف اور ناتواں زندگی نہیں چاہتا۔ میں جارا کا کا کی روح سے براہ راست تعلق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔''

''نہیں۔'' اس نے ہاتھ ہلا کر مجھے قہر کی نظروں سے گھورا جیسے وہ میرے عمل سے سخت ناخوش ہو۔

''میں مجبور ہو گیا ہوں، یقیناً میں نے ایک جسارت کی ہے۔''

اس نے اپنا ہاتھ پھر زور سے ہلایا اور اسے میری طرف کر کے اشارہ کیا۔ اس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس کے ہونٹ ہلے۔ میں نے محسوس کیا جیسے کوئی میرے کان میں کہہ رہا ہو۔ ''جارا کا کا کی روح طلب کرنے کا گستاخانہ عمل ترک کر دو ورنہ بربادی یقینی ہے۔''

باہر ایک گرج سی ہوئی جیسے کوئی چٹان شق ہو جائے یا کوئی آتش فشاں پھٹ پڑے۔ دیوی نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا پھر دھویں میں تبدیل ہو کر ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میرے نگراں اقابو نیزے تانے دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے غصے سے تمتما رہے تھے۔ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی گلے میں ڈال لی تھی۔ سرنگا کی دیوی شاید مجھے پھر کسی عذاب سے بچا گئی تھی۔ اقابو جھونپڑی میں اپنی بے نور نظریں ادھر ادھر گھما رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک اقابو جو نگرانی کرنے والوں کا ترجمان تھا، نیزا لہراتا اور پھنکارتا ہوا میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے تیور بے حد خوفناک تھے۔ میں نے اپنے تمام نوادر آگے کر دیئے۔ نیزے کی انی اور میرے دھڑکتے ہوئے دل کا فاصلہ بڑی سرعت سے گھٹ رہا تھا۔

میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے خاص دستے کے ان اندھے لوگوں کے مقابلے میں مزاحمت کروں۔ میں نے چلا کر کہا۔ ''او اندھے! یہ میں ہوں تیرا معزز سردار جابر بن یوسف الباقر، جس کا احترام تجھ پر واجب ہے، تو جسے ڈھونڈ رہا ہے وہ خلاؤں میں ہے اور تیری حس خلاؤں پر کمند نہیں ڈال سکتی۔''

اقابو نیزا تول چکا تھا۔ میں اس انداز سے کھڑا ہو گیا تھا کہ نیزا اپنی گرفت میں لے سکوں جیسے ہی اقابو نے اسے میرے دل کے پار کرنا چاہا میں نے پھرتی کے ساتھ بائیں طرف بچ کر دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا۔ میرے گلے میں ڈبی کے سینگ تھے جو طاقت کی علامت تھے۔ نیزا ہم دونوں کی گرفت میں تھا۔ اقابو سے مقابلہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ میں نے نیزا پوری طاقت سے گھمایا اور اس کے مضبوط ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس لمحے باقی اقابو جو ادھر ادھر کسی کو تلاش کر رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ''سنو مقدس اقابلا کے نیک لوگو! کیا تمہیں میرے خاتمے کے احکام ملے ہیں، شاید تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ تاریک براعظم میں موت کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا

چاہیے۔'' میری آوازسن کر وہ ٹھہر گئے میں نے اپنا تخاطب جاری رکھا۔''سنو، باہر جاؤ اور نئے احکام حاصل کرو ورنہ تم مجھ پر آسانی سے قابو نہیں پاؤ گے۔تمہاری طاقت اور غیر معمولی اختیارات کا مجھے بخوبی علم ہے میں کہیں فرار نہیں ہو رہا ہوں اگر تم نے ضد کی تو میں تنہا نہیں مروں گا میں تم چاروں کو ختم کر کے ہی مرنے کے لیے آمادہ ہوں گا۔اگر تم نے اپنے نیزے نہ ہٹائے تو میں زارشی کے صحراء کا نادر عطیہ شپالی تمہارے جسموں کی طرف اچھال دوں گا۔میں تم چاروں پر حاوی ہوں کیونکہ میں نے ہر بیکا کا مغز کھایا ہے اور ڈبگی سے پنجے لڑائے ہیں۔میرے ہاتھ میں ایک نیزہ ابھی ہے جو میں نے تمہارے ایک ساتھی سے حاصل کیا ہے اور میرا نشانہ اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے، جاؤ باہر چلے جاؤ اور شرمندہ ہونے کے لیے قصرا قابلا سے رابطہ قائم کرو۔''

میرے طویل بیان کا اثر ہوا۔وہ منہ میں نا قابل فہم کلمات بڑبڑاتے ہوئے جھونپڑی سے باہر چلے گئے۔تھوڑی دیر بعد میں نے باہر جا کر دیکھا وہ خاموش کھڑے تھے لیکن میں ان کی غیر معمولی قوت شامہ کا قائل ہو گیا تھا۔

دوسرے دن شام کو سورج کی آخری کرن کے ساتھ سمورال نمودار ہوا۔آج میں نے اس کے استقبال کو اٹھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی، بے تکلفی سے اسے گھورتا رہا۔وہ میرے بولنے کا منتظر رہا آخر میں نے ابتدا کی۔''جزیرہ توری کے مقدس کاہن! کہو ادھر آنے کی زحمت کیسے کی؟''

''جابر بن یوسف! میں تمہیں یہ مژدہ سنانے آیا ہوں کہ مقدس اقابلا نے اپنی عبادت سے فارغ ہو کر تمہاری نظر بندی کے احکام واپس لے لیے ہیں اور امید ظاہر کی ہے کہ تم تین قبیلوں کے سردار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری حسن وخوبی سے انجام دو گے۔''سمورال نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

گو جھونپڑی میں سمورال کی آمد کے بعد کوئی حصار قائم نہیں کیا گیا تھا لیکن میرے منہ سے نکل گیا۔''ایک زنداں سے دوسرے زندان میں۔''میں نے کہا۔''مقدس سمورال! میں اقابلا کی اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔اس نے اپنی عبادت کے دنوں میں اس سرکش گھوڑے کو تھان سے باندھ دیا تھا تا کہ وہ اس کی محبوب چیزوں کو نہ چھیڑ سکے، وہ سب سے برتر ہے۔اس کے احکام کے استرداد کا حوصلہ کون کر سکتا ہے؟''

''جزیرہ توری کے سردار!''سمورال نے سختی سے کہا۔''میں تمہاری رائے سننے نہیں حکم دینے آیا ہوں۔''

''میں نے حکم سن لیا ہے۔''میں نے بھی اس لہجے میں جواب دیا۔''مقدس اقابلا سے کہنا کہ اسے طاقت اور سرکشی کے کھیل پسند ہیں تو مجھے طاقت اور سرکشی کی اجازت دے۔وہ مجھے جزیرہ توری سے باہر بھیجنے کا بندوبست کرے۔اس طرح مجھے اپنے بازوؤں کے زور اور جسم کے شور کا تماشا دکھانے کا موقع مل جائے گا۔ایک معمول اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے اور اس طرح میں بہت سے مظاہرے دیکھنے سے بچ جاؤں گا جو یہاں رہ کر مجھے دیکھنے پڑیں گے۔یہ میرا پیغام ہے، مقدس کاہن تم اسے پہنچا دینا۔''

''تمہیں اس پُر اسرار زمین کی مقدس ملکہ اقابلا کی غیر معمولی بصیرت اور طاقت پیش نظر رکھنی چاہیے اور اس کی روشنی میں قدم اٹھانے چاہئیں۔''سمورال نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''میں اس کا غلام ہوں۔''

''اور غلام کو اپنے آقا کی بصیرت پر اعتماد کرنا چاہیے۔''

''میں سمجھتا تھا یہاں غلاموں کے درجے مقرر ہیں۔مثلاً ایک غلام تم ہو، ایک کوئی سردار، ایک اس کا نائب، ایک عام آدمی مگر میں غلطی پر

تھا۔ غلام تو غلام ہوتا ہے۔''

''تم یہاں سے دوبارہ اپنے قبیلے میں واپس جا سکتے ہو۔''

''تاکہ میں انہیں اپنا چہرہ دکھاؤں کہ میں زنداں سے واپس آ رہا ہوں اور ان سے کہوں کہ وہ ایک جشن منائیں۔''

میرے جوابات سے سموال کے ماتھے پر فکر و تردد کی شکنیں ابھریں۔ اس نے مزید گفتگو سے پہلو تہی کی اور واپس چلا گیا۔ میں باہر آیا تو اقابو نگرانی کے لیے موجود نہیں تھے۔ میں سمندر کی طرف نکل گیا۔ جسم سے ساڑھے تین ماہ کی دھول اتارنے کے لیے میں نے سمندر میں اپنے قدم ڈال دیئے۔

دو روز تک میں یوں ہی بے سر و پا جنگل میں آبادی سے دور دور گھومتا رہا۔ بستی میں جانے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ وہاں ترغیب تھی جنگل میں اونچے درخت تھے جو شفیق سایہ دیتے ہیں اور جانور تھے جو محبت کے لیے ترستے ہیں اور پانی تھا جو جسم و جاں میں تری رکھتا ہے۔ تیسرے روز جب میں ایک درخت کے سائے تلے ایک ہرن سے کھیل رہا تھا کہ میرے بائیں کاندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہاں کا ہن اعظم سموال کھڑا تھا اور مجھ سے کہہ رہا تھا۔

''مقدس اقابلا کی طرف سے تمہیں جزیرہ امسار جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔''

میں سید جابر بن یوسف الباقر تاریک براعظم کی طلسمی سرزمین کے تین قبیلوں کا سردار ہونے کے باوجود ایک زنداں میں محبوس کر دیا گیا تھا۔ جب میں زنداں سے آزاد ہوا تو میں نے اپنے قبیلے سے کنارہ کشی کر لی اور جنگل جنگل گھومتا رہا۔ مجھے آزاد ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ شاید یہ ایک احتجاج تھا اور اتنی مدت گزارنے کے بعد اس طلسم خانے میں مہذب دنیا کے ایک شخص جابر بن یوسف کو احتجاج کا یہ حق ضرور حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے ایک جبری نیند خود پر طاری کر لی تھی اور آبادی کی طرف جلد رخ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ سر سبز و شاداب جنگل اور سمندر کا کنارہ مجھے تمام تفکرات اور اندیشوں سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ میں سبز پتے، سوندھی زمین اور سمندر کی تازہ ہوا میں سونگھتا پھرتا تھا۔ میرا مستقبل کیا ہے اور مجھے کہاں تک جانا ہے، یہ مجھے خود نہیں معلوم تھا۔ میں کب تک ان شعبدوں سے جاں بر رہ سکوں گا اور کب میرے اعصاب جواب دے جائیں گے؟ مستقبل پر ایک گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ ہاں یہ بہت آسان تھا کہ آزاد ہونے کے بعد میں دوبارہ آبادی کا رخ کرتا اور غلاموں پر حکم چلا کر اپنی مجروح انا کی جراحتیں مندمل کرنے کی کوشش کرتا۔ میں اسی آبادی میں چلا جاتا جہاں نوجوان لڑکیاں اور شرابیں موجود تھیں اور ان سب سے بڑھ کر سر جھکانے والے ہزاروں جانور اشاروں کے منتظر تھے مگر میں وہاں نہیں گیا، وہاں جا کر کیا کرتا؟ اقتدار میں بڑی زنجیریں ہوتی ہیں۔ اقتدار میں جن محرومیوں کا احساس ہوتا ہے، عام زندگی میں اتنی بڑی محرومیاں نہیں ہوتیں۔ اقتدار ہمیشہ محدود ہوتا ہے اور پھر اقتدار پر ایک بالا اقتدار کی تلوار لٹکتی رہتی ہے اور ہر اقتدار اپنے مقتدر لوگوں کے ساتھ بے مروتی کا اظہار کرتا ہے۔ اقتدار ایک نازک اور نامعتبر شے ہے جو چھن جاتا ہے۔ سکڑ اور پھیل جاتا ہے اور کبھی کسی کے ساتھ نہیں رہتا۔ وہ کبھی مطمئن زندگی بسر نہیں کرتے جو مقتدر ہوتے ہیں۔ میں مہذب دنیا میں رہ کر کبھی اتنا وسیع اختیار و اقتدار حاصل نہ کرتا لیکن یہ اقتدار ایک زنداں کا اقتدار تھا۔ ہر مقتدر شخص ایک جیلر ہوتا ہے جو خود بھی زنداں میں رہتا ہے اور اسے ہمیشہ یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ قیدی فرار نہ ہو جائیں۔ قیدی فرار ہو جائیں گے تو جیلر کے وجود کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ جیلر کا وجود قیدیوں سے مشروط ہے۔ جزیرہ توری

میں یہی کیفیت تھی۔ میری حیثیت ایک جیلر کی تھی۔ میں خود ایک قیدی تھا۔ ایک قیدی جو چھوٹے قیدیوں کو حکم دینے کی مقدرت رکھتا تھا۔ سو میں آبادی کی طرف نہیں گیا جب اچانک کاہن اعظم نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے میرے خوابوں سے بیدار کیا اور یہ اطلاع سنائی کہ اقابلا کی طرف سے مجھے جزیرہ امسار جانے کی اجازت دے دی گئی ہے تو مجھے اپنی سماعت اور وجود پر شبہ ہوا۔ میں نے کاہن اعظم سموارال کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا وہاں سمندر کی سی گہرائی تھی۔ ان نظروں میں کچھ تلاش کرنا مشکل تھا۔ میں چند لمحے اپنے آپ سے الجھتا رہا اور پھر ایک ٹہنی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوا ایک عزم کے ساتھ اٹھا اور میں نے کاہن اعظم کے سامنے گردن جھکا دی۔

''تم نے سنا، میں نے کیا کہا ہے؟'' سموارال نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں۔'' میں نے ایک مختصر خاموشی کے بعد کہا۔ ''میں نے سن لیا ہے۔ جزیرہ اسمار۔'' میں نے زیرلب دہرایا۔ ''مقدس اقابلا نے آخر اپنے غلام کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کر دی ہے۔''

''ہم سب اس کے غلام ہیں، اس کے فیصلوں کو دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔'' سموارال نے اجنبیت کے ساتھ کہا۔ ''اس نے تمہارے لیے ایک موقع فراہم کیا ہے کہ تم اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ کم سے کم کرو۔''

''فاصلہ؟'' میرے لہجے میں طنز شامل ہو گیا۔ ''فاصلے کی بات خوب کہی تم نے، مقدس سموارال، سبھی یہ فاصلہ دور کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ انگروما کے جلیل القدر فاضل بھی۔ یہ فاصلہ نہ جانے کب سے قائم ہے اور کب تک قائم رہے گا۔ یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جاتا ہے، دوری کا احساس بڑھتا جاتا ہے۔''

''میں تمہیں صرف یہ اطلاع دینے آیا تھا۔ میرے پاس ناپسندیدہ باتیں سننے کی مہلت نہیں ہے۔ تم تین راتیں گزارنے کے بعد یہاں سے امسار روانہ ہو سکتے ہو۔ ان تین راتوں میں تم امسار جانے کے لیے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو گے اور جارا کاکا کی خدمت میں قربانیاں پیش کرو گے۔ اگر تم ایسا کرنا چاہو۔'' سموارال نے روکھے پن سے کہا۔

''میری باتوں میں ناپسندیدگی کا عنصر شامل ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔ مقدس کاہن! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے ذہن میں بہت سے تصور ماند پڑ گئے ہیں۔ میں تم سے اپنی گزشتہ تلخیوں پر بھی معذرت خواہ ہوں۔ میں تین مہینے کی اس تنہائی میں کئی بار مشتعل اور کئی بار نادم ہوا ہوں۔ آخر ندامت مجھ پر غالب آ گئی ہے۔ مجھے احساس ہے کہ طعنہ وطنز، ناراضی وشکایت کے لفظ یہاں متروک ہیں۔ میں نے قید کے دوران میں اپنے نہاں خانہ دل سے آلودگی کھرچنے کی کوشش کی ہے۔ اب مجھے فاصلوں کی دوری یا کمی کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اس ٹھہراؤ اور سکوت سے موت کی بو آتی ہے۔''

''جابر بن یوسف! جزیرہ توری کے معزز سردار۔'' سموارال محتاط انداز میں بولا ''امسار جانے کی اجازت خود ایک اظہار قربت ہے، یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔ اگر تم نے دور اندیشی، احتیاط سے اور اپنے اردگرد دیکھ کر چلنا شروع کیا تو آئندہ اس سے بڑی سعاتوں کی توقع رکھ سکتے ہو۔ احساس قربت ہی بہت کچھ ہے۔ تم نے ایک مختصر عرصے میں اس سے قربت کے طالب علموں میں اپنا نام نمایاں کرا لیا ہے۔''

سمورال بہت رک رک کر اپنا مافی الضمیر ادا کر رہا تھا، وہ بحث اور حجت سے گریزاں نظر آتا تھا اور اپنے فرائض یعنی اطلاع دینے اور حکم منتقل کرنے کے کام کے معاملے میں اس وقت بہت مستعد معلوم ہوتا تھا۔ شاید اس نے اجنبیت کا یہ وتیرہ میرے جذباتی بیانات اور تلخ و تندرویے سے عاجز آ کر اختیار کیا تھا۔ میں نے یہ اجنبیت ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس درخت کے گرد کوئی راز دارانہ بات کی بھی نہیں جا سکتی تھی اور نہ ہی مجھے سمورال سے مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں امسار جاؤں۔ میں امسار جانے کے لیے تیار تھا۔ مجھ سے کہا جاتا کہ تم جہنم میں جاؤ، میں جہنم میں جانے کے لیے کمر بستہ ہو جاتا، فرق صرف اتنا تھا کہ امسار جانے کا میں خود خواہش مند تھا، تاریک براعظم کے اس جزیرے کو بعض اختیارات سے منفرد حیثیت حاصل تھی۔ یہ میری فضیلت اور طاقت کی برتری کی منزل تھی۔ فضیلت اور طاقت ہی سے اس سرزمین میں سربلند کر کے چلا جا سکتا تھا، ہم سب۔ ہم تمام مہذب لوگ کیا یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے؟ اور لوگ تو یہی کرتے مگر سرنگا اور جابر بن یوسف کو یہ محکومی اور قناعت پسند نہیں تھی۔ اس سرزمین کے پار جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا مگر اس سرزمین کے اندر بہت سے راستے تھے۔ ایک مبہم سی امید تھی کہ شاید کہیں کوئی راستہ نظر آ جائے۔ سمورال کی اطلاع سے میرے جسم کی راکھ میں کوئی چنگاری سی لپکی اور اس کے رخصت ہوتے ہوئے میرا جسم گرمی سے باقاعدہ تپنے لگا۔ امسار اور بیزنار، انہیں سر کر لیا گیا تو تاریک براعظم میں میرا درجہ بلند ہو جائے گا اور میں یہاں ایک بے مقصد زندگی نہیں گزاروں گا۔

میں نے مہذب انداز میں سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آبادی کی طرف جانے لگا۔ شام گزر چکی تھی اور رات نے اپنے مہربان بازو توری کے باشندوں کے لیے وا کر دیئے تھے۔ چلتے چلتے میرے پراگندہ ذہن نے مجھے ورغلانا شروع کیا۔ "عزیزی جابر! کیا تو نے اس امر پر بھی غور کیا کہ اقابلا نے اسی موقع پر کیوں تجھے جزیرہ امسار بھیجنے کی اجازت دی ہے؟" میں نے اپنے ذہن کو سمجھایا۔ "باز رہ، کیا اس میں بھی تجھے کوئی پہلو نظر آ رہا ہے؟ مجھے اور پریشان نہ کر۔"

لیکن میرے ذہن کو قرار نہیں آیا۔ اس نے مجھے اکسانا شروع کر دیا۔ وہ چاہتی ہے کہ تو توری کی سرحدوں سے دور چلا جائے تاکہ مہذب نوجوان شراڈ یہاں مقبولیت حاصل کر کے اس کے قریب ہو جائے۔ وہ اب اسی کی طرف مائل ہے۔ مجھے اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہوا۔ "نہیں۔" میں نے خوف سے کہا۔ "کیسی احمقانہ دلیل ہے کیا وہ شراڈ کو میری موجودگی میں مرتبوں سے نہیں نواز سکتی؟ کیا اسے میرا اتنا خیال ہو گیا؟ کیا وہ صرف انہی امور کے بارے میں سوچتی رہتی ہے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس نے اپنی اور میری قربت کا جواز پیدا کرنے کے لئے مجھے امسار جانے کی اجازت دی ہو تاکہ میں کامیاب و کامران ہو کر اس کی طلب کا صحیح سزاوار تسلیم کیا جا سکوں اور وہ ایک برگزیدہ شخص، جابر بن یوسف کے لیے زیادہ سے زیادہ لمحے وقف کر سکے۔ ٹھیک ہے، اس آسمان سے بجلی گرے یا زمین میرا بوجھ برداشت کرنے سے گریز کرے۔ اگر امسار میں، میں نے کوئی کارنامہ انجام نہ دیا تو میری واپسی کا کوئی سوال نہیں ہو گا۔ میں جزیرہ امسار کے متعلق اپنے ذہن کو قائل اور آمادہ کرتا ہوا آبادی میں داخل ہو گیا۔ ان کا سردار ایک مختصر مدت کے بعد انہیں پھر نظر آیا تھا وہ اپنے سردار کی اس عارضی روپوشی کے عادی ہو چکے تھے چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے اسی طرح میرا استقبال کیا جو ایک سردار کی آمد پر توری کی روایت بن چکا تھا۔ میں زنداں سے واپس آیا تھا لیکن ان کے چہروں پر میرے معتوب ہونے کے ملال کی

کوئی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ آتے آتے میں نے وہ پتے جدا کر دیئے تھے جو میرے جسم سے لپٹے ہوئے تھے۔ اب میں سرتا پا برہنہ تھا ہاں جسم کے چند حصے میرے نوادر نے چھپا لیے تھے۔ مکان تک پہنچتے پہنچتے فزارو بھی میری واپسی کے جلوس میں شامل ہو گیا۔ خلاف توقع وہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے ناچنے لگا۔ سریتا بھی دوڑی دوڑی آ گئی۔ اس کے ساتھ امریکی لڑکی جینا بھی تھی جو ابھی تک مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

☆==========☆==========☆

دوسرے دن صبح میں نے دونوں قبیلوں کے تمام لوگوں کی موجودگی میں جزیرہ اسمار کے سفر کا اعلان کیا اور مختلف لرزہ خیز رسمیں انجام دے کر جارا کا کا کی مقدس روح کی خوشنودی حاصل کرنے کا وظیفہ جاری رکھا۔ قبیلے کے افراد جارا کا کا کی عبادت کے وقت بدمست ہو جاتے تھے وہ دائرہ بنا کر دیوانہ وار رقص کرتے رہے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے جسم نیزوں سے چھیدے اور ان سے چھلکتا ہوا خون اپنی مٹھیوں میں جمع کر کے فضا میں اچھالتے رہے۔ یہ وظیفہ دوپہر تک جاری رہا۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے جارا کا کا کی عبادت میں مصروف تھکے ہوئے لوگوں کو روکا وہ نڈھال ہو کر میرے سامنے ایستادہ ہو گئے اور میں نے اپنے جسم کی ساری طاقت مجتمع کر کے اعلان کیا۔ ’’جزیرہ توری کے باشندو! تمہارا سردار اسمار جا رہا ہے اپنے سردار کی روانگی تک قربانیاں پیش کرو اور اس کی کامرانی کے لیے جارا کا کا کی روح کو راضی رکھو کہ جب وہ کامران واپس آئے گا تو مقدس اقابلا سے اور زیادہ قریب ہوگا اور تمہارا علاقہ ایک عظیم سردار کا مرکز رہے گا۔‘‘

جب میں اپنا اعلان ختم کر چکا تو فزارو، زارمے اور توری کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے میرے سامنے اطاعت کا عہد کیا۔ ان کا مجمع منتشر ہوا تو میں نے دیکھا مہذب نوجوان مجمع چیرتا ہوا تیزی سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے اپنا سر میرے قدموں میں ڈال دیا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ بلند کیا۔ شراڈ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور چہرے پر لجاجت تھی۔ یہی وہ منحوس شخص تھا جس نے بوڑھے زاہد کی خانقاہ میں میری طویل عبادت میں دخل اندازی کی تھی۔ اس وقت سرنگا کی دیوی مجھے متنبہ کرنے آ گئی تھی اور یہی وہ شریر نوجوان تھا جس کی وجہ سے مجھے تین قبیلوں کے سردار کو معتوب ہونا پڑا تھا اسے اپنے روبرو دیکھ کر میں سخت مضطرب ہو گیا میرا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ میں اس کی آنکھیں نکال لیتا اور اس کا چہرہ نوچ لیتا مگر میں نے ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ دیئے اور فزارو کو اشارہ کیا کہ وہ اس نوجوان کو میرے سامنے سے اٹھا لے۔ فزارو اور زارمے نے سنگ دلی سے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ شراڈ زارمے اور فزارو کے درمیان مچل رہا تھا۔ ’’سیدی جابر!‘‘ وہ انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ میں مہذب دنیا کا ایک شخص ہوں یقین کرو میں تمہارا دوست ہوں میں تمہارا غلام ہوں میں تم سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔‘‘ وہ فریاد کرنے لگا۔

اس کی فریاد سے میرا غصہ بڑھ گیا اور میں نے نفرت سے زارمے کو حکم دیا۔ ’’اسے میرے سامنے سے دور کرو اور میری عدم موجودگی میں اسے قبیلے کا کوئی کام نہ سونپو۔ اسے اس کی جھونپڑی میں شراب اور عورتیں اور غذائیں فراہم کرتے رہو۔‘‘

’’نہیں۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔‘‘ شراڈ نے چیخ کر کہا۔ ’’میرے ساتھ اتنا ظلم مت کرو۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔ مقدس سردار! تم مجھے کوئی اہم کام سونپ کر تو دیکھو۔‘‘ شراڈ نے گڑگڑا کر کہا۔

’’تمہیں کوئی اہم کام سونپا جائے؟‘‘ میں نے کچھ سوچ کر کہا پھر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ اسے میرے پہلو میں کھڑا کیا جائے۔ شراڈ کو میری نشست کے بائیں طرف کھڑا کر دیا گیا میں نے اندازہ لگا لیا کہ وفاداری اور اطاعت کا یقین دلانے کے لیے وہ پوری طرح مستعد ہے اس کا جسم پارے کی طرح تھرک رہا تھا۔ میں نے دوبارہ اپنی نشست پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں مجمع کو مخاطب کیا۔ ’’کون ہے وہ جس کے کرم سے ہمارے جزیرے پر پانی برستا ہے اور جس سے ہمارے باغ ہرے بھرے رہتے ہیں اور ہمارے جانور دھوپ سے لطف اٹھاتے ہیں۔ وہ کون ہے؟‘‘

مجمع پر گہری خاموشی مسلط تھی میں نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ ''وہ کوئی بھی ہو لیکن اس زمین پر ہم جس کے توسط سے اپنی آسودگیوں کے لیے دعا مانگتے ہیں وہ جارا کا کا کی روح ہے جو آسمانوں میں بعض ارفع و اعلیٰ طاقتوں سے ہماری سفارش کے واسطے سرگرداں رہتی ہے۔ جو جارا کا کا کی مقدس روح ہے۔ ہمیں یہی بتایا گیا ہے اور جو کچھ بتایا گیا ہے وہ ہماری ہی فلاح کے لیے ہے کیونکہ ہمارا ذہن بہت مختصر ہے اور ہم بہت سی باتیں جاننے سے قاصر ہیں۔ پس ہم جسے جانتے ہیں وہ جارا کا کا کی مقدس روح پر قربان ہوتے ہیں اور جو قربانیوں کے فرائض انجام دیتے ہیں وہ امان میں رہتے ہیں۔ میں اسمار جانے سے پہلے جارا کا کا کی مقدس روح کو خون میں غسل دینا چاہتا ہوں، مجھے خون کی ضرورت ہے، کون ہے وہ جو اپنا خون پیش کرنے کے لئے تیار ہے، وہ سعید اور ایثار پیشہ شخص سامنے آئے۔''

میرے غیر متوقع اعلان سے مجمع میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ایک لمحے کے لیے وہ سب گنگ ہو گئے۔ ''کون ہے وہ متبرک شخص؟'' میں نے چلا کر کہا۔ وہ میرے سامنے آئے اور گردن جھکا دے۔ میرے تخاطب میں اتنا جاہ و جلال تھا کہ ہزاروں افراد کا مجمع لرزہ براندام ہو گیا۔ ایک مکمل سکوت۔ موت کی سی خاموشی، میں نے مسکرا کے انہیں دیکھا اور ایک طائرانہ نظر ادھر سے ادھر ہجوم پر ڈالی۔ وہ سخت تذبذب کا شکار تھے۔ میں نے پھر انہیں پکارا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ سب سے پہلے شراڈ اپنی گردن جھکائے میرے سامنے آئے گا۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ جیسے ہی شراڈ سامنے آیا تمام لوگوں نے اپنے سر جھکا دیئے۔

وہ سب جارا کا کا کی مقدس روح پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ عورتیں مرد، جو جہاں کھڑا تھا، اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور تمام مجمع میں صرف سریتا ہی ایک واحد لڑکی تھی جس کا سر بلند تھا۔ اس کے قریب جینا کھڑی تھی اور میری خادمائیں تھیں۔ سرنگا کی لڑکی سریتا ایک کم گو، معصوم مگر بڑی سرکش لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے مجھے اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کا سینہ پھولا ہوا تھا اور گردن تنی ہوئی تھی، یہی لڑکی شروع شروع میں اپنی برہنگی پر بری طرح شرما جاتی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا وہ حسن و شباب کی ایک نادر تخلیق نظر آ رہی تھی۔ اس کے بدن میں گداز پیدا ہو گیا تھا۔ سرو قد، تیکھی، لالہ رخ۔

''تم سب۔'' میں نے سریتا کے شباب سے نظریں بچا کر کہا۔ ''تم سب جارا کا کا کی مقدس روح پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو۔ تمہارا یہ ایثار یقیناً جارا کا کا کو خوش رکھے گا مگر مجھے صرف ایک شخص کی ضرورت ہے سب سے پہلے مہذب نوجوان شراڈ نے اپنا سر پیش کیا تھا مگر اسے پہلے جارا کا کا کی روح نے امان دی ہے اس لیے اس کی قربانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں نوجوان شراڈ کو اس سعادت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ وہ خود تو قربان نہیں ہو سکتا البتہ وہ اپنے کسی عزیز ترین دوست کو قربانی کے لیے پیش کر سکتا ہے۔ نوجوان شراڈ کو اجازت ہے کہ وہ اپنے بجائے کسی اور کا نام پیش کرے۔ کسی ایسے شخص کا جو اس کے بہت قریب رہا ہو اور جس سے وہ اپنی قربت ثابت بھی کر سکے۔''

میرے اعلان پر شراڈ لرزنے لگا۔ مجھے اس کا جواب معلوم تھا۔ میں نے سریتا کی طرف دیکھا، وہ مجھے شعلہ بار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے قریب کھڑی ہوئی جینا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

''تم کس کا نام تجویز کرو گے؟'' میں نے زہرخند سے پوچھا۔

شراڈ نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے بڑی مشکل سے اس کے منہ سے یہ لفظ ادا ہوئے۔ ”معزز سردار خود ہی اس کا فیصلہ کردے اس جزیرے کی ساری آبادی میرے قریب ہے اور سب سے زیادہ قربت میں معزز سردار سے رکھتا ہوں۔“

”میں جانتا ہوں نوجوان شراڈ! میں جانتا ہوں تجھے مجھ سے کس درجہ لگاؤ ہے۔“ میں نے شر بار لہجے میں کہا۔ ”سن اے دریدہ دہن! میں جارا کا کا کی روح پر قربان ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہوں مگر یہاں میں خود قربانی طلب کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے یہاں کون تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے؟ بہتر ہے اس کا نام تو اپنی زبان سے لے۔“

قریب تھا کہ شراڈ مجھ پر جھپٹ پڑتا مگر اس کے دائیں بائیں فزارو اور زارمے کھڑے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”قربانی کا وقت نکلا جا رہا ہے جلدی کر اور جزیرہ توری کی زمین پر رہنے کا جواز ثابت کر۔“

شراڈ کے لیے جینا کا نام لینا آسان کام نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی کشمکش میں مبتلا تھا۔ میرے اصرار اور سختی پر اس نے جھنجھلا کر سریتا کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ اس نے مجھ پر دوسرا حملہ کیا تھا۔ ”میں اسے سب سے قریب سمجھتا ہوں۔“ اس نے وحشت سے کہا۔ ”معزز سردار اس کی قربانی پیش کر دو۔“

”تو جارا کا کا کی مقدس روح کے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ تجھے بدترین اذیت سے دوچار کر دیا جائے گا۔“ میں نے دہاڑ کر کہا۔ ”او نا سمجھ نوجوان! تو ایک معزز سردار کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔“

”خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔“ شراڈ نے روتے ہوئے کہا۔ ”مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ تم فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہو جو چاہو کرو۔“ یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور آناً فاناً مجمع میں روپوش ہو گیا۔

”جارا کا کا کی مقدس روح گواہ رہے۔“ میں نے چیخ کر کہا۔ ”اور اسے یہ قربانی قبول ہو۔ نوجوان شراڈ کو سامنے لایا جائے تا کہ وہ اپنی عزیز ہستی کی قربانی خود پیش کر سکے۔ میں جانتا ہوں وہ کون ہے وہ مہذب دنیا سے آئی ہوئی امریکی لڑکی جینا ہے۔“

جینا بے ہوش ہو کر گر گئی۔ میں نے دیکھا سریتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے ماتھے کو بوسہ دیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔ پھر ایک قہر کی نگاہ دوڑاتی ہوئی ہجوم میں گم ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں حواس باختہ جینا کو پکڑ کر مقتل کی طرف لے جایا گیا اور شراڈ کو پکڑ کر اس کے ہاتھ میں ایک گنڈاسا دے دیا گیا۔ اس وقت ہجوم میں ایسا شور برپا ہوا کہ قریب کی آواز سننا بھی مشکل ہو گیا۔ بے محابا ڈھول تاشے بجنے لگے۔ لوگ بے سروپا انداز میں اچھلنے کودنے لگے۔ ہر طرف چیخ پکار تھی۔ انہوں نے مقتل کے گرد دائرہ تنگ کر لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پاگل خانے کا دروازہ کھل گیا ہو یا قیدی فرار ہو رہے ہوں۔ وہ متبرک خون کا زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے۔ عموماً عورتوں کو قربان کرنے کی رسم انجام نہیں دی جاتی تھی مگر یہ کوئی متروک چیز نہیں تھی۔ میں اپنی نشست پر کھڑا ہو گیا تا کہ نیچے قربانی کی مقدس رسم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ نوجوان شراڈ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس نے جینا کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور اسے سینے سے لگا کر زار وقطار رونے لگا۔ بے ہوش جینا کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ قبیلے کے برگزیدہ لوگ شراڈ کی اطراف میں کھڑے تھے۔ زارمے اور فزارو بھی وہیں پہنچ گئے تھے۔ قربانی کی یہ رسم پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ اس

کی تفصیل خاصی دردانگیز اور خوں ریز ہے، جینا کے رخساروں کو بوسہ دینے کے بعد شراڈ نے کس جبر سے اس کا سر قلم کیا؟ میں دیکھ نہیں سکا۔ اس وقت میرا دل چاہا تھا کہ میں یہ حکم واپس لے لوں لیکن میں ایسا کر نہیں سکتا تھا جو فیصلے دیوتاؤں کے نام پر کیے جاتے ہیں انہیں واپس نہیں لیا جاتا تھا۔ میں نے دور سے استاد دیکھا کہ جینا کا لاشہ پھڑک رہا ہے اور اس کا تازہ خون نیچے رکھے ہوئے برتن میں جمع کیا جا رہا ہے۔ اس خون میں جارا کا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا اور اس میں سے ایک قدح سب سے پہلے میری خدمت میں پیش کیا گیا۔ پھر شراڈ کو اپنی منگیتر' اپنی محبوبہ کا خون پینے کے لیے دیا گیا اور عبادت گزاروں نے وہاں پُر اسرار رسمیں ادا کیں۔ شراڈ خون پی کر پاگلوں کی طرح اس رقص میں شامل ہو گیا جو قربانی کے سلسلے میں جاری تھا۔ پھر یہ ہوا کہ خون حاصل کرنے کے لیے لوگ برتن پر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے دیکھتے جینا کی لاش اور اس کے خون کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

شام ہوتے ہوئے جلسہ گاہ درہم برہم ہو گئی۔ مجھے اپنے نائبین کے جلو میں آبادی تک پہنچایا گیا۔ آج رات اور پھر آنے والی رات۔ جب تک میں توری کے علاقے سے اوجھل نہ ہو جاؤں، سارا قبیلہ عبادت میں مصروف ہو چکا تھا جب میں نے اپنے مکان میں قدم رکھا تو مجھے سب سے پہلے یہ خبر دی گئی کہ سریتا اپنے گھر واپس نہیں آئی ہے۔ گو میں بہت تھکا ہوا اور مضمحل تھا لیکن میں اس کی تلاش میں سمندر کے کنارے تک نکل گیا۔ سریتا مجھے کہیں نہیں ملی۔ آخری تھک کر میں واپس آ گیا۔

صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اب میں اطمینان سے امسار کی جانب روانہ ہو سکوں گا اور مجھے یقین تھا کہ شراڈ عرصے تک یہ خونی کھیل یاد رکھے گا اور اب اسے ایک سردار کے مرتبے سے آگاہی ہو گئی ہو گی وہ چونکہ ایک جذباتی اور حساس نوجوان ہے اس لیے اس پر اس صدمے کا اثر دیر تک قائم رہے گا۔ مجھے بتایا گیا کہ شراڈ کی ذہنی حالت ابتر ہے اور وہ رات بھر اپنی جھونپڑی میں ہذیان بکتا رہا ہے اس نے وہ تمام برتن توڑ دیئے جس میں اس کے لیے غذائیں اور مشروبات بھیجے گئے تھے۔ اس نے ساری رات کرب اور بے چینی میں گزار دی مجھے یہ سن کر کوئی خاص مسرت نہیں ہوئی۔ میرے دل و دماغ کا تکدر جینا کی موت کے بعد بھی دور نہیں ہوا تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے جینا کی روح میرے سامنے کھڑی ہے اور ماتم کناں ہے میں ایک مضبوط اعصاب کا شخص کئی بار رات کو سوتے میں ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔

یہ باتیں ایک ذی حشم سردار کی عظمت' اس کے جلال کے منافی تھیں۔ میں نے اپنے آپ کو سخت سست کہا لیکن ایک تو سریتا کی گمشدگی، دوسرے امسار کے سفر کے خیال نے مجھے یک گونہ انتشار میں الجھائے رکھا۔ جانے سے پہلے مجھے سمورال اور سرنگا سے ملنا تھا۔ صبح ہوتے ہی میں سب سے پہلے جزیرہ توری کے کاہن اعظم کے عبادت خانے میں داخل ہوا وہ میرا اتالیق تھا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے پر جاں نثاری کا عہد کیا تھا۔ سمورال نے اس دن سفوف جلا کر باہر کی طاقتوں کا داخلہ بند نہیں کیا۔ راز کی کوئی بات مناسب ہی نہیں تھی ہم پہلے ہی بہت گفتگو کر چکے تھے۔ وہ مجھے عمدہ مشورے دیتا رہا اور اس نے جزیرہ امسار کے متعلق ایک مبسوط بیان میرے ذہن نشین کیا اس نے میری پیشانی پر ایک لکیر کھینچی اور گھمبیر لہجے میں کہنے لگا۔ "جابر بن یوسف! جو تم نے دیکھا ہے کبھی اس پر اکتفا کرنے کی کوشش نہ کرنا، تمہاری آنکھیں قدم قدم پر خیرہ ہوں گی اپنے اندر محیر العقول مظاہر کا مشاہدہ کرنے اور انہیں سہنے کی استطاعت پیدا کرنا، تحمل اور برداشت ہی اعلیٰ اوصاف ہیں۔ میں تمہیں اس سے بڑا مشورہ نہیں دے سکتا

جو کچھ تم نے یہاں باگمان میں بوڑھے زاہد کی عبادت گاہ میں سیکھا ہے اس کا بہترین استعمال کرنا اور اپنے نوادر کو موزوں موقعوں ہی پر آواز دینا۔''

اقابلا نے مجھے اسمار جانے سے پہلے طلب نہیں کیا تھا، سمورال سے اس سلسلے میں استفسار کرنے سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں تھی۔ میں توری سے رخصت ہوتے وقت کاہن اعظم کو اعتماد میں لینا چاہتا تھا تاکہ وہ توری میں میرے مفادات کی نگرانی کر سکے اور یہاں ابھرنے والے فتنوں کے بارے میں اس کا رویہ معاندانہ ہو، چنانچہ میں نے کمال نیازمندی کا اور اس نے کمال شفقت کا رویہ اختیار کیے رکھا۔ اس نے میری گزشتہ تلخ کلامیوں پر مجھ سے کوئی جرح نہیں کی، آج وہ خود نرم اور گداز معلوم ہو رہا تھا۔ بار بار مجھے صبر وضبط کی تلقین کرتا تھا پھر اپنی عبادت گاہ سے رخصت کرتے وقت اس نے اپنے لائق فرزند جمرال کو حکم دیا کہ وہ طلسمی کڑھاؤ سے تیل لے کر میرے جسم پر مل دے۔ جمرال اب توانا مرد کی شکل میں اُگ رہا تھا۔ اس نے فوراً اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کیا۔

سمورال کے بعد توری میں میرا ایک ہی شفیق دوست رہ جاتا تھا۔ وہ تھا صاحب اسرار ہندی بوڑھا سرنگا۔ سرنگا نے ایک طویل اور ناقابل فہم ریاضت کے لیے ایک غار کو اپنا مسکن بنالیا تھا اور باہر کی دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا مگر وہ سب سے زیادہ باخبر اور ہوش مند شخص تھا میں ایک مدت بعد سرنگا سے مل رہا تھا۔ اس عرصے میں، میں توری کے زاہد کے غار میں ریاضت کرتا رہا اور جب وہاں سے واپس آیا تو میں نے زنداں میں تین ماہ گزارے۔ میں سمجھتا تھا کہ سرنگا مجھے میرے جذباتی اقدام پر سرزنش کرے گا لہٰذا مجھے جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے لیکن جب میں اس کے مختصر غار میں داخل ہوا تو وہ ہمیشہ کی طرح پُرسکون تھا۔ سریتا کو وہاں نہ دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ سرنگا نے اپنی بیٹی کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ وہ جہاں بولنے کی ضرورت ہوتی تھی بولتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ سریتا محفوظ ہے اور سرنگا جینا اور شراڈ کے سلسلے میں میرے انتہا پسندانہ رویے پر نالاں نہیں ہے چونکہ وہ صرف اہم معاملوں میں بولنا پسند کرتا تھا اس لیے میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس نے حسب معمول دیوی کی مورتی غار کے دہانے پر کھڑی کر دی اور میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے مشورے دینے شروع کر دیئے۔ اس نے مجھے دلاسا دیا کہ میں جب بھی انتہائی مشکلوں میں گھروں، اسے ضرور یاد رکھوں۔ اس کا نام لوں، سرنگا اسمار کے سفر سے بہت خوش تھا اور اپنی نجات کے سلسلے میں بڑا پُر امید نظر آتا تھا۔ وہی جوش، وہی ولولہ، وہی امید، سرنگا سے مل کر زندگی کی قدر معلوم ہونے لگتی تھی۔

''سیدی جابر! تم جا رہے ہو۔ جاؤ میرے عزیز جاؤ، کمالات اور اسرار کی دنیا کی سیر کرو۔'' سرنگا نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''خود کو قابو میں رکھنا! اسرار کا پردہ چاک کرنے کے لیے اسرار سے آگہی ضروری ہے تمہارا یہ سفر ایک طرح کی تربیت ہے کوئی عجب نہیں کہ اس کے بعد ہم سب کی نجات کا کوئی راستہ ڈھونڈ لو۔ اسمار سے بیزنار جانا اور وہاں ساحر اعظم جاملوش سے مل کر اس کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔''

''اور تم مجھے ہمیشہ محبت سے یاد کرتے رہنا۔'' میں نے جذبے سے کہا۔

''میں تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں سیدی! تم میرے بازو ہو۔'' سرنگا نے جوش سے کہا۔ ''اپنے آپ کو حکومت دینا ہماری زندگی کے لیے تمہارا زندہ رہنا ضروری ہے۔ تمہارا وجود ہمارا اثبات ہے' جتنے رابطے بڑھا سکو، بڑھاؤ جہاں سے جو ملے اسے حافظے میں محفوظ کر لو، جو نظر آئے، اسے دماغ میں پیوست کر لو، جہاں ظلم کی ضرورت پڑے وہاں پتھر بن جاؤ اور جہاں رحم کی ضرورت ہو وہاں بھی موم بننے کی عادت نہ ڈالو۔ اور سنو، حوصلہ

مت کھونا کہ حوصلہ ہی دنیا کے حیرت انگیز اسرار کی نفی ہے۔ کیا میرا بیان تم تک منتقل ہو رہا ہے؟''

''میں سمجھ رہا ہوں، پر سرنگا نجات کے ساتھ ساتھ ایک بات اور کہو۔'' میں نے لہجہ بدل کر کہا۔ ''کہو کہ جابر بن یوسف! اے میرے غم گسار تجھے آخران صعوبتوں کے بعد اس ستم پر کا قرب نصیب ہوگا۔ وہ تجھے وصل کی لذت سے سرشار کرے گی۔ کہو کہ تم اس کے بدن کی چاندنی میں کھیلو گے۔ یقین دلاؤ کہ اس کا ملکوتی جسم تمہاری آغوش میں بے قرار رہے گا کہو نا' یہ بات بھی کہو یہی تحریک تو متحرک اور مستعد رہنے کا سبب ہے۔''

''ہاں ہاں۔'' سرنگا نے میری مسکراہٹ اور خوش دلی کا ساتھ نہیں دیا وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''کوئی شبہ نہیں کہ اس کا خیال تمہیں ہمیشہ اپنے ذہن کے ہر گوشے سے ملفوف رکھنا چاہیے۔ وہی تو آخری منزل ہے وہی تو ایک مرحلہ سخت ہے لیکن سیدی! تم اتنے خود غرض مت بنو تمہیں اپنے ماں باپ' اعزا' اپنی متمدن دنیا کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔''

سرنگا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنی دیوی کو فعال رکھے گا اور غار میں ریاضت کرتا رہے گا اور توری میں ہر قسم کی نقل و حرکت پر نظر رکھے گا۔

''تم میرے آنے تک زندہ رہو گے؟ اب نہ جانے کب ملاقات ہو۔'' میں نے مایوسی سے کہا۔

''میں زندہ رہوں گا۔'' سرنگا نے عزم سے جواب دیا۔

میں اس سے گلے مل کر اس کی محبتیں اور تجربے سمیٹتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔

میرے پاس دن کا کافی حصہ باقی تھا۔ میں سریتا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور اس کی بازیافت کے لیے میں نے اپنے نوادر چوبی اژدہے اور شپالی تک سے مدد لی۔ وہ مجھے ساحل کے قریب ایک پتھر پر اداس بیٹھی ہوئی مل گئی۔ اس کی آنکھیں روتے روتے خشک اور ویران سی ہو گئی تھیں اور بال بے ترتیبی سے بدن پر بکھرے ہوئے تھے۔ میرے آنے پر وہ چونک کر دہری ہو گئی میں نے اس سے کچھ نہیں کہا، خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانا چاہا مگر اس نے درشتی سے میرا ہاتھ جھٹک دیا، پھر میں نے اسے گود میں اٹھا لیا اور جبراً اس کا سر اپنے سینے سے ٹکا دیا اور وہ میرے سینے سے لگ کر سمندر بن گئی اس کی آنکھوں میں اشک باری کی جتنی بھی قوت تھی۔ ساری اس نے صرف کر دی۔ اتنا روئی اتنا روئی کہ میرا سینہ تر ہو گیا۔ نہ جانے کب سے وہ آنسو ضبط کیے بیٹھی تھی۔ میں نے اسے کھل کر رونے دیا اور اس نیم جاں کو کمر پر لاد کر ساحل پر لے آیا۔ وہاں میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دھویا اور اس کے بال سموراں کی مالا سے باندھ دیے۔ ''بدنصیب لڑکی!'' یہ کہتے ہوئے میری آواز گلوگیر ہو گئی۔ ''آؤ پنجرے کی طرف چلیں۔''

سریتا نے اپنی گردن میرے بازوؤں پر ڈھلکا دی اور میں اسے کھینچتا ہوا اپنے مکان تک واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔

ہر طرف شور و غوغا تھا۔ سردار کی عزت و توقیر میں اضافے کے لیے جانوروں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ انہی عبادت گزاروں میں ایک طرف ایرانی دوشیزہ فروزیں بھی سہمی ہوئی کھڑی تھی میں اس کے قریب پہنچا تو اس کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلک پڑے۔

''سیدی جابر! تم جا رہے ہو؟'' اس نے سرگوشی سے کہا۔

''ہاں فروزیں مگر واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں۔''

''تم نہ آئے تو ہم اپنا گلا گھونٹ لیں گے' تم کب تک آ جاؤ گے؟''

فروزیں نے معصومیت سے پوچھا۔

''کچھ پتہ نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔''جب یہاں نئے سردار کے نام کا اعلان ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔''

''میں اس تنہائی اور بے کاری سے اکتا جاؤں گی۔''

''میں تمہیں سریتا کے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔ وہاں خادمائیں تمہاری خدمت کریں گی اور تمہیں معطر پانیوں سے غسل دیں گی اور جب میں واپس آؤں گا تو تمہارے شباب کا عالم عجیب ہوگا۔''

''میں صرف تمہارے لیے ہوں۔'' فروزیں نے نظریں جھکا کر کہا۔ فروزیں کے چہرے پر شرم چھا گئی وہ جھجکتے جھجکتے بولی۔''آقائے جابر! مجھے تمہارا انتظار رہے گا۔'' میں فروزیں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا اور ڈاکٹر جواد کے سر پر دھپ مارتا ہوا عبادت کے جلوس میں شامل دوسرے لوگوں سے ملتا رہا۔

جزیرہ توری میں میری آخری رات بھی گزر گئی۔ صبح صبح میں نے اپنے تمام نوادرات گلے میں ڈالے اور ایک شان سے اپنے مکان سے نکلا سامنے ایک ہجوم جمع تھا ہر آنکھ اداس تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ہمیشہ کے لیے ان سے بچھڑ رہا ہوں۔ یکایک ہجوم میں سے ایک شخص آگے بڑھا یہ کاہن اعظم تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی انگلی میرے منہ کی طرف بڑھائی۔ میں نے منہ کھولا اور اس کی انگلی چوسنے لگا...... میرے منہ کا مزہ بدل گیا۔ کاہن اعظم کی انگلی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ دن بھر میرا جسم رنگا گیا تھا اور میرے نوادر عجب شان سے گلے میں لٹکے ہوئے تھے۔

ساحل پر ایک کشتی کھڑی تھی، ایسی کشتیوں کا مجھے پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا میں سریتا اور سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوا اور فروزیں کی نگاہوں میں جھانکتا ہوا کشتی میں بیٹھ گیا۔ سمورال نے کشتی کو دھکا دیا اور جلد ہی اسے لہروں نے اپنے دوش پر لے لیا۔ دور تک مجھے مشعلیں نظر آتی رہیں پھر مشعلوں کا یہ جلوس میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں تاریک سمندر میں تنہا رہ گیا۔

☆==========☆==========☆

رات کے سیاہ اندھیرے میں ایک چھوٹی کشتی سمندر کی لہروں پر اڑی جارہی ہے اور اس میں ایک شخص بیٹھا ہے جس کے پاس لائف بوٹ بھی نہیں ہے۔ کسی بھی وقت کوئی طوفانی لہر اس کی کشتی الٹ سکتی ہے اور کسی بھی وقت وہ دیو قامت مچھلیوں کی غذا بن سکتا ہے۔ کشتی میں ایک طرف گوشت کے ڈبے اور شراب کے گھڑے اور پھلوں کے ٹوکرے دھرے ہوئے ہیں کشتی ڈول رہی ہے اور ایک انجانی منزل کی طرف رواں ہے۔ لیکن یہ اسرار کا کھیل تھا مجھے کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ میں آرام سے کشتی میں لیٹ گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ نادیدہ طاقتیں میری کشتی کی نگہبان ہیں۔ یہ نادیدہ طاقتیں کون سی ہیں؟ تاریک براعظم میں اتنی مدت گزارنے کے بعد بھی میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر قادر نہیں تھا۔ سرنگا کہتا تھا ان اسرار کی تہہ میں گھس جاؤ مگر تہہ بہ تہہ ان دیکھی دنیاؤں کا ایک طولانی سلسلہ تھا۔ زندگی مختصر معلوم ہوتی تھی ہاں اگر جزیرہ امسار سے لوٹنے کے بعد اقابلا کی جلوہ گاہ سے مشروب حیات مل گیا تو زندگی کی کمی کا شکوہ نہیں رہے گا اور پھر شاید اس سیاہ خانے کا صحیح حال معلوم ہو جائے جسے مہذب دنیا کے سیاح دریافت نہیں کر سکے۔ اگر ہمیں یہ امید ہوتی کہ ہم کبھی اپنی دنیا میں واپس ہو سکیں گے تو اس سفر کی حیثیت ایک مہم کی ہو جاتی، ایک دلچسپ مہم کی جب ہماری سرگزشت حقیقت پسند لوگوں کو سنائی جاتی تو وہ ہماری باتوں پر یقین نہ کرتے اور ہمارا حال اخباروں رسالوں میں شائع ہوتا۔ کئی قافلے اس طرف روانہ ہوتے اور ان کا پتہ تک نہیں چلتا مگر متمدن دنیا میں واپسی ایک خواب تھا اور اسی لیے یہاں کی زندگی میں لطف نہیں آتا تھا۔ یہاں صعوبتیں محسوس ہوتی تھیں، میں سوچتا تھا اگر کوئی بھولا بھٹکا جہاز مل جائے تو میرا ردعمل کیا ہوگا؟ کیا مجھے اس میں سوار ہو جانا چاہیے؟ نہیں بالکل نہیں میں سرنگا، سریتا اور فلورا کو چھوڑ کر تنہا متمدن دنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔ کشتی بیچ سمندر میں چل رہی تھی کنارے کا دور دور تک نشان نہیں تھا۔ میں سوچتا اگر انگروما کے باغیوں نے دوبارہ مجھے اپنے جزیرے میں کھینچ لیا تو کیا ہوگا؟ کاش ایسا نہ ہو وہ اقابلا کی عظیم سلطنت کا شیرازہ بھی منتشر نہیں کر سکتے۔ وہ مجھے لامحدود زمانوں کے لیے پتھر میں منتقل کر دیں گے۔ پھر نہ معلوم وہ کب جگائیں؟ اس وقت تو سرنگا اور سریتا کی ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں گی۔

کشتی سمندری لہروں پر دوڑتی رہی اور میں اپنے آپ کو امسار کے ماحول میں ضم کر دینے پر آمادہ کرتا رہا۔ جزیرہ امسار، عورتوں کی حکومت کا ایک جزیرہ، میری توجہ امسار کی طرف منتقل ہوگئی اور میں اپنے وہ تمام عمل یاد کرنے لگا جو اب تک میں نے سیکھے تھے۔ طلسمی کشتی ایک طویل سفر کر کے خود ہی ایک ساحل پر رک گئی۔ یقیناً یہ جزیرہ امسار تھا میرا دل دھڑکنے لگا وہ سرزمین میرے سامنے تھی جس کا تذکرہ میں ایک مدت سے سن رہا تھا۔ امسار کی زمین، لہلہاتی زمین، میں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ خشکی پر قدم رکھا۔ سب سے پہلے ٹھنڈی اور صاف ہوا نے میرا خیر مقدم کیا۔ میں نے ناریل توڑ کر تازہ پانی پیا اور انگڑائیاں لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جزیرہ امسار کے ساحل اور تاریک براعظم کے دوسرے جزیروں کے ساحلوں میں کوئی خاص فرق معلوم نہیں ہوتا تھا، ہاں یہاں کی ہوا ٹھنڈی تھی اور سینے کو فرحت پہنچاتی تھی۔ مجھے گمان تھا کہ شاید میرے استقبال کے لیے کوئی آئے گا لیکن میں بھول گیا تھا کہ یہاں میری حیثیت ایک مہم جو کی تھی۔ مجھے یہاں خود اپنے قدم جمانے تھے۔ میں کسی ملکہ اقابلا کی طرف سے یہاں سفارتی کام کے لیے نہیں آیا تھا۔ ناریل کے جنگل عبور کر کے میں کھلے میدان میں پہنچا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم یکلخت رک گئے میری نگاہوں کے سامنے دھند کی ایک دیوار ایستادہ تھی، مجھے حیرت ہوئی آسمان صاف تھا۔ پھر وہ دھند کی چادر؟ یقیناً یہ کوئی طلسمی نظام تھا۔ میں اس کے دوسری جانب دیکھنے سے قاصر تھا۔ میں قدم بڑھاتا ہوا دیوار کے قریب چلا گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے کچھ اور آگے جا کر دیوار ختم ہو

جائے۔ میں نے اس طلسمی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا شروع کر دیا لیکن متواتر سفر کے باوجود میں کوئی راستہ تلاش کرنے میں یکسر ناکام رہا۔ میں نے آخر دیوار عبور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ احتیاط شرط تھی، حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ایک پتھر اٹھا کر دھند کی طرف پھینکا۔ کیا کوئی یقین کرے گا؟ پتھر دھند سے اس طرح ٹکرایا تھا جیسے وہ سنگلاخ دیوار ہو، ایک ہلکی سی آواز ابھری جس کی بازگشت دور تک پھیلتی چلی گئی۔ میں نے دھند کے قریب جا کر غور کیا مجھے اپنی بصارت پر اعتماد ہے۔ سفید بادل گویا ایک خول کے اندر اڑتے پھر رہے تھے۔ امسار کی اس طلسمی فصیل کا خیال کسی بڑے ساحر کے ذہن میں آیا ہوگا۔ اندر جانے کا اشتیاق بڑھ گیا۔ سنا تھا اندر دنیا کی حسین ترین دوشیزائیں موجود ہیں پہلے ہی مرحلے پر اندازہ ہوا کہ امسار میں کڑی آزمائش ہوگی۔

میں ان نظام ہائے طلسم کی بابت سوچتا رہ گیا۔ معاً میں نے چوبی اژدہا گلے سے اتار کر زمین پر چھوڑ دیا۔ اژدہا آہستہ آہستہ دھند عبور کر کے غائب ہو گیا۔ میں نے سمورال کا تعلیم کیا ہوا ایک عمل پڑھا اور دھند کی دیوار پر شپالی مارتا ہوا آگے بڑھا، میرے ایک ہاتھ میں جارا کا کی کھوپڑی تھی، مجھے دھند کا یہ سیل عبور کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ دیوار ایک دلدل بن گئی اور اس میں میرے پیر دھنستے گئے۔ دھند کے پار جا کر مجھے مزید حیرانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ وہاں دنیا کے خطرناک ترین راستے پیچ در پیچ پہاڑ، گھاٹیاں اور ٹیلے موجود تھے ہر طرف اونچے پہاڑ ایستادہ تھے جن کی سر بہ فلک چوٹیاں دیکھ کر ہی کوئی نووارد حوصلہ کھو بیٹھے۔ تاریک براعظم کی حسین دوشیزاؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ جگہ بہت مناسب تھی، سفید دھوپ، اونچے درختوں اور بلند پہاڑوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چہار اطراف پھیلا ہوا تھا، چوبی اژدہا اٹھا کر میں نے گلے میں لٹکایا اور چوٹیوں پر چڑھنے لگا، شوقِ تجسس میری رفتار تیز کر رہا تھا۔ سورج کی روشنی ملگجی سی ہو گئی اور میرے پاؤں تھک گئے، اب اور اونچے پہاڑ آ گئے تھے، شام کے اندھیرے آہستہ آہستہ پھیل رہے تھے، میں نے آدھے دن کے سفر میں صرف چند چھوٹے پہاڑی سلسلے عبور کیے تھے تھک کر میں ایک جگہ دراز ہو گیا اور رات کو کچھ دیر آرام کر کے پھر پہاڑوں پر چڑھنے لگا، کوہ پیائی کی یہ عظیم الشان مہم دیکھنے والا کوئی نہیں تھا، میں رات کی تاریکی میں راستہ ٹٹولتا ہوا چڑھ رہا تھا، آبادی کا کوئی سراغ نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے ان دشوار گزار راستوں پر چلتے ہوئے تین دن سے زائد ہو گئے میرے پاؤں دکھنے لگے تھے لیکن پہاڑوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا تھا۔

ایک لمحے کو یہ خیال گزرا، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں امسار کے بجائے کسی اور جزیرے پر پہنچ گیا ہوں؟ انگرو ما کا تجربہ میرے شبہے کی تقویت کے لیے کافی تھا۔ سمندری سفر کے دوران میں، میں نے مسلسل ہریکا کی آنکھوں سے مدد حاصل کی تھی۔ ان تمام وسوسوں کے باوجود میں آگے ہی بڑھتا رہا، پہاڑی پر گھنے جنگل تھے میں نے غار تلاش کرنے کی کوشش کی اور جگہ جگہ اپنا چوبی اژدہا زمین پر چھوڑا، بار بار راستے بدلے۔ خوف وہراس کا کوئی عالم مجھ پر طاری نہیں تھا، البتہ میں جھنجلاہٹ میں کبھی اپنی رفتار تیز اور کبھی سست کر دیتا تھا۔

''نازنینانِ جزیرہ امسار! اپنے عاشق کو اتنا پریشان تو نہ کرو'' میں نے ایک اونچے پہاڑ پر ہانک لگائی۔ ''تمہارا شیدائی، تمہارا پرستار جابر بن یوسف تمہاری دید کے لیے تڑپ رہا ہے اسے راستہ دو اور حوصلے آزمانے ہیں تو کوئی اور مرحلہ رکھو'' میری آواز پہاڑوں میں گونج کے رہ گئی مگر پہاڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ میں چلتا رہا۔ میں جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا ہواؤں میں تازگی آتی گئی اور سبزہ گہرا ہوتا گیا۔ چشمے آبشار، وہاں کی خوش

منظری کی کیا تعریف کی جائے؟ حیرت تھی کہ ان مرغزاروں میں صرف جانور گھومتے رہتے تھے۔ ایک جانور میں بھی تھا، بولتا ہوا جانور جسم چیونٹیوں اور بچھیوؤں کا عادی بن چکا تھا اور میرے جسم پر ابھی تک سموران کے طلسمی کڑھاؤ کے تیل کی چکنائی موجود تھی، جہاں عمودی چڑھائی ہوتی، وہاں میں درختوں کا سہارا لے کر چڑھتا۔

جب کئی دن ہو گئے اور پہاڑوں کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا تو میں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا، میں طرح طرح کے سیاہ علوم آزماتا جاتا تھا، ایسے موقعوں پر سموران کی مالا کے دانے، میرے سینے میں چبھنے لگتے تھے لیکن سموران کی مالا کے دانے کہیں نہ کلبلائے اور نہ کہیں مجھے اپنے کسی عطیے سے مدد لی، میں انہی مصائب میں مبتلا تھا کہ مجھے اپنے ایک دوست کی یاد آئی اور میں نے رات کے گھپ اندھیرے میں ایک درخت کے نیچے گڑھا کیا اور درخت پر چڑھ کر ایک سویا ہوا پرندہ پکڑ کر اس کی کھال علیحدہ کر دی۔ ڈگی کے سینگوں سے میں نے اس کا جسم چھیدا اور اس کا خون گڑھے میں ڈال دیا۔ پرندے کی چیخ پکار سے سارا جنگل دہاڑنے لگا، مجھے چیخ پکار اور درندوں کے قریب آنے سے کوئی خوف نہیں تھا۔ میں اپنے عمل میں مصروف تھا۔ شپالی کے ذریعے میں نے خشک پتوں میں آگ لگا دی۔ گڑھے کے گرد آگ چمک اٹھی میں اپنے دوست کو طلب کرنے کے لیے اس مشکل عمل سے گزر رہا تھا تا کہ اس کی آمد یقینی ہو جائے، خون پینے کے لیے میں نے اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دیا، ایک مخصوص انداز میں بیٹھ کر میں نے ادھر ادھر آوازیں دیں اور اپنا سر ہلانے لگا۔ یکا یک مجھے کسی کی کربناک آواز آئی میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک عرصے بعد بوڑھے کاہو کی لرزیدہ روح میرے سامنے آئی تھی۔

''کاہو! مجھے افسوس ہے میں نے اس دور دراز مقام پر تیری روح کو زحمت دی لیکن یہ سب میں نے تنگ آ کر کیا ہے، میرے دوست اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے امسار کے اس طلسمی جال سے نکال!''

''جابر بن یوسف!'' کاہو کی مرتعش آواز نے جواب دیا۔ ''تم دیوتاؤں کے اس مقدس علاقے میں کیوں آ گئے؟ بھاگ جاؤ۔ یہاں ہر طرف خطرہ ہے۔''

''مجھے معلوم ہے میں یہاں راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ آ گیا ہوں مگر مجھے مقدس اقابلا کی طرف سے بھیجا گیا ہے، میری مدد کرو کاہو! واپسی کا کوئی سوال نہیں، مجھے بہر صورت آگے بڑھنا ہے۔'' میں نے گھبراہٹ سے کہا۔

''دیوتا تمہاری مدد کریں میرے دوست! تم امسار کی آبادی سے قریب ہو، شمال کی طرف ڈھلوان سے اترنا شروع کر دو اور سنو، مجھے امسار میں بلانے کی کوشش نہ کرنا۔ وہاں روحیں نہیں جا سکتیں اور جو روح یہ جسارت کرتی ہے وہ وہیں قید کر لی جاتی ہے۔'' کاہو کی آواز میں خوف کی لرزش تھی۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ تمہیں زحمت نہیں دوں گا، جاؤ تم آسمانوں میں چلے جاؤ تمہارا بہت شکریہ۔ مجھے شمال کی طرف جانے کی جلدی ہے۔'' میں نے کاہو کی روح کو الوداع کہا اور شمال کی طرف روانہ ہو گیا، سمت کا تعین کاہو نے کر ہی دیا تھا۔ کیسے مشکل وقت میں کاہو کی روح نے میری مدد کی تھی؟ میں رات اور اندھیرے کی پروا کیے بغیر ڈھلوان کی طرف اترتا گیا۔ گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے امسار کو با گمان اور توری کی طرح کا کوئی علاقہ نہیں سمجھنا چاہیے اور ہر قدم سنبھل سنبھل کر اٹھانا چاہیے، اپنے تمام نوادر کا ہر وقت استعمال کرنا اور اپنا ذہن چوکنا رکھنا چاہیے، میں نیچے اترتا گیا اور صبح تک ایک پر بہار سبزہ زار میں پہنچ گیا۔ یہاں آ کر میرے قدموں نے جواب دے دیا اور میں بے سدھ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

منزل پر پہنچنے کے بعد تھکن کا جو احساس ہوتا ہے اور اعصاب چور چور ہو جاتے ہیں، میں اسی کیفیت سے دوچار تھا، زمین پر لیٹتے ہی خنک ہوا کا احساس ہوا اور کئی راتوں کی نیند نے غلبہ پا لیا۔ میں نہ جانے کب تک سوتا رہا اور کب تک میرا چوبی اژدہا پہرا دیتا رہا کہ مجھے اپنے بالوں پر نرم و لطیف انگلیوں کا لمس محسوس ہوا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میری بالیں پر سرخ، وسپید رنگ کی ایک حسین ترین لڑکی کھڑی تھی، اس کا تعلق یقیناً اقابلا کے خانوادے سے تھا کیونکہ ایسی تراشیدہ لڑکیاں دنیا میں کہیں اور نہیں ہوتیں۔ وہ حیرت سے میرے جسم کا جائزہ لے رہی تھی اس کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں نشہ سا تھا۔ میں اس کی نگاہ شرربار کی تاب نہ لا سکا۔

''خوب۔'' وہ خواب ناک لہجے میں بولی۔

میں اس شعلہ بدن لڑکی کے التفات سے تپنے لگا۔ میں نے فصاحت کے دریا بہاتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں کہ تاریک براعظم کا حسین ترین مجسمہ میرے نصیب میں آیا ہے۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تم کون ہو؟''

''میں ایک خوشہ چین ہوں۔'' میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''جزیرہ امسار تاریک براعظم کی جنت ہے، میں اسی جنت کی سیاحت کے لیے آیا ہوں۔''

''تم۔ کیا تم خود آئے ہو؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''ہاں۔ اور یہاں تک آنے کے لیے مجھے نہایت اذیت ناک مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ میں نے وہ طلسمی نقاب اٹھا دی ہے جو امسار کے چہرے پر موجود تھی۔''

''مجھے بستی میں لے چلو۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''فناسر۔'' اس نے کھل کھلاتے ہوئے جواب دیا۔

''فناسر۔ تم بہت حسین ہو، مجھے بستی کی ناظم کے پاس پہنچا دو اور امسار کے بارے میں کچھ بتاؤ۔'' فناسر نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی میں یہ محسوس کر کے دنگ رہ گیا کہ فناسر میں عام عورتوں سے کہیں زیادہ طاقت ہے، اب بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی تھی یہ جزیرہ توری، باگمان اور انگرو ما نہیں تھا۔ یہ امسار تھا جہاں عورت کو سماجی اعتبار سے برتری حاصل تھی، مزاحمت کرنا میرے حق میں ضروری تھا' شاید وہ مجھے آگے لے جانے میں ناکام ہو جاتی لیکن میں خود اس صورت حال سے بچنا چاہتا تھا،

میں کسی بے زبان جانور کی طرح اس کی مضبوط گرفت میں آگے بڑھتا رہا تا ایں کہ بستی کے در و بام شروع ہو گئے، کہر کی وہ دبیز چادر ہٹ گئی جو سفید اور سرخ پتھروں کی عالی شان عمارتوں پر چڑھائی ہوئی تھی۔ تاریک براعظم میں یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا، معلوم ہوتا تھا کہ میں عہد قدیم کی کسی شان دار سلطنت میں آ گیا ہوں، پرانے طرز کے صاف وشفاف محل جو عمارت سازی کے نادر نمونے تھے آگے بڑھا تو ان کے در و بام اور نقوش واضح ہو گئے میں نے ایسے منقش ستون اور مرصع ایوان قصر اقابلا میں دیکھے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی سلسلہ ہے وہی طرز تعمیر، وہی شان و

شکوہ، وہی دبدبہ، وہی تمکنت۔

جب میں بستی میں داخل ہوا تو میں نے سیاہ فام مرد دیکھے اور خانوادہ اقابلا کی پری جمال عورتیں دیکھیں۔ ان کے مردان کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ ان کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ سب حیرت سے مجھے دیکھنے اور مسکرانے لگیں، ان میں کس کے حسن کی تعریف کی جائے؟ کس کے نقش ونگار کا احوال کہا جائے؟ محلوں کی اسی بستی میں میری آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ فناسر کا غصہ اب کسی قدر کم ہو چکا تھا، اب وہ بڑی شان کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑے محلوں کے درمیانی حصے میں چھوڑی ہوئی جگہوں پر آگے بڑھ رہی تھی جنہیں گلیاں کہہ دینا نامناسب نہ ہوگا۔ یہ اسرار تھا جہاں سیاہ فام عورتیں بھی تھیں جن کے عقب میں ان کے مرد چل رہے تھے۔ توری کے لوگوں کی طرح ان کے جسم رنگے ہوئے تھے، کانوں میں بالے، گلے میں مالائیں، ناک میں نتھنیاں اور بالوں میں پھول گندھے ہوئے تھے۔ ان کے آگے عورتیں تھیں۔ ہر ستون کے کنارے شراب کے بڑے بڑے برتن اور ان کے اردگرد عورتیں اور مرد بے نیازی سے بیٹھے ہوئے تھے، جیسے انہیں دنیا کا کوئی غم نہ ہو۔

فناسر سفید اور سرخ رنگ کے ایک محل کے سامنے جا کر رک گئی۔ اسے دیکھتے ہی وہاں موجود عورتوں اور مردوں کا ایک گروہ اس کے قریب آ گیا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ ان کی نگاہوں سے ہوس مترشح تھی مجھے ستونوں اور ایوانوں کے دل ربا نظارے سے گزار کر ایک دروازے پر کھڑا کر دیا گیا، وہاں فناسر نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ دروازے پر ایستادہ سفید فام نیزے بردار لڑکیوں میں سے ایک نے اندر جا کر خبر کی اور ہمیں جلد ہی اندر بلا لیا گیا۔ میں جیسے ہی فناسر کے ساتھ اندر داخل ہوا میری نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ اندر ایک ناقابل تصور منظر تھا، وہ ایک وسیع ایوان تھا، سامنے ایک نہایت حسین لڑکی، میں اسے عورت نہیں کہوں گا، پورے کروفر سے پتھر کی ایک نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ہر طرف سیاہ فام مرد نظر آ رہے تھے جن کے جسموں پر طرح طرح کے رنگ ملے ہوئے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں مگر وہ اپنی نشستوں پر اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ہمارے داخلے پر ایوان میں ایک ہنگامہ سا مچ گیا، میں نے اس حسین ناظم کے قریب جا کر اسے اشتیاق کی نظروں سے دیکھا لیکن ایوان میں موجود ہر شخص کی نظر مجھ پر تھی، فناسر نے ناظم کے سامنے جھک کے عقیدت سے اس کے پیروں کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی ناظم کی چبھتی ہوئی نظریں مجھے اپنے جسم پر محسوس ہوئیں اس کی نگاہیں میرے جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ ''معزز تلراش! میری مصیبت حل کر میں اس سرکش مرد کو تیری خدمت میں لائی ہوں۔'' فناسر نے ادب سے کہنا شروع کیا اور میری دریافت کا پورا حال گوش گزار کر دیا۔

تلراش توجہ اور دلچسپی سے فناسر کی روداد سنتی رہی۔ ''میں نے اسے حاصل کیا ہے، کیا میں اس کی مستحق نہیں تھی؟''

''اس نے سرکشی کی۔'' فناسر نے عاجزی سے کہا۔ ''یہ عام مردوں سے مختلف ہے، میں اسے تیری خدمت میں پیش کرنا چاہتی تھی اور یہ شخص تیرے ہی ایوان کے لیے موزوں ہے۔''

شاید تلراش نے فناسر کی بات نہیں سنی کیونکہ وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ''تو کون ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے جواب دیا۔ ''جابر بن یوسف الباقر۔ تین قبلوں کا سردار، مقدس اقابلا کا غلام، صحرائے زارشی کا زائر ہوں اور مقدس اقابلا کی

اجازت سے اس زمین پر آیا ہوں۔ میری کشتی یہیں آ کر رک گئی تھی اور مجھے توری کے کاہن اعظم نے رخصت کیا تھا۔ کیا امسار میں ایک سردار کی یہی عزت وتکریم کی جاتی ہے؟''

''تو جابر بن یوسف۔ تین قبیلوں کا سردار'' اتلراش نے شیریں لہجے میں کہا۔ ''یہاں آنے سے تیرا کیا مقصد ہے؟''

''میں اس جنت ارضی کی سیاحت کے لیے آیا ہوں، میں یہاں وہ علوم سیکھنے آیا ہوں جو مجھے مقدس اقابلا کی نظروں میں افضل وارفع کر دیں اور میں اس کا ایک بہترین غلام ثابت ہوسکوں۔'' میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مہذب انداز میں کہا۔

تلراش نے اپنے قریب رکھی ہوئی موی شمع اٹھائی اور ایک آئینے پر اس کی روشنی پھیلا دی، مجھے نہیں معلوم کہ اس نے کیا دیکھا؟ لیکن اس کا چہرہ سخت ہوگیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ یکا یک چند نیزہ بردار عورتیں برآمد ہوئیں، وہ اپنی نشست سے کھڑی ہوگئی اور مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''یہ جزیرہ امسار ہے جابر بن یوسف الباقر'' اتلراش نے ترش لہجے میں کہا۔ ''جس نے امسار کے ضابطوں کا احترام کیا، اس نے دیوتاؤں کے قریب آنے کا شرف حاصل کیا۔''

فناسر حیرت سے تلراش کے جملے سن رہی تھی۔ ''میں امسار کے قوانین سے واقف نہیں ہوں لیکن وہ تمام قوانین جنہیں مقدس اقابلا نے نافذ کیا ہے اور جو مختلف زمینوں پر جاری ہیں، ان کا تابع ہوں، میں امسار میں کچھ سیکھنے آیا ہوں۔''

''یہاں تمہاری حیثیت ایک عام مرد کی ہے کیونکہ تم یہاں کے سردار نہیں ہو اور تمہیں یہاں ہم نے نہیں بلایا ہے۔ یہ عظیم دیوتاؤں کے آرام کی ایک پُرسکون جگہ ہے۔ سنو۔ تم نے اپنے خوبصورت سینے پر جو نوادر سجا رکھے ہیں، وہ ہماری تحویل میں دے دو۔''

''یہ دیوتاؤں کے مقدس تحفے ہیں، انہیں میں خود سے کیسے دور کر سکتا ہوں؟ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں یہاں ان تحائف کا استعمال نہیں کروں گا۔''

''تمہارے تحفے مقدس امانت کے طور پر ہماری تحویل میں رہیں گے، جب تم یہاں سے واپس جانے لگو گے، یہ تمہیں واپس کر دیئے جائیں گے۔''

میں نے دوبارہ درخواست کی، ہر جانب سے نیزہ بردار عورتیں نکل آئی تھیں۔ تلراش کے لہجے کی استقامت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری درخواست درخور اعتنا نہیں سمجھے گی۔ میں یہ تحفے کیسے اتار دیتا؟ جزیرہ امسار میں یہ میرا پہلا دن تھا ابھی میں نے پوری طرح یہاں کی آب وہوا کا جائزہ نہیں لیا تھا مجھے گمان گزرا کہ کہیں یہ مجھے غیر مسلح کر کے معطل کر دینا تو نہیں چاہتی ہے؟ میرے شش وپنج پر تلراش کا لہجہ اور سخت ہوگیا۔ اس نے فناسر کو دھتکار کر حکم دیا کہ وہ اسی وقت ایوان سے چلی جائے۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک اجنبی کی آمد پر سب سے پہلے اپنی ناظم کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ فناسر حیرت زدہ انداز میں سر جھکائے چلی گئی۔

''اگر میں انہیں اتارنے سے انکار کر دوں؟'' میں نے ملائمت سے پوچھا۔

''تو تمہیں جزیرہ امسار کے قوانین کے مطابق حکم عدولی پر بدترین سزائیں دی جائیں گی۔ تمہیں ہمارے ہر حکم کی تعمیل کرنا ہوگی۔''

تلراش نے کہا۔

''کیا مجھے سوچنے کے لیے کچھ مہلت نہیں مل سکتی؟''

''اگر تمہاری سماعت میں نقص ہے تو میں اپنا حکم نہیں دہراؤں گی۔''

''اس کے بعد میری کیا حیثیت ہوگی؟''

''تم اس جزیرے کے عام مردوں میں شامل ہو جاؤ گے۔''

''لیکن نوادر اترنے کے بعد بھی تم میری باطنی صلاحیتیں نہیں چھین سکتیں کیونکہ میں نے مقدس ہر بیکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے لیغو چکھا ہے اور مجھے قرنیا جیسی نوجوان لڑکی کے خون کا آمیزہ پینے کا موقع بھی ملا ہے، مجھے صحرائے زارشی میں برسوں کی ریاضت کا عمل یاد ہے۔ میں نے تین سرداروں کو شکست دی ہے اور میرے جسم میں سنگ ریزے بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے صدہا ایسے وظیفے یاد ہیں جو مشکل حالات میں میری مدد کر سکیں۔ میں نے جزیرہ امسارکی طلسمی دیوار پار کی ہے اور کسی عطیے کے بغیر فناسر جیسی لڑکی کو زچ کیا ہے۔ کیا تم میری ریاضتیں بھی مجھ سے چھین لوگی؟ میں تم سے کہتا ہوں اے خوبصورت نازنین! میں تمہیں امسارکی ناظم تسلیم کرتا ہوں اور تمہارے احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہوں، تم شاید عجلت میں کوئی فیصلہ کر رہی ہو؟ میں تم سے اس پر نظر ثانی کی درخواست کروں گا، ہر چند کہ میں ایک سردار ہوں، اطاعت شعاری کے سلسلے میں تمہیں کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔''

''کیا تمہاری یاوہ گوئی انکار سمجھی جائے؟'' تلراش گرج دار آواز میں چیخی۔ ''تم اپنی باطنی قوت کی بات کرتے ہو، جزیرہ امسارکی ہر عورت کو دیوتاؤں نے غیر معمولی طاقت سے نوازا ہے، اسی لیے وہ مردوں پر حکمرانی کرتی ہیں۔'' اس نے اپنے ہاتھ دیواروں کی طرف واکیے۔ محل کی سنگین دیواریں شق ہوگئیں۔ پھر اس نے اپنے بائیں بازو پر کھڑے ہوئے مرد کو اس طرح ہاتھ پر اٹھا لیا جیسے وہ کھلونا ہو، اس نے مرد کو زمین پر پٹخ دیا۔ وہ بلبلاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ تلراش کا غضب یہیں نہیں تھا، اس نے غیظ کی حالت میں اپنے خوبصورت دانت کٹکٹائے اور اپنے لانبے بالوں کو جھٹکا دیا، اس کے شہابی رخسار دہکنے لگے اور اچانک سارا ایوان نیزہ بردار عورتوں سے بھر گیا، وہ سب مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوگئیں اور میں ایک دائرے میں گھر گیا۔ صدہا نیزے مجھ پر تنے ہوئے تھے۔

''کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہاری عظمت و طاقت سے منحرف ہوں؟ ایک ناظم کو انہی اوصاف سے متصف ہونا چاہیے۔'' میں نے دلیری سے کہا۔ ''شاید تم نے میری گزارش پر غور نہیں کیا۔ میں تمہارے احکام سے سرتابی کرنے کی جرات نہیں کر رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو گی تو میں تمہاری خلوت کے لیے ایک خوبصورت تجربہ ثابت ہوں گا۔''

''آہ آہ۔'' وہ شدید غصے میں بولی۔ ''ایک مرد امسار میں ناظم کے ساتھ یہ گستاخی کر رہا ہے؟ مقدس شوطار سب دیکھ رہی ہوگی، میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اپنے نوادر اتار دو۔''

''مقدس شوطار۔'' اس کی مراد امسارکی سربراہ سے تھی۔

میں نے فوراً کہا۔ ''میرا مقدمہ شوطار کی خدمت میں پیش کردو، وہ خود فیصلہ کردے گی کہ مقدس اقابلا کے ایک سردار کے شایانِ شان کس قسم کی سزا تجویز کی جائے؟''

''ضرورت ہوئی تو تمہیں شوطار کی خدمت میں پیش کردیا جائے گا۔ ایک ناظم کی حیثیت سے میں خود تمہارے متعلق فیصلے کرنے کی مجاز ہوں۔''

''میں اپنے نوادر اتارنے سے قاصر ہوں، مجھے افسوس ہے تلراش! امید ہے تم مجھے معاف کردوگی۔''

''تم خود کو حراست میں سمجھو۔''

''ایک دوسری زمین پر میں ہمیشہ خود کو حراست میں سمجھتا ہوں۔''

اس کے اشارے پر نیزہ بردار میرے اور قریب آگئے اور مجھے مسلح نوجوان عورتوں کی معیت میں ایوان سے باہر لایا گیا۔ ایوان سے باہر عورتوں نے مجھے استہزائی نظروں سے دیکھا۔ پھر مجھے سیاہ پتھروں کی ایک سنگلاخ عمارت میں لے جا کر ایک زنداں میں ڈال دیا گیا۔

سیاہ فام عورتیں میری نگراں تھیں، مجھے حیرت تھی کہ تلراش نے مجھے کسی اذیت سے دوچار کیوں نہیں کیا؟ وہ میرے نوادر اپنے ہاتھ سے نہیں اتار سکتی تھی کیونکہ یہ مقدس دیوتاؤں کی امانت تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے جسمانی اذیتیں نہیں دی گئیں۔ امسار میں میرا استقبال خوب ہوا تھا۔ مجھے جلد ہی آنے والے حالات سے نمٹنے کے لیے سوچنا تھا، میں اپنے نوادر کیسے اتار دیتا؟ میں سوچتا رہا کہیں میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟ کیا مجھے اپنے نوادر اتار دینے چاہئیں تھے؟ انہیں اتار کر تو میں بے سہارا ہو جاتا۔ مجھے اطمینان ہوگیا کہ میرا فیصلہ درست ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ امسار میں کوئی مرد آیا ہے۔

رات کا وقت تھا، میری نگراں عورتیں میرے جسم کے نشیب و فراز غور سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی، ان سے چھیڑ خانی کرنا چاہی لیکن انہوں نے میری کسی تحریک کا جواب نہیں دیا۔ یوں ہی کھڑی رہیں۔ اصل میں میرے ذہن میں امسار کی عورتوں کی بالادستی، ان کے ہاتھوں میں نیزے، مردوں کی کم تر حیثیت اور جزیرہ توری کی یہ ضد، عورتوں کی حکمرانی کے اس جزیرے کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ یہ میری غلطی تھی اور اس غلطی کا اندازہ مجھے اس وقت شدت سے ہوا جب میری نگراں محافظوں نے مجھے زمین سے اٹھایا اور ایک آراستہ محل میں لے گئیں۔ میں سمجھا یہ شوطار کا محل ہے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ جزیرہ امسار پر کوئی ایک ناظم نہیں ہے بلکہ کئی ناظم تعینات ہیں۔ رات کے وقت یہ محل نادیدہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ وہاں کائنات کی حسین ترین مخلوق کا اجتماع تھا۔ ان میں تلراش بھی تھی جس نے دوسری تمام ناظموں کے سامنے مجھے پیش کیا۔

اپنی روداد بیان کرنے سے پہلے میں اس شبستان کا حال بیان کردوں۔ یہاں سرخ و سپید لڑکیوں کا ایک پرا موجود تھا۔ وہ سب پتھر کی اونچی چوکیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے پہلوؤں میں سیاہ فام تنومند مرد تھے۔ ان کے محبوب ان کے سامنے تھے اور روشنیوں میں خود ان کے سرخ بدن جھلملا رہے تھے۔ حسن و شباب کے اس سیلِ رنگیں سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ موسیقی، روشنی، خوشبوئیں، مشروبِ نشاط، آتش سیال۔ میں کہاں آگیا تھا؟ میں اس بزم آرائی کا حال کیا بیان کروں؟ ارے میں کیا کہوں کیا بیان کروں اور کیا بیان نہ کروں؟ کون سی بات کہوں، کون سی نہ کہوں؟ کس کا حال لکھوں، کسے نظر انداز کروں؟ گو میں پابہ زنجیر یہاں لایا گیا تھا اور مجھے اچھی خبر نہیں سنائی جانے والی تھی، پر میری نظارہ باز

بصارت انہوں نے قید نہیں کی تھی۔ پھر میں انہیں لطف کی نظر سے کیوں نہ دیکھتا؟ کیا میں اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا؟

جب میں وہاں پہنچا، جب میں نے انہیں دیکھا اور انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کے جام بدست بازو وہیں رک گئے اور ان کے چہروں کا رنگ گہرا ہو گیا اور سارے جسموں میں ایک تھرتھراہٹ سی ہوئی۔

''یہ ہے وہ۔'' تلراش نے کھڑے ہو کر ایک ادا سے کہا۔ ''کون ہے وہ جو اس سرکش مرد کو اس کے اعلیٰ ترین نوادر کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اسے قابو میں رکھنے کا عہد کرے، مقدس شوطار یہ عمل پسند کرے گی۔''

پھر مجھے تلراش کے حکم پر تمام ناظموں کے سامنے گھمایا گیا۔ ہر حسین عورت نے میرا اچھی طرح جائزہ لیا، مجھے نگاہوں میں تولا۔ میرے سینے کے نوادر دیکھے اور ایک دوسرے سے تحسین و آفرین کے کلمات کہے۔

''اگر کوئی اسے پسند کر لیتی ہے اور اپنی نگرانی میں رکھنے کا یقین دلاتی ہے تو اسے اس وقت تک اس کی تحویل میں رکھا جائے گا جب تک کوئی دوسری اس کی امیدوار کھڑی نہیں ہو جاتی۔ کسی ناظم کی تحویل میں دینے کے بعد رسمی طور پر اس کی دوسروں سے دست برداری کا یقین کر لیا جائے گا۔ بظاہر اس کی کوئی امیدوار نہیں ہے اس لیے یہ اسی ناظم کی تحویل میں رہے گا جو اسے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔'' تلراش نے اعلان کیا۔

میں نے وہیں کھڑے کھڑے ایک انگڑائی لی اور اپنے گلے سے شپالی نکال کر گھمائی۔ شپالی کی چمک دمک سے وہ خاصی محظوظ ہوئیں۔ پھر میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور مسکرا کے ان حسین و جمیل ناظموں کے سامنے شپالی زمین پر پھینک دی۔ شپالی زمین پر گر گئی تو وہاں سے ایک دھول سی اٹھی اور ایک گڑھا سا پڑ گیا، میرے چوبی اژدہے نے اسے فوراً منہ میں لے لیا اور میرے کاندھے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس مظاہرے پر ان کے متجسس اور پرشوق چہروں کا تجسس اور گہرا ہو گیا۔ ان میں سے ایک بے حد حسین عورت ناز و ادا کے ساتھ اٹھی۔

''اس کی طلب کون نہیں کرے گا۔ مقدس شوطار بھی اسے پسند کرے گی۔ میں اسے اپنی تحویل میں لینے کا اعلان کرتی ہوں۔ تلراش! اسے بتا دو کہ مجھے شوطار سے کس قدر قربت حاصل ہے اور مقدس اقابلا کے دربار میں میرا کیا درجہ تھا؟''

''میں اسے تمہاری نگرانی میں دیتی ہوں لیکن ایشام۔ کیا تم نے فیصلہ خوب سوچ سمجھ کے کیا ہے؟''

''ہاں۔ اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے تو مقدس شوطار مجھے معاف کرے۔''

ناظم ایشام کوئی سنگ دل عورت معلوم ہوتی تھی اس نے بھرے مجمع میں میرے ساتھ زیادتی کی۔ میں نے مچلنا چاہا لیکن اس کا شوق اور فزوں ہو گیا۔ نتیجتاً مجھے مزاحمت ترک کرنی پڑی۔ اس نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا اور خادم خاص کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک جام تیار کرے۔ جب اس نے جام مجھے پیش کیا تو ایشام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے لبوں تک لے گئی۔ آدھا جام وہ خود پی گئی۔ وہاں مرد اور عورتیں ایک ساتھ ناچ رہے تھے اور موسیقی کی لہریں نہ جانے کہاں سے در و بام میں گونج رہی تھیں؟ میری پشت پر ایشام کا ہاتھ تھا اور وہ جام پر جام لنڈھا رہی تھی۔ آخر شب یہ محفل ختم ہو گئی اور ایشام میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اٹھی۔ ہم دونوں ایک راہداری سے گزرے، میرے پیچھے اس کے خادم مرد تھے، ہمارا قافلہ ایک بڑے محل میں جا کر رکا۔ مجھے ایک خصوصی کمرے میں ٹھہرا دیا گیا۔ رات کو کسی نے مجھے نہیں چھیڑا۔ شاید رات پہلے ہی خاصی گزر گئی تھی۔

دوسری صبح مجھے ایک اونچے ستون پر بٹھا دیا گیا، جہاں یہ ستون نصب تھا وہ مقام محلوں کے درمیان واقع تھا اور اس کوچے کی حالت کسی بازار حسیناں کی سی تھی۔ میرے سامنے جب خوش جمالوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا تھا تو میرے بارے میں ایک رسمی اعلان کیا جاتا تھا کہ مجھے ناظم ایشام نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اب میں ناظم ایشام ہی کے تصرف میں ہوں، کوئی ہے جو مجھے ایشام سے حاصل کرنے کے لیے مبارزت کا اعلان کرے؟ یہ اعلان صرف سورج غروب ہونے تک ہے، اس کے بعد مجھے مستقلاً ایشام کے حوالے کر دیا جائے گا۔

میں ستون پر بیٹھا ہوا یہ اعلان سن رہا تھا اور اپنے سامنے سے گزرتی ہوئی حسین لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔ شام ہونے کو آ گئی۔ وہ اعلان سن کر سرگوشیاں کرتیں۔ میرے بارے میں تفصیلات پوچھتیں اور حسرت سے مجھے دیکھ کر چلی جاتیں۔ میں ایک مطلوب شخص تھا۔ ہر عورت میرے حصول کے لیے کوشاں تھی لیکن کوئی آگے بڑھنے پر تیار نہیں ہو پاتی تھی۔

انہی عورتوں میں میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ قریب تھا کہ میں ستون سے غیر متوازن ہو کے گر جاتا، امسار میں ایک شناسا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ نازنین اشمار تھی۔ اقابلا کی جلوہ گاہ کی وہ ماہ جمال جسے اس نے توری کی سردار کے اعزاز کے بعد میری راتوں کے گداز کے لیے بھیجا تھا۔ وہ وہ اچانک غائب ہو گئی تھی۔

اشمار میری طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی اور اس کے سامنے میرے بارے میں اعلان کیا جا رہا تھا۔

جب سے میں نے رنگ ونور کے اس جزیرے امسار میں قدم رکھا تھا، میرے ساتھ تواتر سے ناقابل یقین واقعات پیش آ رہے تھے۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ جابر بن یوسف جیسا مردانہ صفات کا نمونہ ایسے حالات میں گھر جائے گا کہ اسے ایک ستون پر بٹھایا جائے گا اور اس کی رونمائی کے لیے حسین عورتوں کے ہجوم جمع ہو جائیں گے۔ میں سوچ رہا تھا، میری جنس تبدیل ہو گئی ہے۔ میں خود سے شرما رہا تھا۔ وہ میری طرف ہوسناک نگاہوں سے دیکھتی تھیں اور میں ان کی طرف ملتجی نظروں سے بیک وقت اتنی عورتوں کو اپنی طرف راغب دیکھ کر بوالہوس بھی پناہ مانگیں۔ وہ سب مجھ سے تعلق خاطر کی متمنی تھیں۔ میں ایک ایسا نادر ہیرا تھا جسے ہر انگلی سجانے کو بے تاب تھی۔ میرے سخت بازوؤں میں انہیں گداز نظر آتا تھا، انہی مشتاق چہروں میں جب اشمار کا چمکتا دمکتا چہرہ نظر آیا تو میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میری نگران نازنینوں نے مجھے پھر بٹھا دیا۔

اشمار خانوادہ اقابلا کی ایک معزز کنیز تھی۔ اس نے میری سانسیں بارہا مہکائی تھیں اور میں نے ان گنت بار اس کے چمن زار کی سیاحت کی تھی اسے یہاں دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھوں میں کسی نے ٹھنڈا سرمہ لگا دیا ہوا اور سخت زمین پر مضمحل گردن کے نیچے تکیہ رکھ دیا ہو۔ شروع میں اشمار چونکی، بعد میں سکڑنے لگی۔ میں اپنی اونچی نشست سے چیخنا چاہتا تھا، اشمار! اے قصر اقابلا کی شراب یہ میں ہوں، میں امسار میں آ گیا ہوں، مجھے غور سے دیکھ اور میرے خشک لبوں کی تشنگی دور کر۔'' مگر میرا اضطراب مجھی تک محدود رہا۔ میں اپنی کوئی چیخ اشمار تک منتقل نہیں کر سکا کیوں کہ میرے اندر بیٹھے ہوئے کسی شخص نے مجھے روک دیا۔ ''خاموش رہ اور تماشا دیکھتا جا۔''

ستون کے نیچے سرخ وسفید عورتوں کے جمگھٹ آتے اور گزر جاتے۔ بار بار اعلان ہوتا مگر ایشام کا نام سننے کے بعد ان کے حوصلے سرد پڑ جاتے، ایشام کو یقیناً امسار میں کوئی خاص مقام حاصل تھا۔ اس کا کسی قدر اندازہ مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب ناظم تلراش نے مجھے ناظموں کے شبستان

میں پیش کیا تھا اور ایشام نے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ ایشام نے یہ جرات کی تھی۔ جرات وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں ان کی جرات کے سچ کا یقین ہوتا ہے۔ میں اشار کی خاموشی پر جھنجلاہٹ میں آوازے کسنے لگا۔ توری سے روانگی کے وقت کاہن اعظم سمورال نے ہدایت کی تھی کہ دیوتاؤں کے مقدس تحفوں کا استعمال صرف مخصوص موقعوں پر کیا جائے۔ خود میرے لیے بھی یہی مناسب تھا کہ میں کوئی ہنگامہ کرنے کے پہلے جزیرہ امسار کے قوانین اور اس کی طاقت کا اندازہ لگاؤں۔ ابھی کتنا وقت گزرا تھا، میری گردن شرم سے جھکی ہوئی تھی لیکن کسی نتیجے تک پہنچنے کے لیے یہ شرم ناک وقت گزارنا لازم تھا۔ اشار میری بازیابی کا اعلان سن کر کچھ دیر کھڑی رہی پھر سر جھکائے چلی گئی۔ مجھے یقین آ گیا کہ میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں ایشام کے سپرد کر دیا جاؤں گا۔ کیا امسار میں ایشام سے زیادہ کوئی عورت جرات مند نہیں ہے؟ لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے اشار پھر ایک نئے ہجوم کے درمیان نظر آئی۔ اس مرتبہ اس کے چہرے پر عزم کی تابانی نظر آتی تھی۔ میری پشت پر کھڑی ہوئی لڑکی نے آخری بار ڈھول بجا کر اپنا اعلان دہرایا۔ ''جزیرہ امسار کی معزز عورتو! تمہارے سامنے اس وقت تین جزیروں کا سردار جابر بن یوسف الباقر موجود ہے۔ دیوتاؤں نے ہماری آسودگی جاں کے لیے یہ حسین مرد امسار کی سرحدوں میں پھینک دیا ہے۔ اس کے بازو سخت ہیں، علم برتر ہے اور اس کا سینہ دیوتاؤں کے نوادر سے آراستہ ہے۔ اس کی نگاہ والہانہ اور انداز شاعرانہ ہیں۔ روایت کے مطابق صرف اسی کو اس تحفہ خاص کی رفاقت کا حق حاصل ہے جو اس کی اہل ہو۔ محترم ایشام نے اسے اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہے، جلد ہی اسے محترم ایشام کے علاقے میں پہنچا دیا جائے گا۔ کوئی ہے جو خود کو ایشام سے برتر ثابت کر کے یہ مرد حاصل کرے، کوئی ہے جو ایشام سے اس مرد کے لیے مبارزت کرے؟''

مجمع میں اس اعلان کے بعد ایک بھنبھناہٹ ہوئی اور پھر اشار کی آواز ابھری، وہ بلند آواز ساری سرگوشیوں پر حاوی آ گئی۔ ''مقدس شوطار مجھے حوصلہ دے۔'' اشار نے احترام سے کہا۔ ''میں اس مرد کے لیے ایشام سے مبارزت کو تیار ہوں۔''

ہجوم کی ہر عورت نے اشار کو استعجاب کی نظر سے دیکھا جیسے اس سے کوئی سنگین جرم سرزد ہو گیا ہو۔ چند لمحوں کے لیے سکوت چھا گیا، خوف و ہراس کا سکوت، مجمع کائی کی طرح پھٹنے لگا اور سورج کی آخری کرن کے بعد اشار وہاں تنہا کھڑی رہ گئی۔ میں نے اسے آواز دینا چاہا لیکن سیاہ فام عورتوں نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے حلقے میں لے لیا پھر مجھے نیچے اتار کر سیاہ پتھروں والے زنداں میں ڈال دیا گیا۔ قید و بند کی یہ رات میرے لیے بڑی جاں گسل تھی۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اشار اور ایشام کے درمیان میرے حصول کی جنگ کب اور کس طریق پر ہو گی؟ ان پتھروں کی موجودگی میں کوئی لطیف خیال، جمال کا کوئی احساس آ ہی نہیں سکتا تھا، جب کہ میں ایسی سرزمین پر آ گیا تھا جہاں حسن کے دریا بہتے تھے، دنیا میں جس کے متعلق صرف افسانے لکھے جاتے ہیں جو پری پیکر عورتیں، مستیاں بکھیرتی ہوئی، خود اپنے بازو وا کیے، سرشار نگاہوں میں نظارے کی دعوت سمیٹے جلو گر ہوں، جابر بن یوسف کے لیے زندگی کا یہی حاصل کیا کم تھا؟ یہ تو وہ جنت تھی جس کے خواب شاعر دیکھا کرتے ہیں مگر شاعر صرف خواب دیکھا کرتے ہیں۔ ان کی انائے عشق کا کیا حال ہوتا اگر وہ حسن و عشق کی یہ ارزانی دیکھتے؟ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں گومگو کی کیفیت میں تھا۔ اس محکومی میں بڑا لطف تھا مگر مجھے اس محکومی کی عادت نہیں تھی۔ سنا تھا کہ قرن ہا قرن سے امسار میں عورتوں کو بالا دستی حاصل ہے۔ شوطار کا ذکر وہ اسی احترام سے کرتی تھیں جیسے اقابلا کا جزیرہ توری اور دوسرے جزیروں میں کیا جاتا تھا۔ یہ جزیرہ اقابلا کی قلم رو میں شامل تھا۔ اقابلا نے مجھے یہاں بھیجا تھا اور اقابلا

نے مجھے یہیں کیوں بھیجا تھا؟ کیا وہ شوطار سے ناخوش ہے اور یہاں کسی تبدیلی کی خواہش مند ہے؟ کیا اس نے مجھے ایسے دریا کے کنارے پہنچا دیا ہے جہاں مجھے تشنگی کی شکایت نہ رہ جائے اور میں سیراب ہو کر اس کی طلب سے دست کش ہو جاؤں؟ شوطار کو علم ہو گا کہ مجھے اسمار کی سرحدوں میں کیوں دھکیلا گیا ہے؟ یہاں میرے لیے ہر قدم پر خطرات ہیں۔ مجھے اپنی نظارہ باز آنکھیں بند کر لینی چاہئیں اور آنے والے لمحے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے جو بڑا غیر یقینی ہے مگر میں کیا کروں؟ کیا میں اپنے طلسمی نوادر کی مدد سے یہ دیواریں توڑ کر باہر نکل جاؤں؟ اور خون خرابہ کرتا ہوا شوطار کے قصر پہنچ جاؤں؟ اور اس سے کہوں کہ وہ دست بردار ہو جائے؟ اور تمام اختیارات مجھے سونپ دے۔ مجھے اپنے پاگل پن پر ہنسی آ گئی۔ ابھی نہیں۔ ابھی تو تم ایک خوبصورت مرد بنے بیٹھے رہو اور ان تتلیوں کو اپنے قریب پھٹکنے دو۔''

میری نگراں مجھے لطف کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا، ان کے سیاہ جسم روشنی میں دمک رہے تھے، نیزے ہاتھوں میں تانے وہ بڑی مستعد معلوم ہو رہی تھیں۔ میں نے انہیں اشارے کیے تو ان کی اشارے بازی ختم ہو گئی۔ میں نے انہیں قریب بلایا تو وہ مجھ سے دور ہو گئیں۔ وہ میری اور میں ان کی حسرت دل میں لیے یوں ہی تڑپتا رہا۔

☆==========☆==========☆

میں دو روز تک زنداں کی دیواروں میں سر مارتا رہا۔ تیسرے روز محافظ لڑکیوں نے مجھے نئے سرے سے بنا سنوار کر سنگلاخ عمارت سے باہر نکالا اور ایک وسیع میدان میں لے گئیں جہاں امسار کی ہزاروں لڑکیاں تماشائیوں کی حیثیت سے موجود تھیں۔ ایک جانب پتھر کے اونچے چبوتروں پر ناظموں کی نشستیں تھیں۔ دوسری جانب محافظ دستے کی سیاہ فام لڑکیاں تھیں، میدان کے درمیان ایشام اور اشمار آمنے سامنے پتھر کی نشستوں پر ایک دوسرے کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔ مقابلے کا اہتمام شان وشوکت سے کیا گیا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے جو عورتوں کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ مجھے پہلے میدان میں سیاہ فام نگران عورتوں کی معیت میں گھمایا گیا پھر پتھر کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ میرا خیال تھا شوطار بھی اس مقابلے میں شریک ہوگی مگر ایسے مقابلے یہاں عام تھے۔ انہوں نے اپنی دل بستگی کا عجب طریقہ ڈھونڈا تھا۔ محافظ عورتیں مجھے ستون سے باندھ کر پیچھے پلٹیں تو سرخ بالوں کی ایک بے حد حسین عورت اپنی نشست سے اٹھی اور اس نے میرے بارے میں اپنے حلق سے کچھ کھنکتے ہوئے لفظ ادا کیے۔ وہ جزیرہ امسار کی بہت سی ناظموں کی ناظم اعلیٰ تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے خود کو ایشام کے مقابلے میں کیوں پیش نہیں کیا؟ اس بات سے مجھے دکھ ہوا کہ میری وجاہت میں کوئی خامی ہے کہ میں اس حسین عورت کی نظروں میں نہیں آسکا۔ وہ اعلان کر رہی تھی وہی دوشیزہ ادائیں تھیں مگر یہی ادائیں وہاں دوسرے جزیروں کی مردانہ صفات کے مقابل سمجھی جاتی تھیں۔

''جزیرہ امسار کی معزز عورتو! امسار کی ناظم اعلیٰ قسریم تم سے مخاطب ہے۔ دیوتا اشمار اور ایشام پر رحم کریں۔ صحیح فیصلہ کرنے والے وہی ہیں۔ مقدس شوطار اپنے قصر خاص میں اس مبارزت سے لطف اندوز ہو رہی ہوگی۔ یہ مقابلہ اشمار اور ایشام کے درمیان ہے جو اجنبی مرد جابر بن یوسف کی طلب گار ہیں۔ اگر کوئی فریق اپنی شکست قبول کرنے پر اب بھی آمادہ ہے تو اسے اس کی اجازت دی جاتی ہے بصورت دیگر وہ اپنے انجام سے باخبر ہوگا۔ دوران مقابلہ بھی شکست قبول کی جاسکتی ہے۔ مقابلے میں ہر قسم کی طاقت کا آزادانہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فتح مند کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مطلوب مرد کی بندشیں خود کھولے اور اس کے ساتھ وصل کی لذتوں سے سرشار ہو۔ دیوتاؤں نے یہ سرزمین وصل کے متبرک جذبے ہی کے لیے بنائی ہے۔ مقدس شوطار کے فیصلے سب سے بالا ہیں۔ وہ اپنے فیصلے کسی بھی لمحے جاری کرسکتی ہے جو فتح مند ہوگی وہ مرد کی کفالت اور اس کی نقل و حرکت کی ذمے دار ہوگی اور اگر فتح مند اپنے مرد سے وصال نا آسودہ ہے تو کسی وقت بھی اس سے دست بردار ہوسکتی ہے۔ ایک چاند گزر جانے کے بعد کوئی بھی پھر مقابلے کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ جزیرہ امسار کے تمام مرد تمام عورتوں کے لیے ہیں۔''

حسین وجمیل قسریم اپنا حکم سنا کے بیٹھ گئی۔ سیاہ فام لڑکیوں نے ڈھول پیٹنے شروع کر دیئے۔ یہ گویا مقابلے کے آغاز کا اعلان تھا۔ اشمار اور ایشام، برہنہ پا، برہنہ بدن اپنی نشستوں سے اٹھ کر ڈھول کی پہلی چوٹ پر تیزی سے ایک دوسرے کے مقابلے پر آگئیں۔ میں اپنا مذاق دیکھ رہا تھا۔ اشمار اور ایشام کے خوبصورت بدن پر پڑتی ہوئی دھوپ نے ان کا رنگ سرخ کر دیا تھا۔ اشمار ایشام کی طرح پرامید معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایشام نے آتے ہی آناً فاناً اپنے لمبے بال ایک جھٹکے کے ساتھ چہرے کے آگے کر لیے۔ اس کا چہرہ چھپ گیا اور اس نے اپنے سر کو گردش دینی شروع کر دی۔ اشمار خاموش کھڑی تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اشمار کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے اور وہ زرد دکھائی دے رہی ہے۔ اس کا لرزتا ہوا سراپا اپنا بوجھ سنبھالنے سے گریزاں ہے۔ ایشام کے سر کی گردش جاری رہی۔ پھر اس نے بال پشت پر کر کے فخر کی نگاہ سے

اشار کو دیکھا اور نگاہوں نگاہوں میں اس سے کوئی سوال کیا۔

یہ وہی اشار تھی جس نے مجھے پُر اسرار علوم کی ابتدائی تعلیم دی تھی۔ میری پلکیں بار بار جھپک رہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اشار کے پاس اس افتادہ سے بچنے کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ ایشام نے اپنی گردش روک کر سوال کیا تو اشار کو ہوش آیا۔ میں نے ایشام کی پہلی ہی یلغار میں اس مقابلے کی تقدیر کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اشار صرف میری خاطر میدان میں کود دی تھی۔ ورنہ امسار کی سرکردہ ناظم اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا، اشار کی شکست کے تصور ہی سے مجھ پر کبیدگی چھانے لگی۔ اشار کی رفاقت میں جو معلومات اور آسانیاں مجھے فراہم ہو سکتی تھیں وہ کسی اور کی محبت میں ممکن نہیں تھیں۔ یہاں کاروبارِ عشق گرم کرنے کی آزادی ہوتی تو میرے تیور کچھ اور ہوتے، میں ان کے سامنے عربی کے غنائیے سناتا اور فصاحت کے جادو جگاتا، اگر میں آزاد ہوتا تو مہذب دنیا کی عورتوں کی طرح عشوہ گری کرتا اور اپنے غمزہ و ناز سے کسی کا محبوب بن جاتا۔ دوشیزاؤں کی نازک ادائی اور ان کے شاداب رخسار کا غرور دیکھ کر مردوں کے دل میں یہ خواہش کبھی اٹھتی تو ہو گی کہ وہ ایک نازک اندام عورت ہو جاتے لیکن جب سے میں آیا تھا، کئی ہاتھوں میں منتقل ہو چکا تھا اور کئی نظروں میں سما گیا تھا۔ خود میرا اختیار کہاں تھا؟ اشار کا رویہ عام عورتوں سے یقیناً مختلف ہوتا اور افسوس یہ تھا کہ اشار جابر بن یوسف اور اس کے نوادر کی موجودگی میں پہلے ہی وار میں شکست کھا رہی تھی۔ میری رگوں میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگا اور میری ہتھیلیاں جلنے لگیں، میرا بدن مچلنے لگا اور میں نے ایک انگڑائی لے کر اپنے ستون کی رسیاں کاٹ دیں۔ انہیں میرا عرفان نہیں تھا کہ میں نے ڈبگی سے نبرد آزمائی کی ہے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں سے گزر کر کہاں آیا ہوں حالانکہ میرے نوادر میری شناخت کے ثبوت کے طور پر میرے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے۔ جیسے ہی مجھے بندشوں سے آزاد پھنکارتے ہوئے دیکھا گیا۔ سب کی نگاہیں میری جانب ہو گئیں، میں آگے بڑھ کر ایشام کے جسم کے ٹکڑے کر دیتا، دوسرے ہی لمحے سیاہ فام نیزہ بردار عورتوں کے غول نے مجھے گھیرے میں لے لیا، انہوں نے دوبارہ مجھے ستون سے باندھ دیا اور میری سرکشی پر مصلحتیں غالب آ گئیں۔ پھر میں نے ایک عجیب تبدیلی دیکھی۔

میں نے دیکھا کہ میدان میں ان کے بدن بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے جیسے وہ آسمانی بجلیاں ہوں جو کئی سمتوں سے زمین کے ساتھ ٹکرا رہی ہوں اور زمین ان کے عتاب سے دہل رہی ہو۔ ان دو خوبصورت عورتوں میں بلا کی پھرتی، تیزی اور تندی آ گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو تول رہی تھیں۔ میری جانب ایشام اور مجمع کے متوجہ ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اشار کو اس لمحے کی فرصت مل گئی جو ایسے معرکوں میں بڑا اہم ہوتا ہے۔ میں نے تاریک براعظم میں کئی مقابلے لڑے تھے، مجھے یاد آیا کہ اشار کو ایشام کے حملوں سے بچانے کے لیے بار بار ایسے لمحے ضرور ملنے چاہئیں۔ اشار نے وہ لمحہ ضائع نہیں کیا، ایشام کا حال دیدنی تھا، اس کے لانبے ریشمی بال اس کے پیروں اور بدن پر جھڑ رہے تھے اور اس کی وحشت کا حال ناقابلِ بیان ہے، وہ انہیں سر پر روکتی، کبھی پکڑتی، کبھی اٹھاتی اور سر کے بال تیز ہوا میں دور دور تک بکھر جاتے، اشار نے سکوت اختیار کر لیا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ایک مخصوص انداز میں کھڑی تھی جیسے کسی سے فریاد کر رہی ہو اور کسی نادیدہ دیوتا سے مخاطب ہو۔ وہ اسی طرح اس وقت تک منہمک رہی، جب تک ایشام کے منہ سے سسکیاں نکلنی شروع نہ ہو گئیں۔ پھر ایشام کی ایک فلک شگاف چیخ سے میدان لرز گیا۔

کاش اشار کا یہ انہماک نہ ٹوٹتا، یہی ایک چیخ اشار کے حق میں تازیانہ ثابت ہوئی۔ اس نے اپنا زاویہ بدل دیا اور ایشام کی طرف سوال طلب

نظروں سے دیکھا کہ شاید وہ آمادہ شکست ہے اشار، ایشام کے دام میں آ گئی۔ ایشام کے سر کے بیشتر بال جھڑ چکے تھے اور وہ اپنی اس بدصورتی پر شدید غصے میں نظر آتی تھی۔ اس کا کینہ اور جولانی پر آ گیا اور اعتراف شکست کا جواب دینے کے بجائے وہ آگ کی طرح اشار کے جسم کی طرف بڑھی اور اس نے اپنے بازو پھیلا کر اشار کا نازک بدن محاصرے میں لے لیا۔ بظاہر یہ منظر بڑا پر لطف تھا، ایک بدن دوسرے بدن سے برسر پیکار تھا۔ حسن اپنے آپ سے جنگ آزما تھا مگر میرے حواس اتنے مشتعل تھے کہ مجھے اس منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ایشام کی پشت میری طرف تھی۔ میں اس کی پشت کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا۔ میرا ہاتھ خود بخود شپالی کی طرف چلا گیا اور میرے جی میں آئی کہ شپالی ایشام کی پیٹھ پر داغ دوں یا اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دوں جو اس کا رس چوس لے یا ڈبگی کے سینگوں سے اس کا جسم چھید دوں۔ میں کیا کروں؟ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور ان کی نظروں میں میرے لیے کوئی ہمدردی نہیں، صرف ہوس تھی، میری فریاد کہاں کارگر ہوتی؟ اب میں ستون میں تنہا بندھا نہیں کھڑا تھا، میرے اردگرد سیاہ فام عورتیں بھی تھیں جن کے نیزے میرے حلق کے نزدیک تھے۔ سو میں پیچ و تاب کھا کے رہ گیا۔ میں کبھی آنکھیں بند کر لیتا۔ اشتعال فرو کرنے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ کچھ دیکھا اور سنا ہی نہ جائے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے پیوستہ و وابستہ تھیں، ان میں زیر کوئی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اسی طرح دیر تک میدان میں ایک دوسرے کو دھکیلتی رہیں۔ ان کی چستی اور بڑھ گئی تھی۔ اس عالم میں انہیں دیر ہو گئی تو میں نے سوچا، میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے جسموں کو پتھر میں مقید کرنے کا عمل پڑھوں اور ایشام کا جسم پتھر بنا دوں۔ کاہن اعظم سمورال نے بوڑھے زاہد کی عبادت گاہ میں مجھے پراسرار علوم کے بعض نکتے تعلیم کر کے مجھے بڑا اعتماد بخشا تھا۔ مجھے بڑی حیرت تھی کہ اشار اپنی تمام طاقتیں بروئے کار نہیں لا رہی ہے۔ جب کہ اسے اقابلا کی خاص کنیز ہونے کا شرف حاصل ہے جب اسے کچھ نہیں آتا تھا تو اس نے یہ مقابلہ کرنے کی کیوں ٹھان لی تھی وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتی۔ میں اشار کے لیے تو یہاں نہیں آیا تھا۔

انہوں نے ایک دوسرے کو نہیں چھوڑا، نہ ان کی پیوستگی میں کوئی فصل حائل ہوئی۔ کبھی اشار، ایشام کا جسم دھکیلتی ہوئی آگے لے آتی، کبھی ایشام اشار کو دھکا دے دیتی۔ مقابلہ دیکھنے والوں کی نظروں میں بے چینی بڑھ گئی تھی۔ مقابلے کے طول اور شدت سے میری قدر و منزلت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں ہر طرف مطلوب تھا۔ یکا یک ایشام نے اشار کو چھوڑ دیا اور پھرتی سے پیچھے کی طرف بھاگی لیکن چلتے چلتے گر پڑی۔ وہ ایک خاص مقام پر جا کر کوئی طلسمی عمل کرنا چاہتی ہو گی کہ راستے ہی میں اشار نے اسے مفلوج کر دیا، اشار نے خلا میں ایک جانب اشارہ کیا اور سب کی نظریں آسمان کی طرف لگ گئیں، سرخ رنگ کے شیشے کے ایک طلسمی خول نے اچانک کہیں سے اتر کر ایشام کو اپنے اندر قید کر لیا۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ تماش بین دوشیزائیں اپنی نشستوں سے اٹھ گئیں۔ اشار کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور میری سانسوں کی رفتار تیز ہو گئی، ایشام اپنے دفاع میں شیشے کا خول توڑنے کی جدوجہد کر رہی تھی مجھے اپنے نوادر کی اہمیت کا احساس ہوا اگر ایشام کے پاس دیوتاؤں کے نوادر ہوتے تو وہ یہ طلسم آسانی سے توڑ دیتی۔ ان سرخ و سپید لڑکیوں کے برہنہ اجسام پر صرف پھول ہوتے تھے۔ دیوتاؤں نے انہیں غیر معمولی طاقتوں سے نوازا تھا۔ یہ رمز غالباً ایشام کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وحشت اور تیزی کے بجائے وہ اطمینان سے اشار کے حملوں کا مقابلہ کرے۔ پہلے اس کا ارادہ ہو گا کہ وہ جزیرہ امسار میں نوواردِ اشار کو ایک دو حملوں میں زیر کر لے گی لیکن اشار کی ہنر پیشگی و ہنر مندی کے آگے اس نے اپنے تیور بدل دیئے۔ اب وہ پوری سنجیدگی سے خول کے اندر بیٹھی مختلف

حرکتیں کر رہی تھی۔ ادھر اشار کا بھی یہی عالم تھا۔ معاً ایک دھماکہ ہوا اور سرخ خول کے ٹکڑے چھن چھنا کے فضا میں بکھر گئے۔ ایشام کا گلنار چہرہ پھر فاتحانہ ابھرا، خول کے شیشوں نے اشار کا جسم چھید دیا۔ وہ کرب سے چیختی ہوئی ایک طرف بھاگی۔ ایشام اس کے پیچھے پیچھے تھی اور اس کے ہاتھ دائیں بائیں، نیچے اوپر گر رہے تھے۔ پھر اس کے ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریاں نظر آئیں اور وہ اس نے اشار کی طرف اچھال دیں۔ اشار ان سے الجھ کر گر پڑی اور زمین پر گیند کی طرح لڑھکنے لگی، ساتھ ساتھ وہ ڈوریوں میں بندھتی چلی گئی۔ میرے لیے یہ شعبدے نئے نہیں تھے۔ میں یہاں ان سے زیادہ کی توقع کر رہا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اشار اور ایشام دونوں نے مشروب حیات پیا ہوگا۔ چنانچہ وہ انتہا پسندانہ حملے کرنے سے گریزاں ہیں اور صرف شکست چاہتی ہیں، کسی ایک کی طرف سے اعلان شکست اور میری بازیابی۔ وہ زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اشار ڈوریوں میں بندھ گئی۔ اب ایشام بھاگتی ہوئی اسے کھینچ رہی تھی۔ اشار کا پھول بدن زمین پر رگڑتا اور خاک میں اٹا ہوا دیکھ کر میری کیفیت پاگلوں کی سی ہوگئی۔ میں کبھی اس کا احترام کرتا تھا، میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو آہستگی سے جنبش دینا چاہا۔ ساری نگاہیں اس تماشے کی طرف مرکوز تھیں، میری طرف پہریدار عورتوں نے بھی توجہ نہیں دی، میں اپنا ہاتھ رسیوں ہی میں کسی قدر اوپر کرنے میں کامیاب ہوگیا اور شپالی پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اس کی رگڑ سے میں نے چند رسیاں توڑ دیں اور اس حد تک انہیں ڈھیلا کر لیا کہ میں کسی بھی وقت اپنے ہاتھ مکمل آزاد کرا سکوں۔ میں اپنی جگہ منجمد کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اشار کی حالت میں کوئی تبدیلی خود بخود واقع ہو جائے۔ ایشام اسے لڑھکاتی ہوئی میری سمت آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ڈوری کا سرا تھا، اس نے میری سمت اشتیاق آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ میں بھی مسکرا دیا اور میں نے اس کی توجہ دوبارہ مبذول کرنے کے لیے خوش ادائی سے کہا۔ ''تم فتح یاب ہو۔''

''میں تم سے دست بردار ہو سکتی تھی جابر بن یوسف؟'' اس نے دلربائی سے کہا۔ اس کے سر کے بال بہت کم ہو گئے تھے اور اسی لیے اس کی خوبصورتی میں خاصی کمی آ گئی تھی۔ میری اس جرات اور اقدام کا اثر ہوا اور اشار کو سنبھلنے کا موقع پھر فراہم ہو گیا۔ ایشام مجھے قریب دیکھ کے اشار کی طرف سے بے خبر ہو گئی تھی۔ میں نے بھی مردانہ وار ادائیں اس پر نثار کی تھیں۔ دفعتہً ایشام کے جسم میں انتشار سا پیدا ہوا اور وہ میرے پاؤں پر گر کر تڑپنے لگی۔ اشار نے ڈوری کا وہ سرا اڑا لیا تھا جو ایشام کے ہاتھ میں تھا، وہ اس کے سر پر کھڑی تھی اور اب ایشام کے بقیہ بال اس کے ہاتھ میں تھے۔ طوفان کی طرح ایشام کو کھینچ کر وہ میدان کے وسط میں لے گئی اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اشار کو یہ دوسرا موقع بھی میں نے فراہم کیا تھا۔ اس کے بعد یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ میں اشار کی مدد اپنے نوادر سے کروں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک لمحے میں ایشام کے گرد گہرا دھواں چھا گیا اور چشم زدن میں اس کا سراپا دھوئیں نے چاٹ لیا۔ ایشام سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ عورت کو اس جارحانہ اور ظالمانہ تیور میں دیکھ کے میری حس جمال نے بڑے کرب محسوس کیے۔ اشار کے رخسار شعلہ ہو رہے تھے اور اس کی تیز آواز سے میدان گونج رہا تھا، میں اس زبان سے ناواقف تھا جس میں اشار مخاطب تھی۔ وہ لہرا رہی تھی، اس کا بدن سیماب بن گیا تھا اور یہ سیماب دھوئیں کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ وہ دیوانہ وار دھوئیں کے گرد رقص کر رہی تھی۔ اتنی تیزی اور دیوانگی کے ساتھ کہ مہذب دنیا کے مشہور بیلے فنکار دیکھیں تو پاگل ہو جائیں۔ ایسا ایک رقص جس میں جسم پگھل جائے۔ ایسا ایک دائرہ جس کے گرد اتنی مرتبہ طواف کرنے میں عام انسانی طاقت چند ثانیوں میں بہہ جائے۔ اشار میرے لیے شدید کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس کا اضطراب،

خلجان، اس کی برق رفتاری سے مجمع پر سکوت کی مہر لگ گئی تھی۔ میں چیخ کر کہنا چاہتا تھا۔ اشار اے میری محبوب اپنا نازک بدن اتنا نہ تھکا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میرے پاس زارشی کا عطیہ شپالی موجود ہے۔ اب کچھ بھی ہو جائے۔ ایک مرد کے لیے اتنا ایثار کیوں کر رہی ہے؟ مجھے شرمندہ نہ کر، مجھے اجازت دے کہ میں اس دھوئیں میں اپنا چوبی اژدہا چھوڑ دوں جو ایثام کے جسم سے آب شباب چوس لے گا۔ اگر میں اس مرحلے میں دخل اندازی کرتا تو کیا ہوتا؟ ہاں میں شوطار اور دیوتاؤں کی عتاب کی زد پر آ جاتا اور امسار میں میری تقدیر کا فیصلہ ہو جاتا لیکن اشار کو تو یہ جبر، یہ اذیت برداشت نہ کرنی پڑتی۔

دھوئیں کے اس بڑے مرغولے نے ایثام کو اپنے اندر چھپائے رکھا اور اشار کے جنون میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کا تھرتھراتا بدن رقص کرتا رہا۔ اب نظر آتا تھا جیسے اشار نے آج اپنی روح آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ کہیں نہ رکی، اس نے ٹھہر کر کوئی سانس نہیں لیا۔ وہی اس کی چیخیں، وہی اس کی فریادیں، وہی رقص کناں، محشر بداماں اعضا یہاں تک کہ بے شمار لمحے بیت گئے اور اشار کی ذہنی حالت پر بدگمانی ہونے لگی۔ میرے قریب کھڑی ہوئی نگران عورتوں کے نیزے زمین سے ٹک گئے تھے، ہر عورت مبہوت تھی۔ اشار رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ رقص بسمل جاری رہا تا ایں کہ میدان میں پر شور گھنٹیاں بجنے لگیں اور ناظم اعلیٰ قسریم نے کھڑے ہو کر اپنے حسین ہاتھ لہرائے۔ میں اس سرخ بالوں والی عورت کے بارے میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ سراپا تجلی تھی، قسریم نے اشار کو یہ رقص بند کرنے کا حکم دیا مگر وہ ناچتی رہی، اس کے کانوں میں گھنٹیوں کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی، معلوم ہوتا تھا، اس نے ایک ابدی رقص کا فیصلہ کر لیا ہے، قسریم کی آواز بھی گھنٹیوں سے مشابہ تھی، وہ خراماں خراماں چلتی ہوئی میدان میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں دھواں چھایا ہوا تھا اور اشار محو رقص تھی، اس نے سختی سے اشار کا بازو پکڑ لیا۔ اشار پھرکی کی طرح اسے بھی مرغولے کے گرد نچا لے گئی لیکن قسریم نے اس پر جلد ہی قابو پا لیا اور اس نے اپنے پیچھے آتے ہوئے مردوں کو اشارہ کیا۔ مردوں نے قسریم کے ہاتھ میں ایک جام دے دیا۔ قسریم نے یہ جام اشار کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ اسے پی کر اشار کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ یہ ماجرا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے گمان ہوا کہ قسریم نے اشار کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے۔ میں نے اپنے نوادر ٹٹولے۔ قسریم ایک مخصوص انداز میں زمین پر بیٹھ گئی اور اس نے دھوئیں میں پھونکیں مارنی شروع کر دیں، یہ اس کی طلسمی پھونکوں ہی کا اثر تھا کہ دھواں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فضا میں تحلیل ہونے لگا اور اندر ایثام کا بدن جھانکنے لگا۔ ایثام بے ہوش تھی۔ قسریم نے اس کے لبوں پر ہاتھ پھیرا اور غلام مردوں کو حکم دیا کہ وہ اسے اٹھائیں۔ میدان صاف ہونے کے بعد دوسری ناظموں کا دستہ قسریم کی پشت پر کھڑا ہو گیا اور کامیابی کی موسیقی نے فضا کا تکدر دور کرنا شروع کر دیا۔ قسریم نے اشار کے ماتھے پر پھولوں کا ایک گجرا باندھا اور میدان میں گویا کسی نے دریائے نشاط کا بند کھول دیا۔ قسریم کو سیاہ فام مردوں نے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا اور اس نے باآواز بلند اعلان کیا۔

''مقدس شوطار دیکھ رہی ہوگی کہ ہم نے دیوتاؤں کے مسلک کی پیروی کی ہے، اشار ہی اس مرد کی رفاقت کا حق رکھتی ہے کہ اس نے ناظم ایثام کو شکست دے دی ہے۔'' پھر وہ براہ راست اشار سے مخاطب ہوئی۔ ''سن اے اشار جزیرہ امسار کی روایت کے مطابق یہ اجنبی مرد تیرے حوالے کیا جاتا ہے۔ اب یہ تیرا فرض ہے کہ تو اسے سرکشی سے روک اور تیرا حق ہے کہ تو اس کے وصال کی لذت سے بہرہ ور ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ دیوتاؤں نے اسے تجھے تفویض کیا ہے۔ ہاں تجھے اختیار ہے کہ تو اس سے جب چاہے دست بردار ہو جا، جب چاہے، عطیے کے طور پر عارضیتاً یا مستقلاً کسی کو بخش دے۔''

اشمارا بھی تک بہکی ہوئی تھی۔ اس نے سنبھل کر قسریم کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور جھک کر سرشاری سے کہا۔ ''مقدس شوطار دیکھ رہی ہوگی کہ میں نے اس مرد کے حصول کے لیے دیوتاؤں کی عطا کردہ ہر قوت آزمائی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ مجھے ان کی طرف سے جو کچھ بخشا گیا ہے، میں نے اسے فراموش نہیں کیا۔ مقدس شوطار اسمار کی امین ہے۔ وہ دیکھ رہی ہوگی کہ جابر بن یوسف کے لیے میری طلب زیادہ شدید تھی۔ میں عہد کرتی ہوں کہ اس مرد کو اپنی تحویل میں رکھوں گی اور اسے وصال کی تمام لذتوں سے ہمکنار کروں گی۔''

اشمار یہ رسمی عہد نامہ ادا کر کے میرے پاس آئی۔ اس کی نگاہوں میں خمار کی کیفیت تھی۔ برتری کا ایک احساس۔ اس نے بے اختیار میری بندشیں کھولنی شروع کر دیں حالانکہ وہ پہلے ہی ڈھیلی ہو چکی تھی۔ نیزے بردار سیاہ فام لڑکیوں کا غول پیچھے کی طرف جا چکا تھا۔

جزیرے کی خوش جمال عورتیں ہمارے گرد حلقے کی صورت میں ناچ رہی تھیں اور اشمار کی فتح پر دیوتاؤں کی عظمت کا غنائی اعتراف کر رہی تھیں۔ وہ مجھے آزاد کر کے میدان میں گھسیٹتی ہوئی محلات کی جانب بڑھنے لگی، یہ تماشا دیکھ کر عورتوں کے قہقہے نکل گئے۔ اس کی گرفت میری کلائی پر بہت سخت تھی۔

توری میں وہ موم کی طرح نرم اور ریشم کی طرح ملائم تھی مگر اس وقت اس کے بدن میں بلا کی طاقت تھی، مجھے اشمار کے اس رویے پر حیرانی ہوئی، میں نے ضبط سے کام لیا اور اس کے ساتھ زرخرید غلاموں کی طرح گھسٹتا رہا، سرخ و سپید لڑکیوں کا پرا جلوس کی صورت میں اشمار کے ساتھ تھا، آبادی کی حدود میں غلغلہ مچا رہا۔ پھر جب اشمار مجھے اپنی گرفت میں لیے ایک عمارت میں داخل ہو گئی تو ان لوگوں کے نعرہ ہائے تحسین اور مژدہ ہائے مسرت کا واویلا ختم ہو گیا۔ یہ اشمار کی قیام گاہ تھی۔ اس کی سفید دیواریں مینا کاری سے مرصع تھیں اور یونان و مصر کے کسی گم شدہ طرز تعمیر کی یاد تازہ کرتی تھیں، مجھے وہاں کئی سیاہ فام مرد بھی نظر آئے جو اشمار کو دیکھ کے احتراماً خمیدہ ہو گئے۔ انہوں نے میری آمد معنی خیز نظروں سے دیکھی۔ اشمار فاخرانہ انداز میں مجھے ساتھ لیے ایک چھوٹے سے باغ میں داخل ہوئی۔ یہ باغ عمارت کے اندر ہی واقع تھا۔ وہاں پھولوں کے جھرمٹ کے درمیان ایک لمبی چوڑی چوکی پر اشمار نے مجھے ترنگ میں جھٹکا دیا تو میں لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔ چوکی پر پھول ہی پھول بکھرے ہوئے تھے۔ قریب ہی پرانے طرز کی صراحیاں رکھی تھیں اور درختوں میں پھول جھول رہے تھے، یہ جگہ واقعی جابر بن یوسف کے شایان شان تھی مگر جس طرح وہ یہاں لایا گیا تھا وہ جابر بن یوسف کی اہانت تھی۔ اشمار کا رویہ اجنبیوں جیسا تھا جیسے وہ مجھے پہچانتی ہی نہ ہو، وہ میرے سرہانے بیٹھ گئی اور غور سے میری آنکھوں میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں اور ان میں ہزاروں سوال مچل رہے تھے۔ اشمار، اسمار میں میری منزل کی کلید تھی۔ میں نے اس سے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں اس کی دارفتگی کا خواہش مند تھا۔ ایسے جذبوں کا جو مدت بعد کوئی شناسا چہرہ دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اشمار نہ ملتی تو کیا ہوتا؟ میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا مگر اشمار کی نظروں میں گزشتہ تعلق کی کوئی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ بات سوہان روح کا باعث تھی، میں چاہتا تھا وہ خود ہی کلام کا آغاز کرے، وہ تنک گئی۔ ''جابر بن یوسف!'' اس نے تندی سے کہا۔ ''اب تم میرے محکوم ہو۔''

''کس نے انکار کیا ہے؟'' میں نے برجستہ کہا۔ ''ہاں میں تمہارا محکوم ہوں، تم نے ایک صبر آزما مقابلہ کر کے مجھے حاصل کیا ہے اور مجھے احساس ہے کہ میں توری کی سرزمین پر نہیں ہوں۔ دیوتاؤں کی اس جگہ کا نام اسمار ہے مگر میرا تمہارا ایک اور رشتہ بھی ہے۔ وہ ہے متبرک وصال کا رشتہ

جو ایک بار اگر قائم ہو جائے تو ہمیشہ کے لیے قلبی تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ ہم اجنبی نہیں ہیں۔''

''تم اسمار میں ہو اور ہمارے تمہارے درمیان ایک مکانی بعد قائم ہے یہاں میں مقدس اقابلا کی طرف سے تمہیں ودیعت نہیں کی گئی ہوں، اسمار میں مردوں کی حیثیت قانونی ہے، وہ عورتوں کے کھلونے ہیں۔'' اشمار کے لہجے میں غیر متوقع مغایرت کی بوتھی۔ ''یہاں تمہارے نوادر اور تمہاری طاقت کی نہیں، تمہاری وجاہت کی طلب ہے۔ یہاں کی عورتیں خود دیوتاؤں کی اعلیٰ طاقتوں سے مزین ہیں۔ ماضی کا باب بند کر کے ایک نیا رشتہ استوار کرو۔

میں نے لہجہ بدل کے اشتیاق سے کہا۔ ''جب تم اپنے حریف سے زور آزمائی کر رہی تھیں تو میری حالت عجیب تھی۔ کئی بار میرا ہاتھ اپنے نوادر کی جانب اٹھ گیا تھا۔ سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں تھا کہ تم ایشام کے مقابلے میں جیت جاؤ گی۔ شاید تم تسلیم کرو گی کہ میں نے خلاف روش دو مرتبہ دخل اندازی کی کوشش کی اور اس طرح تمہیں سنبھلنے کے دو مواقع فراہم کیے اور اس طرح تم ایشام کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہاری طاقت وعظمت سے منحرف ہوں۔ اسمار کی عورتوں نے مہذب دنیا کے اس مرد کو خاصا ہراساں کر دیا ہے مگر میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم اپنا رویہ تبدیل کر لو۔ نہیں تو پھر مجھ سے بھی اسمار کی زمین کا احترام نہ ہو گا۔ میں مزاحمت کروں گا۔''

''تم مزاحمت کرو گے؟ ایسا کر کے تم بڑی نادانی کرو گے۔'' اشمار نے میری گردن پر اپنا آہنی ہاتھ رکھ کر مجھے بے بس کر دیا، باقی تفصیل بیان کرنے کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

اس کی شقاوت پر میں جھرجھری لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے تلخی سے کہا۔ ''اشمار! کیوں میرا خوب صورت تصور مجروح کر رہی ہو؟ یہ زلفیں اور رخسار میں نے پرکھے ہیں۔ میں تمہارے لیے ہوں اور تم مجھے جانتی ہو کہ میری سرشت میں کیسی بغاوت بھری ہوئی ہے؟ آؤ اطمینان سے بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ یہاں کتنی آنکھیں ہماری وابستگی سے محظوظ ہو رہی ہیں۔''

اشمار نے میری تلخیاں اس بار توجہ سے سنیں اور اس کے بے باک ہاتھوں میں ایک جھجک سی نظر آئی۔ وہ باغ میں کچھ سونگھتی رہی اور اس نے چند پتے توڑ کر انہیں چوکی کے اردگرد پھیلا دیا اور مجھ سے کسی قدر نرم لہجے میں رازداری سے مخاطب ہوئی۔ ''تم یہاں تک آ کیسے گئے؟'' میں اس کے محتاط انداز اور لہجے سے یہ سمجھ گیا کہ اس کا رویہ بدلا ہوا کیوں ہے؟ میرے خشک گلے میں کسی نے رس ٹپکا دیا۔ میں نے شگفتگی سے کہا۔ ''تم جب توری سے چلی آئیں تو میں نے ایک مدت مختلف جزیروں، صحراؤں اور غاروں میں گزار دی۔ میں تین قبیلوں کا سردار بنا اور میں اپنی شجاعت سے مقدس اقابلا کے برگزیدہ لوگوں کی صف میں شمار ہونے لگا۔ اسی اثناء میں مجھے انگروما کے باغیوں نے کھینچ لیا لیکن میں نے وہاں سے بھی نجات حاصل کر لی۔ تم جانتی ہو کہ مجھے مقدس اقابلا کے خیرہ کن حسن نے پاش پاش کر دیا ہے۔ سو میں نے اس کے بیش از بیش قرب کے لیے کسی ایک جگہ قناعت نہیں کی۔ میں بھٹکتا رہا اور آخر مجھے اسمار آنے کا حکم ملا۔ تم مجھے اسمار کے اسرار سے آگاہ کرو تا کہ میں یہاں کی خوابیدہ سرزمین......'' میں جوش میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اشمار نے میرے منھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''جابر بن یوسف!'' اس نے تمکنت سے کہا۔ ''اسمار ان سب جزیروں سے مختلف ہے جنہیں تم نے دیکھا ہے اور جن کا ذکر تم نے سنا

ہے۔ یہاں مقدس شوطارا اقابلا کی نیابت کرتی ہے اسے غیر معمولی صفات سے نوازا گیا ہے۔ کیا تم سوچ سمجھ کر یہاں آئے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ مقدس شوطار کو ساحرِ اعظم جاملوش کی تائید حاصل ہے، اور جاملوش بینر نار میں اقامت گزیں ہے۔ جاملوش کاہنوں میں سب سے بڑا کاہن اور ساحروں میں سب سے بڑا ساحر ہے۔ اس کی آنکھیں ہر سو دیکھتی ہیں۔'' اشمار نے کسی قدر خوف سے کہا۔

''میں جاملوش کی عظمت کا احوال سن چکا ہوں۔ کیا میں یہ سمجھوں'' میں نے ترشی سے پوچھا۔ ''کہ تم نے میری معروضات پر ہمدردانہ غور کیا ہے؟ اور کیا میں دیوتاؤں کو درمیان میں لا کر تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟''

''میں اسمار میں مقدس شوطار کی بلند اقبالی کے سوا کچھ نہیں جانتی، اشمار کا مصنوعی انداز میری سماعت بھانپ گئی۔

میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ ''کیا کبھی مقدس شوطار مجھے اپنی دید کے شرف سے نوازے گی؟''

''وہ جب چاہے گی، تمہیں اپنے قصر میں طلب کر لے گی۔''

''اور وہ کیوں چاہے گی؟'' میں نے زیرِ لب کہا۔ ''مگر میں اس سے نیاز حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

اور مجھے احساس ہوا کہ اشمار مجھ سے کھل کر بات کرنے سے پہلوتہی کر رہی ہے، وہ کہتے کہتے رک جاتی اور بے اختیار اس کی زبان پر شوطار کا نام آ جاتا۔ میں نے یہ گفتگو کسی اور وقت کے لیے ملتوی کر دی اور پوچھنے لگا۔ ''تمہیں پہلے کیا ہو گیا تھا؟''

اس کے خوب صورت لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ ''میں تمہارا وزن کر رہی تھی۔''

''تم نے مجھے بہت پریشان کیا۔'' میں نے اس کی زلفیں چوم لیں۔

''میں تمہارے سپرد ہوں۔ ابھی کیا ہے؟ میں اسمار کی نازنینوں میں تمہارے لطف کا چرچا کروں گی اور تمہیں یہاں کی ہر آسودگی سے متمتع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔''

''میں ایک متحرک شخص ہوں۔ مجھ سے ایک جگہ نہیں بیٹھا جاتا۔''

''میں تمہیں اسمار میں ہر جگہ گھماؤں گی۔ جاملوش نے اس جزیرے کا حسن اپنے سحر سے سنوارا ہے۔ میں زندگی بھر تمہارے لیے مقابلے کرتی رہوں گی۔''

''اوہ، کیا تم یہ سمجھی ہو کہ اسمار ہی میرا مرکز ہے؟ کیا میں یہاں ٹھہر جاؤں گا؟''

''یہاں کی زندگی تمہارے اندر اس طرح شامل ہو جائے گی کہ تم واپس جانے کا نام نہیں لو گے۔''

''تم دیکھنا۔'' میں نے شوخی سے کہا۔ ''بس تم میری رہبری کرتی رہنا۔''

''یہاں کے اسرار تمہارے لیے ناقابلِ فہم ہیں۔'' اشمار نے خوف زدگی سے کہا۔

''میں مایوس نہیں ہوتا۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے اشمار کو اپنے زانو پر گرا لیا اور چوکی سے پھول بدمست ہو ہو کر نیچے گرنے لگے اور ڈالیاں

شرما شرما گئیں اور ہر طرف ایک خوشبو چھا گئی اور میں نے اقابلا کے فسوں خیز حسن کا تصور کیا۔ وہ تصور جو مجھ سے ہوش چھین لیتا ہے اور مجھے کچھ خبر نہیں رہتی۔ وہ تصور جس نے جابر بن یوسف کو سحر و اسرار کی اس زمین میں زندہ رکھا اور اسے نہایت اہم شخصیت بنا دیا۔

اشمار سے دوبارہ ملاقات کا حال کیا کہوں؟ وہ مہکتی ہوئی رات بے خبری میں گزر گئی۔

☆==========☆==========☆

صبح ہوئی تو اشمار کا اجلا سراپا سامنے تھا اور اس کے چہرے پر سدا بہار تازگی اور شادابی تھی۔ صبح ہوتے ہی میری خدمت میں اشمار کے غلام مردوں نے نفیس غذائیں اور مشروبات پیش کر دیئے لیکن ایک بے چینی سی میرے دماغ پر چھائی رہی۔ وصل کے یہ ہنگام تو توری میں میسر تھے گو وہاں خانوادہ اقابلا کی کوئی پری جمال میرے تصرف میں نہیں تھی۔ میں نے اشمار سے کہا کہ وہ مجھے امسار کی وادیوں اور بستیوں میں لے چلے۔ اس کے مردوں نے مجھے غسل دیا۔ پھر میرے گلے میں پھولوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ پھر اشمار مجھے ایک شان ایک ادا سے آبادی کی جانب لے کر چلی۔ اس کے ہاتھوں میں میرا ہاتھ تھا اور وہ مجھ سے ایک قدم آگے کسی ہرنی کی مانند چل رہی تھی۔ میرے چہرے پر بھی مسکراہٹ طاری تھی، میں اپنے جلوے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نگاہیں میری جانب اٹھتیں اور حسرت کا اظہار کرتی ہوئی بجھ سی جاتیں، امسار باغات و محلات کی زمین تھی۔ ہر طرف پہاڑ، ہر طرف وادیاں، پہاڑوں پر بنے ہوئے خوب صورت قصر اور ابلتے ہوئے چشمے۔ مخملیں سبزہ اور مخملیں جسم آب نشاط انگیز میں مخمور بدن، سیاہ و سفید کا حسین امتزاج، کہیں کوئی بڑا میدانی سلسلہ، کہیں پہاڑ ہی پہاڑ، میں جہاں جہاں سے گزرا۔ میری اور اشمار کی طرف قدح اچھالے گئے۔ مہذب دنیا میں کچھ نہیں ہے، وہاں سارے نظارے مصنوعی ہیں، انہوں نے خوبصورت وادیوں، خوش رنگ نظاروں اور حسین و جمیل جسموں کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے، جہاں یہ سب اکٹھے ہو جاتے ہیں، وہاں تہذیب کا جبر عائد کر دیا جاتا ہے اور آدمی آدمی سے دور رہتا ہے۔ قوانین امسار میں بھی عائد تھے مگر صرف اس قدر کہ اس طلسمی نظام میں لوگ سرشور نہ ہو جائیں۔ بہر حال میرا منصب اس وقت مہذب دنیا اور تاریک براعظم کی فسوں کا سرزمین کا موازنہ کرنا نہیں ہے، یہ کام میں اس سرگزشت کے تمام ہونے تک اٹھا رکھتا ہوں۔

خوش آمدید کہتے ہوئے اس غول میں فناسر بھی نظر آئی جس نے بقول خود سب سے پہلے مجھے امسار میں دریافت کیا تھا اور ناظم تلراش کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

رات کو اشمار مجھے امسار کے شبستانوں میں لے گئی۔ میں ناظموں کی جلوہ گاہ کی شرر باریاں بیان کر چکا ہوں۔ مجھے بیروت، پیرس اور قاہرہ کے پُرشکوہ عشرت کدے یاد آ گئے۔ بس فرق یہ تھا کہ یہاں عورتوں کو بالا دستی حاصل تھی اور داخلے پر کوئی ٹکٹ نہیں تھا۔

میں نے کئی عورتوں کو اٹھا لیا اور انہیں وسیع ہال میں گھماتا رہا۔ وہ اس انوکھے کھیل سے بہت محظوظ ہوئیں۔ کسی مرد سے وہ اتنی طاقت کی توقع نہیں رکھتی تھیں، ان کی نظروں سے حیرت ہویدا تھی۔

اور پھر یوں ہی کئی راتیں گزر گئیں، کئی دن گزر گئے، مجھے اشمار نے بتایا کہ اب شبستانوں میں میری وجاہت میرے حسن، میرے جمالیاتی برتاؤ کا ذکر خوب دھوم سے ہو رہا ہے، اور میں نے بہت کم مدت میں امسار کی نازنینوں کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ وہ میری وجاہت سے متاثر ہیں اور میرے طرز عمل کے والہ و شیدا ہیں، میں نے یہ دن امسار کا چپا چپا دیکھنے میں صرف کیے اور ساتھ ہی امسار کی روایتوں میں ایک دلچسپ تغیر پیدا کرتا رہا۔

رات کے آخری پہر جب ہم تھکے ہارے اپنی اقامت گاہ میں لوٹتے تو میں اشمار سے امسار کے بارے میں کرید اکرتا۔ میرے اصرار سے اشمار تنگ آ گئی تھی، اس نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میری کوئی اعانت نہیں کر سکتی لیکن اتنی بات ضرور جابر بن یوسف کے ذہن رسا میں آ گئی تھی کہ اشمار شوطار سے کبیدہ خاطر ہے اور مقدس اقابلا کا ذکر احترام سے کرتی ہے جب کہ امسار میں لوگ اقابلا کا ذکر صرف گاہے گاہے کرتے

تھے۔ ہر زبان پر شوطار کا نام رہتا تھا۔ اشار کسی پہلو میرے سوالوں کے دام میں نہیں آتی تھی اور مجھے کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ میں یہاں اشار کو تنگ کروں۔ میں اسے تنگ کرتا رہا اور اشار کی صحبت سے کم از کم مجھے اتنا فائدہ ضرور تھا کہ میں آزادی کے ساتھ گھوما کرتا تھا اور نازنینوں کے دلوں پر اپنے گہرے نقش بٹھایا کرتا تھا۔ امسار میں کوئی سرگرمی دکھانے سے پہلے اس کے مشاہدے اور مطالعے کے مرحلے سے گزرنے کا کام ضروری تھا۔ یہ مشاہدہ جان کا عذاب ہوتا ہے، اتنے دنوں میں مجھے صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ میں نے اپنی شناخت امسار کی طرب گاہوں میں خوب کرادی۔

امسار کا سفر باگمان اور توری سے مختلف تھا، مجھے خوش قسمتی سے وہاں دوسری طاقتوں کی مدد حاصل ہوگئی تھی مگر امسار میں ابھی تک میں کوئی ایسا گوشہ ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا جہاں میرے بہی خواہ ہوتے جن میں، میں امسار کے طلسمی رموز و اسرار کے معانی سمجھ سکتا۔ توری میں سمورال تھا، سرنگا تھا، انگروما میں نیشا اور کیشا تھیں، گورے تھا گروٹا تھا، باگمان میں کاہوکی روح نے میری مدد کی تھی اور اسٹالا نے مجھے اکسایا تھا۔ یہاں صرف اشار تھی جس پر امسار کا سحر اتنا غالب تھا کہ وہ اس ذکر ہی سے گریز کرتی تھی۔ پھر میں نے اشار سے اجازت لے کر راتوں کو تنہا گھومنا شروع کر دیا۔ میں ناظم تلراش کے پاس بھی گیا اور میں نے دوسری ناظموں کے بہشت بدن کی گل چینی بھی کی، یہ ایک دلچسپ مہم تھی کہ امسار کی تمام عورتوں کی قربتیں حاصل کی جائیں اور اس امر پر فخر کیا جائے کہ میں نے دنیا کی حسین عورتوں سے لذت کشی کی ہے، میری اس مہم کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ میری خوش دلی و فیاضی سے متاثر ہو کر وہ مجھے چند مبہم نشانات کا پتہ بتا سکیں، وہ تو وصال کے سوا کچھ جانتی ہی نہیں تھیں، بہرحال میں کسی سراغ رساں کی طرح راستے سونگھتا رہا، اور اسی دوران میں مجھے فناسر سے معلوم ہوا کہ امسار میں ایک بڑی عبادت گاہ ہے جہاں کا سحر سب سے اونچا ہے اور مقدس شوطار کے قصر میں نصب عکس نما پتھر میں عبادت گاہ کی عمارت اوجھل رہتی ہے، فناسر نے مجھے بتایا کہ جب امسار میں کسی کو ناانصافی کی شکایت ہوتی ہے تو وہ اسی عبادت گاہ کا رخ کرتا ہے اور دیوتاؤں کے ذریعے شوطار کی توجہ اپنی جانب منعطف کراتا ہے۔ یوں بھی اس عبادت گاہ کی بڑی فضیلتیں ہیں، یہاں امسار کی جلیل القدر کاہنائیں، ریاضت و عبادت میں مصروف رہتی ہیں اور شوطار کے لیے دیوتاؤں کو راضی رکھنے کا کام سرانجام دیتی ہیں۔

اس رات میں نے اشار سے تذکرہ کیا کہ وہ مجھے امسار کی عبادت گاہ میں لے چلے، اشار اس ذکر پر حیرت زدہ رہ گئی اور چراغ پائی سے اس نے مجھے منع کر دیا۔ مگر میں نے اقابلا کے واسطے دے کر اسے راضی کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ امسار میں جب کبھی میں کوئی مشکوک قدم اٹھاؤں گا تو اسے ضرور مطلع کروں گا۔ میں رات بھر اشار کو آمادہ کرنے کے لیے اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں مصروف رہا اور صبح اپنے نوادر سجا کر اشار کے ساتھ امسار کی آبادی سے دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع عبادت گاہ کی طرف چلا۔ عبادت گاہ کی عمارت کا جو خاکہ میرے ذہن نے فناسر کی گفتگو سے مرتب کیا تھا، وہ اسی کے مطابق تھا۔ سرخ و سفید پتھروں کی اس عمارت میں قدیم ہیکلوں کی سی شان و شوکت تھی۔

عبادت گاہ پوری پہاڑی پر پھیلی ہوئی تھی، وہ عمارت بالکل نئی نظر آتی تھی جیسے اسے کل ہی بنایا گیا ہو۔ وہاں جگہ جگہ مجسمے اور جانوروں کی شبیہیں ایستادہ تھیں اور بڑے بڑے کمروں میں بت خانے بنے ہوئے تھے، ہر طرف زنان امسار اور سیاہ فام مردوں کی ٹولیاں گھوم رہی تھیں، ایک عجیب قسم کی لطیف خوشبو سے ساری فضا آلودہ تھی۔ اشار مجھے سب سے بڑی عمارت میں لے گئی جس کے در و دیوار پر وصال کے مختلف مناظر بڑی

خوبصورتی سے کندہ کیے گئے تھے اور قد آدم مورتیوں کے ستونوں پر عمارت اٹھی ہوئی تھی۔ جارا کا کے ایک بڑے مجسمے کے سامنے جا کے اشار رک گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ پر کر لیے اور مورتی کے سامنے جھک گئی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ دیوتا بت کے کھلے ہوئے منہ سے دھواں نکل رہا تھا جو تمام عبادت گاہ کو معطر کر رہا تھا۔ اشار دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک گوشے میں کھڑی ہوگئی اور اس نے خانوادہ اقابلا کی کنیزوں کے سے تاثر انگیز انداز میں کہا۔ ''مقدس جارا کا کا! میں اس سرکش مرد کو تیری خدمت میں لائی ہوں، اسے بتا کہ تو شوطار کو پسند کرتا ہے اور میری رہبری کر کیونکہ میں فیصلے کی قوت سے محروم ہوں، میں نے اسے تیری طاقتوں کے طفیل حاصل کیا ہے اس کا بیان ہے کہ اسے امسار کا پروانہ مقدس اقابلا نے عطا کیا ہے۔ مجھے اس عذاب سے بچا جو اس کے فتنہ جو دماغ میں میرے لیے ہے۔''

اشار عاجزی کے ساتھ جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے دعا گو تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے اس سے کہا۔ ''شوطار کے عکس نما میں جارا کا کا کی عبادت گاہ اوجھل رہتی ہے، بس اے میری ہم نشیں! کسی خوف کے بغیر مجھے بتا کہ میں صدیوں بعد امسار میں انقلاب برپا کر کے مقدس اقابلا کی خوشنودی کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟''

اشار کے چہرے پر ویرانی چھا گئی۔ وہ دوبارہ جارا کا کا سے مخاطب ہوئی۔ ''مقدس جارا کا کا اسے راستی کا راستہ دکھا۔ ورنہ آسمان سے کہہ دے کہ وہ اس پر بجلی گرا دے۔''

میں نے اشار کو کھینچ لیا۔ ''اگر جارا کا کا کو میری اعانت منظور نہیں تو میں یہاں سے ناکام واپس ہو جاؤں گا۔ اشار تم کیوں خوف زدہ ہوتی ہو؟ کیا تم جارا کا کا کی عبادت گاہ کی پناہ میں بھی شوطار سے ڈرتی ہو؟''

''تم چاہتے کیا ہو؟'' وہ اداس آواز میں بولی۔

''میں شوطار سے امسار کا اقتدار چھین لینا چاہتا ہوں۔''

''نہیں۔ نہیں۔ شوطار دیوتاؤں کی پناہ میں ہے۔''

''اوہ اشار۔ مقدس اقابلا کی کنیز خاص، کیا اس عبادت گاہ میں بھی مصلحتیں تمہارے دماغ سے وابستہ رہیں گی؟ یقین رکھو، یہاں جارا کا کا کے سوا کوئی کچھ نہیں سن رہا ہے۔ تم یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتی ہو۔ کاش تم نے اس جگہ کا پتہ پہلے بتا دیا ہوتا۔'' میں نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

''دیوتا مجھے معاف کریں جابر بن یوسف! تم یہاں کی زمینوں اور آسمانوں سے واقف نہیں ہو، تمہیں شوطار کی طاقت کا بھی اندازہ نہیں ہے۔ اقابلا نے اسے اپنی نیابت دیوتاؤں کی ایما ہی پر تفویض کی ہوگی۔ پھر شوطار نے خود دیوتاؤں سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس نے ایک بہترین نائب کے فرائض حسن و خوبی سے انجام دیئے، اب وہ مقدس اقابلا کی قلم رو میں ہونے کے باوجود محض رسمی طور پر اس سے وابستہ ہے۔'' اشار نے اپنی مختفی گفتگو میں بھی کئی نکتہ رس باتیں مجھے بتا دیں۔

''اور اسی لیے اس نے تین جزیروں کے ذہین اور جری سردار جابر بن یوسف کو امسار بھیجا ہے کہ وہ شوطار سے عنان اقتدار چھین لے، اس نے اپنے ایک غلام کی آزمائش کا کیا خوب عذر تراشا ہے۔ کیا میں اسے مایوس کر دوں؟'' میں نے اشار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

وہ میرے جوشیلے لہجے سے گھبرا گئی اور کہنے لگی۔ ''تمہارے لیے یہ مشکل ہے، ممکن ہے وہ یہ نہ چاہتی ہو اور محض تمہارا قیاس ہو۔''

''میں اس کے قرب کے لیے یہ کارنامہ ضرور انجام دوں گا۔ چاہے اس میں میری تمام عمر صرف ہو جائے۔'' میں نے ولولے سے کہا۔

''اور اگر میں غلطی پر ہوں تو یہ دیوتا مجھے اس کا خمیازہ بھگتنے میں کوئی رعایت نہیں دیں گے اور میں دیوتاؤں کو اپنے حق میں آمادہ کرنے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔''

''اسرار و طلسم کے اس کارخانے میں تم اپنے قدم جمانے کے باوجود ابھی بہت دور کھڑے ہو۔'' اشمار نے کرب سے کہا۔

''سنو اشمار!'' میں نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔ ''کیا تم مجھے آزاد کر سکتی ہو؟''

وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ ''پھر تم کیا کرو گے؟''

''میں یہیں سے اپنے کام کا آغاز کروں گا، میں اس عبادت گاہ میں بیٹھ کر ریاضت کر کے دیوتاؤں سے اپنی برتری تسلیم کراؤں گا اور انہیں اپنے حق میں ہموار کروں گا۔''

''اگر کوئی مرد اس عبادت گاہ میں پناہ حاصل کر لے تو امسار کی عورتیں اس سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ میں مقدس اقابلا کے لیے تمہیں آزاد کر سکتی ہوں۔''

''شجاعت اور ذہانت کے کھیل اسے پسند ہیں۔ تم مجھے اس اجنبی سرزمین میں ایک موقع فراہم کر رہی ہو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ تمہارا یہ اقدام یقیناً مقدس اقابلا کو مرغوب ہوگا۔'' وہ سہمی ہوئی تھی۔ میں نے سرگوشی میں ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔ ''میرا خیال ہے۔ اس نے تمہیں یہاں اسی لیے بھیجا ہوگا کہ تم امسار میں مقدس اقابلا کے نام نامی کا اعادہ کرو۔ مجھ سے کھل کر بات کرو! اے عزیزہ گرامی!''

''تم سچ کہتے ہو۔'' وہ تعجب سے بولی۔ ''معلوم ہوتا ہے تم نے توری میں سرداری کے سوا حصول علم میں بھی وقت گزارا ہے، ہاں وہ شوطار سے ناخوش معلوم ہوتی ہے۔''

''اور وہ اس کی دست برداری کے احکام بھی بر بنائے مصلحت صادر کرنے سے قاصر ہے۔ کیوں؟''

''میں نہیں جانتی ایسا کیوں ہے؟ شاید وہ کسی نیک وقت کی منتظر ہو، ممکن ہے اسے بہتر شگون نہ ملا ہو اور اس کی ساعت اچھی پیش گوئیاں سننے سے محروم رہی ہو اور اس نے حالات کا جوں کا توں رہنا قبول کر لیا ہو۔''

میں نے کسی خوف و خطر کے بغیر اشمار سے ناگفتنی باتیں بیان کر ڈالیں۔ ان باتوں سے میری استقامت میں ایک نیا جوش پیدا ہوا اور اس سے درخواست کی کہ وہ گاہے گاہے آتی رہا کرے کیونکہ میں ایک نامعلوم مدت کے لیے عبادت گاہ ہی میں رہوں گا۔ اشمار کے چمکتے ہوئے چہرے کی روشنی بجھنے لگی، وہ مجھ سے وعدہ کر کے دل گرفتہ چلی گئی۔ میں تنہا رہ گیا۔

عبادت گاہ میں اس ایوان سے باہر آ کے میں نے اس وسیع و عریض پہاڑی کے گوشے گوشے سے آگاہی حاصل کی اور ایک چھوٹی عمارت کے خاموش گوشے کو اپنا مستقر بنا لیا۔ میرا سلسلہ خیال اب کسی حد کا پابند نہیں تھا، خیال کا اسپ بے لگام خلاؤں میں اڑ رہا تھا۔ امسار میں اس عبادت گاہ سے نقطہ آغاز نظر آتا تھا، اقابلا نے شراڈ کے معاملے میں، مجھے زنداں میں ڈال دیا تھا اور خود تین مہینے کے لیے برہنہ جسم کے ساتھ عبادت میں

مصروف ہوگئی تھی پھر جب اس کی عبادت کی مدت ختم ہوئی تھی تو کاہن اعظم سمورال نے مجھے امسار آنے کا حکم دیا تھا۔ کیا وہ سب میرے امسار آنے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی؟ کیا اقابلا نے تاریک براعظم میں صرف مجھے اس اہم کام کے لیے موزوں ترشخص سمجھا تھا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے قریب سمجھا اور میری طلب نے اثر کیا؟ آہ اقابلا۔ تیرا غلام۔ تیرے لیے کیا نہیں کر سکتا؟ بس ذرا التفات کی ایک نظر تو کر۔ بس ایک لمس جاوداں کی بخشش دے دے اور پھر اپنے ہاتھ سے میری شہ رگ کاٹ دے۔ اس کے بعد کسے زندہ رہنا ہے؟ اور کون زندہ رہ سکتا ہے؟

میں نے اپنے سامنے آگ روشن کر لی۔

میرے سامنے آگ روشن تھی اور میں زارشی کے صحرا کے عمل کا ورد کر رہا تھا۔ میں نے شپالی آگ میں ڈال دی۔ اس کے لیے یہی مناسب جگہ تھی۔ آگ خود بخود روشن رہی اور میں اس سے کھیلتا رہا اور اس روشن آگ کے سامنے شب و روز گزرتے رہے، رات کو میں بڑے ایوان میں جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے چلا جاتا اور صبح اپنے مستقر پر واپس آ جاتا۔ رفتہ رفتہ عبادت گاہوں کے مستند کاہنوں نے میری ریاضت دیکھ کے میری جانب توجہ دینا شروع کیا اور میرے جذب کامل سے متاثر ہو کر مجھے مشترکہ عبادت میں شامل کر لیا۔ یہیں میرا ربط ضبط دیوتاؤں کے ان برگزیدہ خدمت گزاروں سے ہوا۔ ان میں مہہ جمال کاہنائیں بھی تھیں اور بوڑھے عبادت گزار بھی۔ پھر عبادت گاہ کے زائرین دوسرے کاہنوں سے سعادت سمیٹنے کے اطوار میں میرے پاس بھی خیر و برکت کے لیے آنے لگے اور میرے سامنے جلتی ہوئی آگ میں پھول نچھاور ہونے لگے۔ دن بھر زائرین کا تانتا بندھا رہتا مگر میں ان تمام لوگوں سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ میں گم رہتا۔

شوطار عبادت گاہ میں میرے مستقبل قیام پر یقیناً برہم ہوئی ہوگی میں نے امسار کے قوانین کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا اس لیے میں مطمئن تھا، عبادت گاہ کے کسی معاملے پر شوطار کو اختیار نہیں تھا۔ شکست خوردہ اور پریشان حال زائرین شوطار کے خوف سے بے پروا ہو کر یہاں آتے اور دیوتاؤں کے سامنے مطالبے پیش کر دیتے۔ عبادت گاہ میں جنس، کو ایک مقدس درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ وہ کسی امتناع کے بغیر جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے جنسی افعال کا مظاہرہ کرتے۔ کبھی کبھی کاہن اور کاہنائیں بھی اس عمل میں شریک ہو جاتیں۔ یہ ان کے لیے کوئی غیر معمولی مظاہرہ نہیں تھا۔ کئی دن بعد اشار بھی عبادت گاہ میں داخل ہوئی اور اس نے جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے مجھ سے وصال کی تمنا ظاہر کی۔ میں انکار کی جرات نہیں کر سکا حالانکہ میری طبیعت اس ماحول میں، ایسے فعل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ کاہن خود کبھی پیش قدمی نہیں کرتے تھے لیکن وہ درخواست ٹھکراتے بھی نہیں تھے، یہی حال کاہناؤں کا تھا، وہ کسی تشنہ کام مرد کی خواہش پر اسے وصال کی لذت سے سرشار کرتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتاؤں نے انہیں خلق کی آسودگی کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اشار نے مجھے بتایا کہ جزیرہ امسار کی ناظموں نے مجھے آزاد کرنے پر اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا لیکن چونکہ یہ عمل امسار کی روایتوں کے مطابق تھا اس لیے انہوں نے اشار سے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ میں نے شوطار کے محل کا حال پوچھا، اس نے بتایا کہ حسن و جمال میں اقابلا کے بعد شوطار کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اشار آسودہ ہو کے چلی گئی اور وداع کے وقت اس نے پھر مجھے تنبیہ کی کہ میں جذبات اور عجلت میں کوئی قدم اٹھانے سے گریز کروں۔ میں نے اشار سے کہا کہ وہ مجھے عبادت گاہ سے باہر ہونے والے ہر تغیر سے مطلع کرتی رہے اور اطمینان رکھے کہ اگر دیوتاؤں کو شوطار کی معزولی منظور ہے تو اسے کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

☆==========☆==========☆

عبادت گاہ کا عظیم الشان کاہن اعظم قرسام میری فصاحت، میرے اطوار اور میری ریاضت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مجھے رات کو عبادت گاہ کے خاموش علاقوں میں لے گیا اور اس نے مجھے سموراں کی طرح سرپرستانہ انداز میں حیرت انگیز طلسمی اعمال کی تربیت دینے کا آغاز کیا۔ قرسام کی توجہ کا حصول ایک قوت طلب کام تھا، جابر بن یوسف ہی یہ سخت کوش مرحلہ طے کرسکتا تھا۔ قرسام کی اعانت دیکھ کے میں نے اپنی شدت اور مدت بڑھادی اور ہر لمحے اس کے تعاقب اور خدمت میں رہنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے جلد ہی اس کے عزیز نائب کی حیثیت اختیار کرلی، یہ شخص بڑا نیک نفس ذہین اور شجیع تھا۔

میں غالباً عبادت گاہ کی مشقت کا حال بیان کرنے میں کوتاہی کررہا ہوں۔ قرسام ہی کا معاملہ لیجے۔ قرسام کے حصول کے لئے ایک بڑا وقت صرف ہوگیا تھا۔ میں نے اس کے سامنے عجیب وغریب مظاہرے کیے تب کہیں جا کر اس کی جوہر شناس نگاہ میری جانب اٹھی اور تھمی۔ ہاں میں نے ان محیر العقول واقعات کے اظہار میں عجلت سے کام لیا ہے وجہ یہ ہے کہ سنسان علاقوں اور ویران راتوں میں بیٹھ کے دل پر جو کیفیت گزرتی تھی اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ان حادثات سے وابستہ رہ چکا ہو۔ بہر حال میں نے ایک مدت گزار کے عبادت گاہ سے اوپر پہاڑ پر جا کے تن تنہا ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں مخالف ہوائیں چلنے لگیں اور نادیدہ طلسمی قوتوں نے مجھے ہیجان میں مبتلا کردیا۔ کہیں بدہیئت اور مہیب ہیولے میرا سکون درہم برہم کرتے، کہیں خوف کی آوازیں مجھ پر حملہ آور ہوتیں۔ کہیں نوچنے کھسوٹنے والے جنگلی پرندے میرے گرد پرواز کرتے، کہیں سے بین کی آوازیں میری شقی القلبی کا امتحان لیتیں اور کبھی چنگاریاں سی میری جانب لپکتیں۔ ان تمام ہول ناکیوں کے باوجود میں ایک پتھر کی طرح اپنی جگہ ایستادہ رہتا اور آخر کاہن اعظم قرسام کے حکم سے میں چند عشرے وہاں گزارنے کے بعد واپس عبادت گاہ میں آگیا۔ قرسام مجھے اپنے قریب بٹھانے لگا اور میں نے اس کے سامنے خود کو ایک ایثار پیشہ شاگرد ثابت کیا۔

پھر ایک دن جب میں جارا کا کے مجسمے کے سامنے زارشی کی ابدی آگ جلائے بیٹھا تھا اور میرا چوبی اژدہا پھن کاڑھے آگ کے گرد مستانہ رقص کررہا تھا، میرے پاس اشمار آئی۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ شوطار نے اپنی نازنینوں کا ایک پرا بہترین تحائف کے ساتھ ساحر اعظم جاملوش کی خدمت میں روانہ کیا ہے اور اگلی چاندرات میں شوطار نے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے ایک جشن کا اعلان کیا ہے جسے جشن بہار کا نام دیا گیا ہے۔

میں اشمار سے یہ اطلاع سننے کے بعد ایک تاریک علاقے میں بیٹھ کر اپنے آپ سے ہم کلام رہا اور میں نے قرسام کی خدمت میں حاضری دی اور اس سے عبادت گاہ سے باہر جانے کی اجازت طلب کی۔ قرسام میری اچانک آمد پر جز بز ہوا اور اس نے مزید چار روز قیام کا حکم دیا۔ میں نے قرسام کی بات مان لی اور قرسام نے ان چار دنوں میں مجھ سے اذیت ناک مشقیں کرائیں۔ اس نے اپنے حجرے میں بند کر کے مجھے بدذائقہ غذائیں کھلائیں اور کسیلے کڑوے مشروبات سے میری تواضع کی، وہ میرے جسم پر ایک خاص قسم کا تیل چھڑکتا رہا اور اس نے مجھے کسی رات سونے نہیں دیا اور اپنے حجرے میں لٹکے ہوئے متعدد سانپوں اور اژدہوں سے مجھے جگہ جگہ سے ڈسوانے کا تکلیف دہ عمل جاری رکھا۔ کئی چوبی پرندوں نے متحرک ہو کے میرے جسم میں ٹھونگیں مار مار کر مجھے لہولہان کردیا۔ چار روز بعد جب میں اس حجرے سے باہر نکلا تو میری آنکھیں غمزدہ تھیں اور قدم ڈگمگا رہے تھے۔ کاہنوں نے مجھے احترام سے رخصت کیا اور میرے گلے میں موتیوں کا ہار ڈال دیا جو اس بات کی سند تھی کہ میں نے اس عبادت گاہ میں کاہنوں کو خوش کیا ہے اور میری ریاضت کے صدق میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، میں عبادت گاہ سے چلتا ہوا امسار کے محلات میں داخل ہوا۔ اپنی شکستہ حالی اور پس

ماندگی کے باوجود میرا ذہن مستقبل کے منصوبوں کے تانے بانے بن رہا تھا۔ راستوں میں حسین عورتوں نے جگہ جگہ میری پذیرائی کی اور میرے جسم پر شراب چھینکی۔ میں مسکراتا ہوا گلیوں سے گزرتا رہا سب کو معلوم تھا کہ اشار نے مجھے حاصل کیا ہے لیکن میرے قدم اشار کے محل کی طرف نہیں اٹھ رہے تھے، مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟ یا مجھے کہاں جانا چاہیے؟ میرے پیچھے پیچھے عورتوں کا ایک جلوس چلنے لگا۔ پھر اچانک میں نے مڑ کے ان سے دریافت کیا۔ ''ناظم ایشام کا علاقہ کون سا ہے؟''

''آؤ میرے ساتھ۔'' ان میں سے کئی نے بیک وقت کہا۔

''چلو مجھے ناظم ایشام کے محل میں پہنچا دو۔'' میں نے ان سب کو قریب کرتے ہوئے کہا۔

''آہ۔ تم کتنے وجیہہ ہو۔'' ''تمہیں مقدس شوطار کے محل جانا چاہیے۔''

میں مسکراتا ہوں ان کی جلو میں ایشام کے محل تک گیا۔ ایشام کے محل کی سیاہ فام دربان کنیزوں نے میرا راستہ روک دیا، مجھے اس وقت تک باہر رکنا پڑا جب تک اندر سے باریابی کی اجازت نہ مل گئی۔ ایک مرصع کمرے کے دروازے پر مجھے حیرت زدہ ایشام نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ میں نے نہایت احترام سے اسے مخاطب کیا۔

''معزز ناظم ایشام! اشار سے آزاد ہونے کے بعد میں عبادت گاہ میں چلا گیا تھا۔ وہاں سے سیدھا تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تم نے میرے لیے جنگ کی تھی اور میں سمجھتا ہوں، اشار کے بعد تمھی مجھ سے قریب ہو۔''

اشار کو شاید اپنی سماعت پر شبہ تھا۔ وہ گنگ ہوگئی اور اس نے میرے سراپا کا بغور جائزہ لیا۔ یقیناً اسے وہ ہار بھی نظر آیا ہوگا جو میرے گلے میں اسمار کی عبادت گاہ کے کاہنوں نے ڈال دیا تھا اس نے اپنے غلام مردوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے مجھے اندر ایک نشست پر بٹھا دیا اور پھر کی تھالی پر رنگ برنگے مشروبات میرے سامنے پیش کر دیئے۔ ایشام مجھے تک رہی تھی۔ میں نے اس کی حیرت دور کرنے کے لیے کہا۔'' میں اب خود تمہارے پاس آ گیا ہوں کیوں کہ اشار مجھ سے کنارہ کش ہوگئی ہے۔ تمہاری طاقت نے میرے دل کے نہاں خانے میں اپنا رنگ جمایا ہے۔ ہر چند کہ یہ مقابلہ اشار نے جیتا تھا مگر تم نے اپنی قوت کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔''

''جابر بن یوسف!'' وہ پُرتجسس آواز میں بولی۔ ''میں تمہاری آمد پر بے حد شاداں ہوں، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم از خود میرے پاس آ گئے ہو۔''

''میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں، مجھے اسمار میں رہنے کا طریقہ نہیں آتا کیوں کہ میں نے یہاں کے نشاط کدوں میں چند ہی دن گزارے تھے پھر میں عبادت گاہ میں چلا گیا تھا اور اب میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے سلوک میں مجھے میری سابق عادتوں کی رعایت ضرور دو کہ میں اسمار میں نو وارد ہوں اور وہاں سے آیا ہوں جہاں مردوں کو برتری حاصل ہے۔'' کہتے کہتے میری آواز جذبات میں ڈوب گئی۔

اس کے نازک لب پھڑ پھڑانے لگے اور اس کے شہابی رخساروں پر شفق کا رنگ گہرا ہو گیا۔ اس کے ہاں جھجک تھی، میں نے خود بڑھ کے اس کی جھجک دور کر دی۔

''روح ایشام!'' اچانک وہ پھٹ پڑی۔ ''اور قریب ہو جاؤ۔ آہ میرے لیے یہ تصور ہی روح فرسا تھا کہ تم اشار جیسی حقیر عورت کے قبضے

میں ہو، تمہیں تو کسی ناظم کے محل کی آرائش بننا چاہیے تھا۔تم۔تمہارے لمس میں ایک سحر ہے۔''

''مجھے معلوم تھا تم میری قدر کرو گی، مجھے صدمہ ہے کہ یہاں پہلے پہل میرے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ میں نے امسار کی روایتوں کا احترام کیا، ورنہ میں اپنے نوادر سے انہیں داغ دار کر دیتا۔''

ایشام لمحوں میں جنون کی حدیں چھونے لگی اور میں نے سب کچھ گوارا کر لیا کیونکہ شوطار تک پہنچنے کے لیے ایشام کا ذریعہ ہی سب سے کارگر معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس دن کچھ نہیں کہا۔ اس کے پھول دار بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔

اور اسی عالم مدہوشی میں امسار کی رات آ گئی۔

☆==========☆==========☆

میں اپنی فریفتگی اور شیدائیت سے ایشام کے دل میں اعتماد کا بیج ڈال چکا تھا، رات تک جذباتی کشمکش اور معاملات نشاط کے سبب سے یہ بیج نمو پانے لگا۔ ایسے معاملات ہی تمام عاقبت اندیشیوں اور مصلحت کوشیوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ایشام تو یوں بھی کچھ دیوانہ طبیعت کی عورت تھی اور پھر میرے سلسلے میں اس نے بڑی ندامتیں اٹھائی تھیں، بڑے دکھ سہے تھے۔ جب میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ گم سی ہوگئی، اسے ہوش ہی نہ رہا کہ اپنے اردگرد بھی نظر ڈال لے۔

چنانچہ رات کو جب میں نے اس سے ناظموں کی خصوصی نشست گاہ میں جانے کی خواہش ظاہر کی تو وہ کچھ اکراہ کے بعد آمادہ ہوگئی کیوں کہ اسے میری خاطر بہر طور عزیز تھی، میں امسار میں صرف اس کے پاس آیا تھا، اس نے میرے جسم پر خوشبوئیں چھڑکیں اور اپنے غلام مردوں کے ہمراہ مجھے اس محل میں لے گئی جہاں رات کو امسار کی تمام ناظموں کا اجلاس ہوتا تھا۔ اجلاس کیا ہوتا تھا، لطف و سرور کا بازار سجتا تھا اور حصول لذت کے نئے نئے ہنگامے برپا کیے جاتے تھے۔ عورتیں اور مرد باہم رقص کرتے تھے، ایشام کے ہمراہ مجھے دیکھ کر امسار کی ناظموں کے چہرے عجب کیفیت کی غمازی کرنے لگے۔ میں نے ایک ادا سے اپنی گردن تان لی اور انہیں ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں کسی کو دیکھ نہیں رہا ہوں۔ میں نے ایشام سے والہانہ لگاؤ کا اظہار دوسروں سے بے نیازی اور ایشام میں سما جانے کے انداز میں کیا۔ میں نے کسی کی طرف مسکرا کر نہیں دیکھا۔ میرے ان سنگدلانہ تیوروں نے ناظموں کے اجلاس میں ایک آگ سی لگا دی۔ میں نے دانستہ عبادت گاہ کے کاہنوں کا عطا کردہ ہار نہیں پہنا تھا، وہ میرے ہاتھ میں چھپا ہوا تھا۔ ناظم اعلیٰ قسریم بھی وہاں موجود تھی، ایشام فخر کے ساتھ اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گئی۔ قسریم نے میری حاضری پر سب سے مختلف ردعمل کا اظہار کیا۔ اس کے ماتھے پر شکنیں پیدا ہوگئیں۔ میں نے اس کی جانب دیکھ کے منہ بگاڑ لیا۔ اسی طرح تلراش کی نگاہوں میں بھی میرے لیے کوئی پذیرائی نہیں تھی، اسے بھی میں نے اپنی بے نیازی سے اور بددل کر دیا۔ ہماری آمد پر رقص رک گیا تھا اور ایک بے چینی سی پیدا ہوگئی تھی۔ ناظم اعلیٰ قسریم نے پھر ایشام کو اپنے پاس بلایا اور اس سے سرگوشی میں کچھ کہنے لگی۔ ناظم ایشام پہلے تو توجہ سے اس کی باتیں سنتی رہی پھر اس کے رخسار دہکنے لگے اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کے درمیان کسی موضوع پر تلخی شروع ہوگئی ہے۔ ناظم ایشام دیر تک وہیں ٹھہری رہی۔ میں اس دوران میں روایتوں کے خلاف حرکتیں کرتا رہا، میں نے رقص میں شامل ہو کے ایک حسین عورت پکڑ لی۔ میری اس جرات پر محفل کی برہمی اور بڑھ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ کا قدح اس کے بدن پر ڈال دیا، ناظم تلراش بھی ایشام اور قسریم کی گفتگو میں شریک ہوگئی تھی۔ یکا یک گھنٹیوں کا شور ہوا۔ رقص ختم ہو گیا اور ناظم اعلیٰ قسریم نے اپنا ہاتھ ہلا کے تلراش کو کوئی اشارہ کیا۔ تلراش نے اپنی ساق میں پر ایک ضرب لگائی۔ پلک جھپکنے میں دروں اور ستونوں کے درمیان سیاہ فام نیزہ بردار عورتوں کی فوج جمع ہوگئی، ان کی مستعدی پر میں دنگ رہ گیا، میں نے ایشام کی جانب حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ مغموم بیٹھی تھی۔ اس نے گردن جھکا لی۔ ناظم تلراش نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ میں ناظموں کی اس خصوصی نشست گاہ سے نکل جاؤں۔ میں جہاں کھڑا تھا۔ وہیں کھڑا رہا اور میں نے بہکے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''مجھے محترم ایشام یہاں لائی ہے، میں اس کے ساتھ واپس جاؤں گا، میں اس کا مہمان ہوں۔''

''ناظم ایشام اب مزید تمہاری رفاقت کی خواہاں نہیں ہے۔'' تلراش نے گرج کر کہا۔ ''تم یہاں سے جا سکتے ہو۔''

''میں کہاں جاؤں؟ میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کیا امسار میں مردوں کی یہی قدر کی جاتی ہے؟''

''جابر بن یوسف! تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، اس کی تعمیل کرو اور بہتر ہے کہ امسار کا جزیرہ چھوڑ دو۔''

''یہ ظلم ہے۔ میں مقدس اقابلا کی اجازت سے یہاں آیا ہوں۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔''

''احتجاج؟'' تلراش نے طنزاً کہا اور اپنی ناظموں سے مخاطب ہو کے پوچھا۔ ''تمہیں اس لفظ کا مطلب معلوم ہے؟'' وہ تلراش کے تخاطب پر ہنس پڑیں۔

''ناظم ایشام نے مجھے پناہ دی ہے، میں اس کے بغیر کیسے جاؤں؟''

''اگر تم یہاں سے خود نہ گئے تو تمہیں نکال دیا جائے گا۔'' تلراش غصے میں بولی۔

''میں مقدس شوطار کی خدمت میں تمہاری اس بدسلوکی کی شکایت کروں گا۔'' میں نے برہمی سے کہا۔

میں نے ایشام کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا، وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ پشت کیے ایک طرف کھڑی تھی۔ میں نے ایک چیخ مار کر ایشام کی طرف دوڑنا چاہا۔ سیاہ فام نیزا بردار عورتوں نے اپنے نیزے میرے آگے کر دیئے۔ میں نے کسی پاگل کی طرح ان کے نیزے ہٹانے چاہے تو ان کی نگاہوں میں اور سختی آ گئی اور انہوں نے مجھے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ ''ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔'' میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ ان میں اور شدت پیدا ہو گئی اور وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ ایک عورت نے میرے حلق پر نیزا تان لیا لیکن اس نے اسے میرے گلے میں اتارا نہیں۔ میں نے وہ نیزا اپنے ہاتھ سے قابو میں کر کے ایک جھٹکا دیا۔ عورت چکراتی ہوئی زمین پر گری، دوسرے نیزے میرے قریب تھے مگر میں بہت تیزی سے تیورا کر اٹھا اور میں نے ان سب پر نیزا تان لیا۔ ادھر میں نے اشارے سے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا۔ تلراش نے مجھے پھر حکم دیا کہ میں نیزا بردار عورتوں کا مقابلہ ترک کر دوں ورنہ مقدس شوطار کے قہر سے مجھے کہیں امان نہ ملے گی۔ میں نے اس کے حکم پر کان نہیں دھرے اور ایشام کی طرف دوبارہ جانا چاہا، اس بار انہوں نے شعلہ بار نظروں سے میرا راستہ روکا اور میں نے پہلے تو اپنے واحد نیزے سے ان کا مقابلہ کیا، تین سیاہ فام عورتیں میری مستعدی کی تاب نہ لا سکیں اور وہیں ڈھیر ہو گئیں۔ پھر میں نے نیزا پھینک کر شپالی اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے اچھال کر ان پر تولنے لگا، میں نے ان کے دوسرے حملے کا انتظار بھی نہیں کیا اور جو سامنے آیا، اسے پھینک دیا۔ شپالی جیسے ہی سامنے والی ایک نیزا بردار عورت سے مس ہوئی، وہ جہاں کھڑی تھی وہیں ایک دردناک کراہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ میرے چوبی اژدہے نے اسے حاصل کر لیا۔ جب وہ اسے واپس لے آیا تو میں درانہ نیزا بردار عورتوں کے درمیان گھس گیا اور میں نے وحشت میں ان کے نیزے آپس میں ٹکرا دیئے اور ڈبی کے سینگ ان کے جسموں میں چبھو دیئے۔ میں ایک بپھرا ہوا درندہ تھا۔ میں انہیں پھیرتا ہوا ایشام کے پاس پہنچ گیا اور دیوانہ وار اس کی پشت سے لپٹ گیا۔ ایشام نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا اور مجھے اپنے پیچھے نیزوں کی چبھن محسوس ہوئی۔ انہوں نے مجھے نرغے میں لے لیا تھا۔ مجھے پیچھے مڑنے کا موقع نہیں ملا۔ ایشام نے بھی اپنا چہرہ میری طرف نہیں کیا۔

''جابر بن یوسف،'' ناظم اعلیٰ قسریم کی کھنک دار آواز گونجی۔ ''تم نے امسار میں سرکشی کی ہے۔ امسار میں کسی مرد کو آج تک یہ جرات نہیں ہوئی۔ تم اپنے نوادر قابو میں رکھو اور خود کو ہماری تحویل میں دے دو۔''

''معزز قسریم!'' میں نے اپنا چہرہ اس کی جانب موڑے بغیر ادب سے کہا۔ ''امسار کی معزز عورتوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جابر بن یوسف تاریک براعظم کے تین قبیلوں کا سردار ہے اور اس نے یہ مناصب یقیناً کسی برتری کے سبب سے حاصل کیے ہوں گے۔ پھر اسے امسار کی عبادت گاہ کے مقدس کاہنوں نے سرفرازی کی سند دی ہے یہ طور طریق اس کے رتبے کے خلاف اور اس کے مزاج کے منافی ہیں۔''

''مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس زمین پر فیصلے کرنے کے مختار ہو گئے ہو۔ یہ تمہارا زیر نگیں علاقہ نہیں ہے اور یہاں تمہیں کسی نے مدعو بھی نہیں کیا ہے۔ مقدس شوطار نے مجھے یہاں کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے اور اسی کی وساطت سے میں تمہاری حراست کا حکم دیتی ہوں۔'' قسریم کے لہجے میں سفاکی تھی۔

''پھر تم کیا کرو گی؟'' میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

''تمہارا فیصلہ مقدس شوطار کرے گی کہ اس کے فیصلے شک اور شبہے سے بالاتر ہوتے ہیں اور وہ تمہارے حق میں کوئی اچھا فیصلہ نہیں کرے گی۔''

''میں مقدس شوطار کی فضیلت پر اعتبار کرتا ہوں۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اور اس شرط پر اپنے آپ کو حراست میں دیتا ہوں کہ میرا مقدمہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور میرے ساتھ ایک معزز مہمان کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ہر چند کہ میں ایک زنداں میں محبوس ہوں گا۔''

میری پشت سے نیزے ہٹ گئے اور میں نے ایشام کے کاندھے چھوڑ دیئے۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ امسار کی تمام ناظمیں ایک صف میں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کاہنوں کا عطا کردہ ہار پہن لیا۔ ان کے چہروں پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ نیزا بردار عورتوں کا دم خم پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا۔ میرے اردگرد پہرے دار عورتیں تھیں۔ میں نے پھر پیچھے مڑ کر ان کے تاثرات نہیں دیکھے۔ شپالی اچھالتا ہوا عمارت میں قید کر دیا گیا۔

میں اپنے حبس کا حال مختصر بیان کر رہا ہوں، میرا خیال تھا کہ مجھے جلد ہی شوطار کے محل میں پیش کر دیا جائے گا لیکن انہوں نے پلٹ کے میری خبر نہیں لی۔ میری نگران محافظوں میں اور اضافہ کر دیا گیا اور مجھے بدترین غذائیں فراہم کی گئیں۔ کوئی انتہا پسندانہ قدم اٹھانے سے پہلے میں شوطار کو ایک نظر دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ میں اس کے محل میں کسی طور رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک مشکل امر تھا، شوطار میرے ارادوں سے آگاہ ہو گی۔ اس نے میرے گرداب سیاہ دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ میں اگر امسار کی عبادت گاہ میں نہ جاتا تو مختلف عورتوں میں منتقل ہوتا رہتا۔ مجھے کاہنوں نے بتایا تھا کہ اب امسار میں میرا درجہ میری عبادت و ریاضت کی وجہ سے بلند ہو گیا ہے اور میرا احترام امسار کے جملہ باشندوں پر فرض ہے مگر شوطار اور اس کی ناظمین نے وہ سارا احترام بالائے طاق رکھ کر مجھے زنداں میں ڈال دیا تھا۔ کئی دن تو میں انتظار کرتا رہا کہ شاید حالات کوئی مثبت رخ اختیار کر لیں۔ ایشام کے پاس جانا اور اس سے ناظموں کی خصوصی طرب گاہ میں جانے کا اصرار کرنا اور پھر ایسے حالات پیدا کرنا کہ میں وہاں ایک نزاعی شخصیت بنا جاؤں، یہ سب میں نے اسی منصوبے کے تحت کیا تھا کہ مجھے کسی نہ کسی شوطار کے محل میں باریابی کی اجازت مل جائے گی۔

جب کئی دن بیت گئے تو میں نے نیزا بردار عورتوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور میں نے اپنے پراسرار وظائف سے زنداں میں ایک خوفناک صورت حال پیدا کر دی۔ میں نے کئی عورتوں کو شپالی سے داغ دار کر دیا اور میرا چوبی اژدہا متحرک ہو کے ان کے پیروں سے لپٹ گیا۔ وہ

میری اس دہشت گردی سے ہراساں ہونے لگیں۔ میں نے غذاؤں کے تھال ان کے منہ پر مار دیئے اور شپالی کی مدد سے زنداں میں آگ روشن کر دی اور بلند آواز میں زارشی کے صحرا کا ورد کرنے لگا۔ اس آگ کی لپٹیں اتنی بلند اور شدید تھیں کہ میری نگراں محافظوں کا وہاں ٹھہرنا دوبھر ہو گیا اور وہ شوطار سے فریاد کرنے لگیں۔ انہوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور زنداں سے باہر نکل گئیں۔ میں نے یہ آگ سرد نہیں کی۔ زنداں کی سیاہ دیواریں تپنے لگیں۔ میں اس میں بیٹھا رہا۔ میرے اس ہذیان اور دہشت کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ اسی روشن آگ سے گزرتی ہوئی تلراش کی آواز میرے پاس آئی۔ ''جابر بن یوسف! یہ آگ بجھا دو۔ یہ آگ بجھا دو۔ دیوتاؤں کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ تمہیں مقدس شوطار نے طلب کیا ہے، تمہیں مقدس شوطار نے طلب کیا ہے۔''

''نہیں، تم جھوٹ کہتی ہو۔'' میں نے اندر سے جواب دیا۔

''مقدس شوطار اپنے قصر میں تمہاری منتظر ہے۔ دیوتاؤں کا واسطہ میں سچ کہہ رہی ہوں، آؤ باہر آ جاؤ۔'' تلراش نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے شپالی آگ کے اندر سے نکالی اور لمبے قدم اٹھاتا ہوا زنداں سے باہر آ گیا۔ باہر تلراش اور دوسری ناظمین میری منتظر تھیں۔ تلراش مجھے اپنے محل میں لے گئی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ جزیرے کی حسین لڑکیوں اور مردوں نے مل کر مجھے خوشبودار تیلوں سے غسل دیا۔ میرے بال نئے سرے سے سنوارے گئے، جسم پر صندلی خوشبو کا عرق چھڑکا گیا۔ میں نے اپنے نوادر چمکائے۔ روانگی سے پہلا ناظم اعلیٰ قسریم، تلراش اور دوسری ناظمین نے مجھے شوطار کے محل کے آداب سے آگاہ کیا۔ پھر میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی اور مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا گیا۔ نشیب میں ایک طویل سفر کیا گیا۔ چلتے چلتے میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ اب میں کسی عالی شان محل میں کھڑا تھا۔ سیاہ فام مردوں اور حسین وجمیل عورتوں نے تلراش کی جگہ لے لی لیکن ناظم اعلیٰ قسریم ان کے ساتھ چلتی رہی۔ محل کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ میں وہاں کے نوادر کا جائزہ لیتا ہوا اور اپنی آنکھیں خیرہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ محل قصر اقابلا کے ہم پلہ تو نہیں تھا مگر اسی کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ جگہ جگہ جو عورتیں اور مرد مجھے راستے میں ملے، وہ پر تپاک نظروں سے میرے خدوخال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ طویل راہداری کے دونوں طرف کمرے تھے اور راہداری میں مجسموں کی بھرمار تھی۔ ایسے مجسمے جو خواہشات میں ہیجان برپا کر دیں۔ رنگ برنگے دروازے۔ تمام دروازے بند تھے۔ آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہیں راہداری ختم ہو جاتی تھی۔ قسریم مجھے اس دروازے میں لے گئی۔ میں نے بے جھجک قدم بڑھا دیئے اور کچھ نہ سوچا کہ آگے کیا ہے۔ میں قصر کے شکوہ میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ مجھے کچھ خبر ہی نہ ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے خوف و دہشت کی ایک لہر میرے جسم میں تیر کی طرح لہرا گئی۔

پناہ بخدا، یہ جہنم کا کوئی منظر تھا۔ یہاں بے کفن لاشوں کا ایک انبار تھا۔ ہر طرف ان کی کھوپڑیوں اور ٹوٹے پھوٹے پنجروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ایک جانب نیم جاں انسان موت وزندگی کی کشمکش سے دوچار تھے۔ معاً میری نظر چھت کی جانب اٹھی۔ میں اپنی چیخ پر قابو نہ پا سکا۔ چھت سے متعدد مرد اس طرح پھانسی کے پھندے سے لٹکے ہوئے تھے کہ ان کی گردنیں ٹوٹ گئی تھیں۔ آنکھیں حلقوں سے باہر جھانک رہی تھیں۔ ان کے جسم

سڑگل چکے تھے اور گلتا ہوا گوشت قطرے ہو کر ہڈیوں کا ساتھ چھوڑ رہا تھا، اس تعفن سے میرا دماغ پھٹنے لگا۔ مجھے اعتراف ہے، زندگی میں پہلی بار میرے حلق سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی تھی۔ اسی وقت یہ دہشت ناک خیال میرے ذہن میں آیا کہ کہیں اس مردہ خانے میں قید کرنے کے لیے تو مجھے شوطار نے اپنے محل میں طلب نہیں کیا ہے؟ پھر اس مظاہرے کی کیا ضرورت تھی میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور قسریم کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

''قصر شوطار میں حیرت انگیز نوادر موجود ہیں جابر بن یوسف!'' وہ بولی۔ ''جو یقیناً تمہاری دلچسپی کا باعث ہوں گے۔''

''ہاں۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ''یہ ایک خوش رنگ منظر ہے، اس سے شوطار کی فضیلت اور برتری کا اندازہ ہوتا ہے۔''

''جو اطاعت کرتے ہیں، ان کے لیے شوطار کی فیاضیاں بے پناہ ہیں اور جو......''

میں نے قسریم کی بات کاٹ دی۔ ''بس۔ میں دیکھ چکا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے دل میں مقدس شوطار کی دید کی خواہش دوچند ہوگئی ہے۔ مقدس شوطار کو میری آمد کی اطلاع کی جائے۔''

قسریم کو اس جواب کی توقع نہیں تھی، اسے میرا تحکمانہ لہجہ یقیناً گراں گزر راتھا۔ اس نے مجھے نفرت انگیز نظروں سے دیکھا اور راہداری سے واپس ہونے لگی۔ میں اس کی پیروی میں قدم بڑھانے لگا۔ میں نے اپنے ذہن سے وہ خوف ناک منظر فراموش کرنے کی ناکام کوشش کی جو ابھی بھی میری گنہ گار آنکھوں نے دیکھا تھا۔ قسریم مجھے محل میں گھماتی رہی اور اس عرصے میں مجھے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ میں شوطار سے ملنے کے لیے اپنے حواس واعصاب کو آمادہ کرتا رہا۔

پھر قسریم مجھے ایک وسیع وعریض ایوان میں لے گئی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بلند دروازے پر پہنچ گئی۔ پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر سراسیمگی کے تاثرات دیکھے۔ فرش کا رنگ ہرا سرخ تھا اور چھت پر روشنی سی چھائی ہوئی تھی۔ قسریم نے آگے بڑھ کر دروازے کو بوسہ دیا۔ چند لمحوں بعد وہ اٹھی اور پنجوں کے بل میرے قریب آئی اور سرگوشی کے لہجے میں بولی۔ ''جابر بن یوسف! یہ دروازہ شوطار کی دید کا دروازہ ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ مقدس شوطار کی عظمت اور جلال کا خیال رکھنا۔'' پھر اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا وہ تیزی سے پیچھے مڑ گئی اور ایک موڑ پر جا کر میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اب میرے اردگرد شوطار کی خاص کنیزیں اور غلام مردہ گئے جو آہستہ آہستہ واپس ہونے لگے۔ پھر صرف میں تنہا رہ گیا۔

یہ لمحے بڑے صبر آزما تھے۔ میں نے بلند دروازے کی جانب دیکھا، اس کے نقش ونگار میرے دل میں عجب ولولے پیدا کر رہے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو سمیٹا اور دروازے پر نہایت احتیاط سے ہاتھ رکھا۔ میرا ہاتھ رکھنا تھا کہ نقرئی گھنٹیوں کی مسحور کن آوازیں در و دیوار سے پھوٹنے لگیں۔ دروازہ آہستہ آہستہ وا ہو رہا تھا۔ اندر مجھے رنگ برنگے بادلوں کے جھرمٹ نظر آئے اور کیف آور خوشبوئیں میرے جسم سے لپٹ گئیں۔ میں نے کچھ سوچا۔ پھر ایک عزم کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔

☆==========☆==========☆

آخر رنگ ونور کا دروازہ کھل گیا۔

اسرار کی ملکہ شوطار کی دید کا دروازہ۔ میری قسمت کا دروازہ۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے میں نے اس جزیرے میں مشکل ترین دن گزارے تھے۔ میں اس ابتدائی امتحان میں کامیاب ہوگیا تھا کہ کسی طور ملکہ شوطار کے قصر تک رسائی حاصل کرسکوں، میری دانش مجھے یہاں تک لے آئی تھی۔ یوں کہیے کہ میں تاریک براعظم میں ریاضت، شجاعت اور فراست کی منزلیں سر کرنے کے بعد ایک اور منزل سے ہم کنار تھا۔ یہ منزلیں کہاں ختم ہوں گی؟ پُراسرار ہندی بوڑھے سرنگا کا خیال تھا، جب ہم مہذب دنیا میں واپس چلے جائیں گے۔ میں اسے خواب سمجھتا تھا۔ میری منزل کچھ اور تھی۔ میں نے اپنی شعلہ نفسی ایک ہی شخص سے وابستہ کردی تھی، اس کا جمال انتہائے جمال ہے، اس کا وصال انتہائے وصال ہے۔ جب تک میں یہ کمال حاصل نہیں کر لیتا، منزلوں، معرکوں اور مہموں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہر قدم پر ایک امتحان۔ ہر لمحے ایک خطرہ۔ ایک دروازے کے بعد دوسرا دروازہ۔ ایک زمین کے بعد دوسری زمین۔

شوطار کے ایوان خاص کا دروازہ کھلا تو میں ایک عزم کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ نقرئی گھنٹیوں کی مسحور کن آوازوں، عطر بیز ہواؤں اور رنگ برنگے بادلوں کے جھرمٹ نے میرے ذہن پر ایک مستی سی طاری کردی۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی صدر دروازہ بند ہو چکا تھا میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ میری آمد میری ایما کے سبب تھی۔ سو خوف اور جھجک کا کیا سوال تھا؟ میں ان نظر نواز نظاروں سے لطف اٹھاتا آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا تھا، بادلوں کی دیواریں میرے جسم سے چھٹتی جا رہی تھیں، میں ایک سیل رنگ میں ڈوبا ہوا تھا، کمرے کے وسط میں پہنچ کے میں رک گیا کیونکہ میرے سامنے تاحدِ نظر سرخ بادلوں کے تودے لہرا رہے تھے۔ ملکہ شوطار کا جلوہ بھی اقابلا کے جلوے سے مشابہ تھا، وہی تمکنت، وہی رنگ و آہنگ، فی الحال میرے ذہن میں ملکہ شوطار سے ملاقات کے بعد کوئی منصوبہ واضح نہیں تھا۔ اس قصر تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد اسی وجہ سے تھی کہ میں آئندہ کے لیے اپنے اقدام مرتب کرنا چاہتا تھا، شوطار کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا، اسرار میں اس کے حسن کے بڑے چرچے تھے، اس کی دانائی مستند سمجھی جاتی تھی، اس کی فضیلت سب پر منکشف تھی۔ سبھی اس کا احترام کرتے تھے اور مشہور تھا کہ اسے جزیرہ بینر نار میں مقیم ساحر اعظم جاملوش کی خصوصی اعانت حاصل ہے، میں نے اسرار میں ایسی حسین عورتیں دیکھی تھیں کہ شوطار کا تصور کر کے ہی جسم میں سوئیاں سی چبھنے لگتی تھیں۔ اب جو یہ ایوان، یہ طلسمی مناظر، یہ کیف و مستی، دیواروں پر کندہ یہ نقاشی یہ جاہ و جلال دیکھا تو اس کی عظمت کا احساس میرے ذہن پر کچھ اور مرتسم ہوگیا۔ مجھے لوریما یاد آ گئی جو جزیرہ باگمان کی مختار تھی اور جس کے بدن پر مجھے تصرف کا حق حاصل تھا اور میں نے یہ حق اشالا کو تفویض کردیا تھا۔

میں محوِ تماشا تھا۔ موسیقی کے زیر و بم میں کچھ تغیر سا ہوا اور سرخ رنگ کے بادل چھٹنے لگے، میں نے ایک تخت اوپر سے اترتے دیکھا، میری نگاہ اس پر مرکوز تھی، تخت چند ثانیوں میں فرش پر اتر گیا۔ کوئی پیکر جمیل اس پر نیم دراز تھا، اس کے خدوخال واضح نہیں تھے کیونکہ اڑتے ہوئے روئی کے گالے اس کے بدن سے شرارتیں کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ حاسد گالے کسی اور کو اس کا جلوہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ ہالے کے مانند اس کے گرد چکرا رہے تھے، میں نے اپنا اشتیاق سمیٹا اور آگے بڑھنا چاہا۔ اسی وقت مجھے ایک ترنم ریز آواز سنائی دی۔ ''سیدی جابر! یہ مقدس ملکہ شوطار کا ایوان خاص ہے۔''

میں نے آواز کی جانب نظر اٹھائی تو ایک نوخیز، حشر ساماں دوشیزہ کچھ فاصلے پر میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ایک نوشگفتہ کلی کے مانند تھی، اتنی ہلکی اور سبک کہ اسے ہاتھوں پر اٹھا کے نچانے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔

وہ شباب کی ابتدا تھی۔ اس کا بدن اقابلا کی پری چہرہ نازنینوں کی طرح بے نقاب تھا۔ میری نظریں چکا چوند ہو گئیں۔ میں نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اس کے لفظوں کی شیرینی سے اپنا خشک گلا تر کرنے کے بعد ادب سے کہا۔ ''اے شوطار کی جانشین آواز! مقدس ملکہ سے کہو کہ تمام احترام اس کے لیے واجب ہیں کیونکہ تین جزیروں کے سردار جابر بن یوسف نے امسار میں بڑے ستم جھیلے ہیں، میری طرف سے اسے میری محبتوں اور اطاعتوں کا یقین دلاؤ۔ کہو کہ وہ ان بادلوں کو آسمان میں جانے کا حکم دے جو میرے اور اس کے درمیان دیوار بنے ہوئے ہیں۔'' میری آواز ایوان خاص کے در و بام میں گونجنے لگی اور میں نے اس کا ردعمل دیکھنے کے لیے شوطار کی ترجمان کو دیکھا۔ اس کا گلابی چہرہ کھل گیا تھا۔

''سید جابر! مقدس شوطار تمہاری عقل و دانش کے قصوں سے آگاہ ہے۔ اسے عظیم دیوتاؤں کی اعانت حاصل ہے اور ساحر اعظم جالموش سے ایک خصوصی نسبت ہے، تاریک براعظم میں امسار کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور امسار کی ملکہ شوطار ہے۔'' ترجمان دوشیزہ نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

''ہاں! امسار کی ملکہ مقدس شوطار ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اس وقت اس جزیرے کی سب سے بزرگ اور مقتدر عورت سے ہمکلام ہوں۔ میں نے یہاں وارد ہوتے ہی اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن میرے راستے میں درمیان کے لوگ حائل ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بہت ستایا۔ انہوں نے جابر بن یوسف کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔'' میں نے کسی قدر تیز آواز میں کہا۔

''توہین۔'' وہ نقرئی ہنسی ہنسنے لگی۔ ''تین قبیلوں کے سردار کی توہین'' اس نے ایک ہلکا قہقہہ لگایا پھر سنجیدہ ہو کے بولی۔ ''جابر بن یوسف! کیا ملکہ شوطار نے تمہیں امسار میں مدعو کرنے کے لیے اپنے کاہن ارسال کیے تھے؟''

میرے ذہن میں امسار میں پیش آنے والے تمام واقعات محفوظ تھے اور مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ شوطار کی ترجمان کے لہجے کے عقب میں کون سے جذبات پوشیدہ ہیں۔ میں نے کبیدگی کا اظہار کیے بغیر کہا۔ ''یقیناً مقدس ملکہ شوطار کی طرف سے توری میں کوئی سفارت نہیں بھیجی گئی تھی لیکن دیوتاؤں نے مجھے امسار کی زمین میں بھیج دیا اور تاریک براعظم کی عظیم و جلیل ملکہ اقابلا۔'' میں نے اقابلا کا نام بطور خاص زور دے کے ادا کیا۔ ''نے امسار جانے کا حکم دیا۔ شاید اس نے میری خدمات اور کارناموں سے خوش ہو کے مجھے امسار کی نازنینوں کے شباب کی سیاحت کا موقع عطا فرمایا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ ایک معزز مہمان کا سلوک کیا جائے گا لیکن یہاں مجھے عام مردوں کی طرح ستون پر رکھا گیا اور میرے لیے جنگ و جدل کا ایک معرکہ برپا ہوا، میں نے متعدد بار ناظموں سے درخواست کی کہ مجھے ملکہ شوطار کی خدمت میں پیش کر دیا جائے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ نتیجتاً مجھے اپنے آپ کو امسار کی عبادت گاہ میں چھپانا پڑا۔ میں نے وہاں کاہنوں کی خوشنودی حاصل کی اور انہیں اپنی ریاضت سے متاثر کیا۔ جب میں وہاں سے چلا تو کاہن اعظم قرسام نے میرے گلے میں میری فضیلت کی سند کے طور پر یہ مالا ڈال دی، میرے تحائف میں ایک اور نادر چیز کا اضافہ ہو گیا، میں مقدس ملکہ شوطار کی دید کے لیے تڑپ رہا تھا، اگر میرے حواس توانا نہ ہوتے تو میں توری میں ایک اجنبی ہونے کے باوجود سرفرازی حاصل نہ کرتا۔ میں زارشی کی ابدی آگ کی نذر ہو جاتا اور میری روح مہذب سرزمین میں اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں بھٹک رہی ہوتی، میں نے اپنے

آپ کو خطرہ میں ڈال کر ایسی راہیں ہموار کر لیں کہ میں مقدس شوطار کی خدمت میں حاضر ہوسکوں اور آج یہ دروازہ وا ہو گیا، میں اس کے شبستان میں دادِ حسن کے لیے حاضر ہوں۔''

میرا طویل بیان نہایت غور اور دل چسپی سے سنا گیا۔ میں نے خود ہی تمام روداد اس کے گوش گزار کر دی تھی مجھے معلوم تھا کہ سوالات کی نوعیت کیا ہوگی اور مجھے کس طرح اپنا مقدمہ شوطار کی عدالت میں پیش کرنا ہوگا۔ میں نے اپنی تقریر کا دل پذیر اثر دیکھنے کے لیے گردن نہیں اٹھائی۔

''جابر بن یوسف!'' اس شوخ نازنین کی آواز کا طلسم جاگا۔'' تم نے دلکش پیرائے میں خود ہی اپنی ہنگامہ آرائیوں کی تاویل پیش کر دی۔ شوطار بھی جری اور ذہین مردوں سے دلچسپی رکھتی ہے لیکن تم نے امسار کے قوانین کے خلاف سرکشی کی ہے۔ تمہیں ہر لمحے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ تم امسار کی سرحدوں میں ہو جہاں مردوں کی حیثیت مختلف ہے اور جہاں ملکہ شوطار کا اقبال فروزاں ہے، یہاں تم تین جزیروں کے سردار نہیں ہو، بلکہ عام مرد ہو۔ ہاں جزیرے کے قوانین کی رو سے یہاں برتری کے تمام مواقع میسر ہیں۔''

ایک عرصے کے لیے وہیں رہتا تھا اور شوطار کا اعتماد حاصل کرتا تھا۔ توری میں حبشی میری رعایا تھے، باگمان میں غیر مہذب وحشی میرے اشاروں کے غلام تھے لیکن امسار، امسار تو تاریک براعظم کی جنت تھی۔ عالی شان قصر دیکھ کر میرے اندران گنت جذبے ابلنے لگے تھے اس لیے مجھے شوطار کی تلخ نوائی کا زہر پینا تھا اور برداشت کرنا تھا۔ وہ مبہم لفظوں میں میری واپسی کے احکام صادر کر رہی تھی، ان لفظوں میں ایک نفرت موج زن تھی، جابر بن یوسف جیسے ذکی الحس شخص کے لیے یہ بات بڑی گراں تھی، تاہم مجھے اسے اپنے سر سے گزارنا تھا۔ میں نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، میں ایک تاثر انگیز جواب کے لفظ مجتمع کر رہا تھا، مجھے اپنے حلقوم کی صفائی کا یقین ہو گیا تو میں نے دردانگیز لہجے میں کہا۔ ''آہ مجھے علم تھا کہ مقدس شوطار کتنی رحم دل اور فیاض ہے مجھے یقین تھا کہ جب میں اس کے روبرو حاضر ہوں گا تو وہ میری شدتوں کا اعتراف کرے گی۔ مجھے امسار سے عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔ اس کلمے نے مجھے مقدس شوطار کی عظمت وجلالت کا کچھ اور معترف کر دیا ہے۔ میں امسار سے جاؤں گا تو نازنیناں امسار کا ذکر کروں گا، کاش میں ہمیشہ شوطار کے پہلو میں رہتا اور اس کا مثالی مرد ثابت ہوتا، میں تین جزیروں کی حکمرانی ٹھکرا دیتا اور مقدس شوطار کے قرب کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا۔ کاش میں امسار میں پیدا ہوتا، میری درخواست ہے کہ مقدس شوطار مجھے کچھ عرصے اپنے قصر میں قیام کرنے کی اجازت دے تاکہ میں عملی طور پر یہ ثابت کر سکوں کہ میں اس کا مطلوب شخص ہوں اور کتنا مطیع اور سعید غلام ہوں۔'' پھر میں نے اسے انگروما کے باغیوں میں اقابلا سے وفاداری کا قصہ، زارشی کی مشقیں اور توری اور باگمان میں اپنی بلند اقبالی کے واقعات سنائے۔ میں نے دانستہ اقابلا کا ذکر کم کیا لیکن احتراماً حوالے کے طور پر اس کا نام لیتا رہا۔

خوبصورت کنیز سنگ مرمر کے تراشیدہ بت کی طرح اپنی جگہ بے حس وحرکت کھڑی پلکوں کو جنبش دیے بغیر میری بات سن رہی تھی۔ میری فصاحت نے معجز نمائی کی۔ اچانک نقرئی گھنٹیاں تیز ہونے لگیں۔ کنیز یوں چونکی جیسے کسی خواب سے خوف زدہ ہو کے بیدار ہوئی ہو، اس کی آنکھیں خوف سے پٹ پٹانے لگیں۔ اس نے تیزی سے تخت کی جانب نظر کی جس کے گرد رنگ برنگے بادلوں کا ہالہ بدستور قائم تھا، شوطار نے اسے اپنی کیفیات منتقل کی ہوں گی۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی آنکھوں کا خوف نشیلے سحر میں بدل چکا تھا، اس کے یاقوتی لبوں پر تبسم ابھرا۔ اس کا بدن متحرک ہوا تو ایسا لگا جیسے شباب اُمڈا کر آ رہا ہو، میں نے اپنا گلا تر کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک ہیجان انگیز نظارہ تھا۔ وہ بہت قریب آ گئی اور اس کے بدن سے پھوٹتی ہوئی خوشبو میں مجھ پر غنودگی طاری کرنے لگیں، شوطار کی کنیز خاص کے لیے اس کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔ کیا وہ اتنے قریب ہو کر میرے نفس کا امتحان لے رہی تھی؟ اس کے قرب کی گرمی سے میں تپنے لگا تھا۔ اس کے تراشیدہ لبوں کی پنکھڑیاں کھلیں اور اس کی جذبات میں ڈوبی ہوئی مترنم آواز میرے کانوں میں شہد انڈیلنے لگی۔ ''سید جابر! مقدس شوطار نے تمہارے کلام سے متاثر ہو کر مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے سامنے تمہیں متبرک وصال سے شاد کام کروں۔ شوطار کا حکم دیوتاؤں کا حکم ہے۔ وہ عظیم ہے۔''

شوطار کے سامنے میں اس کی کنیز سے مشرف ہوں؟ شوطار نے اپنی برتری کا بہت ستم ناک اظہار چاہا تھا، میں شش وپنج میں پڑ گیا اور لمحوں کے لیے میری ذہانت منتشر ہو گئی۔ میں اس اچانک وار کے لیے تیار نہیں تھا۔ ''حسین اربان!'' میں نے سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ ''مقدس شوطار سے کہو، کیا وہ اپنے اس حکم پر نظر ثانی نہیں کر سکتی؟''

''کیا یہ سمجھا جائے کہ تمہیں مقدس شوطار کی موجودگی میں اس متبرک فعل سے انکار ہے؟'' اربان سے تیکھے انداز میں کہا۔

''نہیں۔ تم ایک ماہ جمال دوشیزہ ہو اور شوطار کا حکم میرے لیے ذریعہ نجات ہے لیکن میرا مطلوب تم نہیں ہو، وہ کوئی اور ہے۔ مقدس شوطار کے سامنے اس کی کنیز کے ساتھ ملوث ہونا اس کی توہین ہے، دیوتا جانتے ہیں کہ میرے انکار کی وجہ عظیم شوطار کی تکریم ہے اور یوں بھی امسار میں نووارد ہوں اور اتنی جلدی اپنے آداب کے منافی کوئی عمل کرنے سے ہچکچاتا ہوں۔ مجھے معاف کیا جائے اور میرے لیے کوئی سزا تجویز کر دی جائے۔ ہاں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے نیاز مندی سے کہا۔

''یہ ملکہ شوطار کا حکم ہے اور امسار میں تم اس کے پابند ہو جیسا کہ تم نے ابھی اس کا عہد کیا ہے، انکار کی صورت میں تم شوطار کے عتاب سے بھی واقف ہو۔'' ارباں کی نشلی آنکھوں میں جذبات کے ڈورے تیر رہے تھے۔ وہ اچانک غضب ناک ہو کے بولی ''ملکہ شوطار تمہارے جواب کی منتظر ہے۔''

''میں جواب دے چکا ہوں۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔ ''آہ مجھے ایک موقع دیا جائے کہ میں مقدس شوطار کے سلسلے میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں۔'' اور میں نے اس کے ردعمل کا انتظار کیے بغیر شوطار کی شان و شوکت اور اس کی فضیلت کے دریا بہا دیئے، امسار کی اس اجنبی سرزمین اور وہاں کی ملکہ کے ایوان خاص میں میرے پاس اثر اندازی کا یہی ہتھیار تھا۔ میں ہر ممکن طور پر ارباں کے وصال سے بچنا چاہتا تھا تا کہ شوطار کے دل میں میری رغبت کا نقش گہرا ہو جائے چنانچہ میں نے اپنے بیان کا واحد سہارا لیا۔ میں یہاں شاپالی کا سہارا نہیں لے سکتا تھا اور ڈگبی کے سینگوں سے ارباں کا قیامت خیز سینہ زخمی نہیں کر سکتا تھا۔ اپنا سفیر میں خود تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے لفظوں کا کتنا ذخیرہ خرچ کر دیا۔ میرے اظہار کا سیلاب رو کے نہ رکتا تھا۔ پھر دفعتاً مجھے سرخ بادلوں کے جھرمٹ بھاگتے نظر آئے اور موسیقی نے ایک طرب انگیز ماحول پیدا کر دیا۔ میں زمین بوس ہو گیا۔ جب میں اٹھا تو لطیف عطر آمیز ہواؤں کے جھونکوں نے خراماں خراماں بہنا شروع کر دیا تھا۔ میرے سامنے اب تخت رہ گیا تھا۔ ارباں گم ہو گئی تھی۔ معاً ایوان خاص میں ستارے چمکے اور وہ تخت عریاں ہو گیا جس پر ایک گل بدن بیٹھی ہوئی تھی۔ اف وہ اس کا شراب شراب بدن، میں کچھ کہوں گا تو بات بیچ ہو گی، مجھے معلوم ہے کہ میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ وہ اقابلا کا عکس تھی۔ میں یہاں ان دونوں کا مقابلہ نہیں کروں گا۔ میں اس کی نگاہ کا زخمی تھا اور اس کی ذات سے مجھے یک گونہ التفات ہو گیا تھا۔ اقابلا تو سب سے ماورا تھی، اقابلا ان سب کی سرخیل تھی، وہ اس کاروان حسن کی قائد تھی۔ میں نے اقابلا کے بعد تاریک براعظم میں شوطار سے زیادہ حسین سراپا نہیں دیکھا تھا۔ نوجوان، سرشار، شاداب، نشلی۔ اس کے بدن سے موسیقی پھوٹتی تھی۔ اسے ساحر اعظم جالوش کی اعانت بے وجہ حاصل نہیں تھی۔ میں دنگ رہ گیا، میں گنگ ہو گیا۔ وہ شبنمیں رخسار، اس کے بال سنہرے سرخ تھے، وہ سر بسر ایک نشہ تھی۔ وہ شباب کا مثالیہ تھی۔ بے داغ، شگفتہ اجلا رنگ اس کی جلد مخمل سے بنی ہوئی تھی اگر وہ پتے ہٹا لیتی تو ممکن تھا، میں وہیں شکست تسلیم کر لیتا۔ وہ ایک ملکہ تھی۔ اسے عرفان ہو گا کہ جابر بن یوسف حسن کا کیسا والہ و شیدا ہے۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانک لیا ہو گا۔ میں ششدر کھڑا اس حریم ناز کا آتش فشاں سراپا اپنی آنکھوں میں جذب کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ رات کو اندھیرے سے آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو جاتی ہیں اور صبح کی روشنی کی متحمل نہیں ہو پاتیں، خود میرا عالم بھی یہی تھا، میرا خیال تھا، وہ مجھ سے ناراض ہو گی اور اس کا غضب اب نازل ہی ہوا چاہتا ہے لیکن وہ بہ غور میرا جائزہ لے رہی تھی، مجھے اپنے جسم کے ہر حصے میں اس کی آنکھیں اترتی محسوس ہوئیں۔ ایوان خاص میں میرے اور اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ اس

نے تخت پر انگڑائی کے انداز میں ایک کروٹ لی اور مجھے یقین نہیں آیا کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے۔ ''جابر بن یوسف!'' اس نے طمطراق سے کہا۔ ''تمہارا انکار تمہاری طلب صادق کی دلالت کرتا ہے۔'' میں نے اس کی مدح میں اپنی ساری توانائی صرف کر دی۔

''تم نے خود کو جزیرہ امسار کے دو بڑے مردوں سے برتر ثابت کیا ہے اور یہی بات شوطار کو پسند آتی ہے چنانچہ اس نے تمہیں ہم کلامی کے شرف سے نوازا ہے۔'' شوطار کی آواز کوئی غنائیہ تھی۔

میں نے اطاعت اور جان نثاری کے عہد کا اعادہ کیا۔

''اگر تم نے امسار میں وہی سب کچھ ثابت کیا جس کا تم عہد کر رہے ہو تو تم یہاں بڑا مرتبہ پاؤ گے۔ ممکن ہے کہ تمہیں مستقل طور پر یہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ شوطار تمہیں معاف کرتی ہے۔'' اس نے ایک شان سے کہا۔ میں نے اپنی جسارتوں کے لیے دوبارہ اس سے معافی چاہی۔

وہ احکام صادر کرتی رہی۔ میں وضاحتیں کرتا رہا۔ میں اس کے قلب میں داخل ہو جانے کے لیے مضطرب تھا۔ وہ میری سرکشی اپنی فیاضی اور احسانات سے دبانے کی خواہاں تھی۔ ہم دونوں منفی جذبات چھپانے کے لیے ایک دوسرے کے قریب آنے اور مدغم ہو جانے کی شعوری کوشش کر رہے تھے اور دونوں ایک دوسرے کا تجربہ بھی کرنا چاہتے تھے، یہ ایک دلچسپ اور پُرلطف وقت تھا، مجھے اس کی مہربانیوں کے جواز سے آگاہی تھی اور میں اس کے جواب میں اپنے متعلق تمام شکوک رفع کرنا چاہتا تھا۔ سو ایک دوسرے سے وضاحتیں کرتے ہوئے ہم عہد اور تجدید عہد کرتے رہے کبھی وہ لطف پر مائل ہو جاتی، کبھی مجھے دھمکیاں دیتی۔ میرا بیان تو ایک ہی تھا کہ اس لطف و عنایت کے لیے اس کی غلامی کا اقرار کرتا ہوں، آخر وہ بھی تھک گئی۔ میں بھی تھک گیا اور جب زبان تھک گئی تو جذبوں کی زبان کا وقت آیا۔ میں اسی وقت کا منتظر تھا۔ وہ بھی کامیاب ہو گئی کہ اس نے بزعم خود مجھے اپنا مطیع بنا لیا اور میں بھی کہ میں نے اس سنگ دل کے سینے میں گداز پیدا کر دیا، اس نے اپنی انگشت کو جنبش دی۔ اربان کسی سمت سے نازل ہو گئی اور اس نے مسکرا کر مجھے دیوتاؤں کا مشروب خاص پیش کیا۔ میں نے وہ قدح جسم میں اتار لیا اور چند ہی گھنٹوں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ مجھے سب خواب لگ رہا تھا۔ امسار کی جلیل القدر ملکہ اتنی جلد قریب ہو جائے گی۔ میرا اعتماد واپس آ گیا چنانچہ میں نے اربان سے مانگ کے ایک اور قدح چڑھایا، ہر شے رقص کرتی ہوئی نظر آنے لی، اربان مشروب خاص انڈیلتی رہی اور میں بے تکان پیتا رہا۔ پھر اربان پہلے کی طرح کہیں کھو گئی، شوطار کے اشارے سے میں بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے اپنے تخت کے ایک کونے میں بٹھا لیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ اس نے خود پہل کی۔

''تم میرے قصر کے وجیہہ مردوں میں ایک اضافہ ہو۔''

''یہ لمحے میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔'' میں نے جھومتے ہوئے کہا۔

''امسار کا یہ دروازہ تمہارے لیے کھلا ہے۔''

''کیا یہ سب سچ ہے؟ میں ہوش میں نہیں ہوں۔''

''اپنے یہ نوادرا اتار دو۔'' اس نے دل ربائی سے کہا۔

''میں انہیں پشت پر کیے لیتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

"نہیں انہیں اتار دو۔"

میں چند لمحے جھجکا پھر میں نے کچھ سوچ کر انہیں اتار دیا اور تخت کی کھونٹی سے انہیں لگا دیا۔

"دیوتا وصال سے خوش ہوتے ہیں۔ یہ روح کے اتصال کی علامت ہے، جابر بن یوسف! دیوتا شوطار سے خوش ہیں اور انہوں نے اسی لیے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔" اس کی آواز میں بھی لرزش آ گئی تھی۔

میں اس وقت تاریک براعظم میں جھیلے ہوئے تمام مصائب بھول گیا، مجھے مہذب دنیا کی رنگینیاں بھی بے کیف نظر آئیں۔ تاریک براعظم کا گوہر نایاب میرے قریب تھا اور لطف و کرم پر آمادہ تھا۔ دنیا میں اس سے زیادہ حسین لمحے کم خوش نصیبوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں اور ہاتھ لرز رہے تھے۔ جتنی دیر ہوتی جاتی تھی ضبط کا دامن چھوٹا جاتا تھا۔ آہ ایسے لمحوں میں بھی مجھے شوطار کی منزلت کا خیال تھا، یہی ایک بات اذیت کی تھی۔

"اے مقدس شوطار! اب ضبط نہیں ہوتا۔ اجازت دے کہ تجھ سے اپنی وارفتگی کا اظہار کر سکوں۔"

"تمہیں اجازت ہے۔" اس نے سرشاری سے کہا۔

جب میں اس خواب نشاط سے جاگا تو میں نے اپنا جسم تخت پر ڈھلکا ہوا پایا۔ مجھے اپنے جسم پر خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں میں نے گھبرا کر اپنا سینہ دیکھا' سینہ خالی تھا لیکن میری جان میں جان آئی۔ نوادر کھونٹی پر لٹکے ہوئے تھے اور مسلے ہوئے کچلے ہوئے پھول درماندہ، شکستہ ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے، وصل کا ہر لمحہ مجھے یاد آنے لگا۔ کیا یہ ایک خواب تھا؟ میں قصر شوطار میں پڑا ہوا تھا۔ شوطار وہاں موجود نہیں تھی۔ صرف چند علامتیں رہ گئی تھیں اور وہ وقت گزر گیا جسے میں پکڑنا چاہتا تھا۔ میں بکھرے ہوئے پھول اپنے جسم پر نچھاور کرنے لگا۔ وہ راحت افزا احساس، وہ جاں گداز سعاوت، شوطار نے مجھے دنیا کے کیسے عجیب ذائقوں سے روشناس کیا تھا؟

اب کیا ہوگا؟ یہاں تو کوئی میرا پرسان حال نہیں۔ میں کدھر جاؤں؟ ارے میرے قدم ڈگمگا رہے ہیں، ارے یہ دیواریں گھوم رہی ہیں۔ کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے، میں اٹھا، اٹھ کر چلا اور میں نے جذبات کے طوفان میں کہا۔ "اے مقدس شوطار! تو نے مجھے منزل مراد تک پہنچا دیا، مجھے اپنے قریب رہنے دے بس یہی کائنات بہت ہے۔ اس سے زیادہ کی تمنا کی استطاعت مجھ میں نہیں ہے۔ یہ دروازہ بند ہی رکھ۔ مجھے اس پنجرے میں قید کر لے اور میرا خون پی جا۔ مجھے نڈھال کر دے۔"

سامنے کا دروازہ کھلا تو مجھے ہوش آیا۔ میں نے اپنا ہذیان بند کیا۔ اربان مہ جمالوں کے ایک پرے کے ساتھ اندر آ رہی تھی۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں۔ انہوں نے خوان فرش پر رکھ دیئے اور میرے بازو پکڑ لیے۔ مجھے ایوان خاص سے باہر لے جا کر عطریات سے غسل دیا گیا۔ میں انہیں چھیڑتا رہا۔ پھر مجھے دوبارہ ایوان خاص میں لایا گیا اور عمدہ مشروبات اور غذاؤں سے میری تواضع کی گئی۔ میرے قریب عورتوں کا ایک پرا بیٹھا رہا، ان میں اربان بھی تھی۔ میں ان تمام حسین عورتوں کے حسن و جمال کی جزئیات بتانے سے معذور ہوں۔

دنیا کے اس گم نام خطے ہی کو کیوں قدرت نے اس حسین مخلوق سے نوازا تھا۔ ان کی پذیرائی اور اہتمام دیکھ کر مجھے خوش فہمیوں نے گھیر لیا۔

میں شوطار پر غالب آچکا تھا یا شوطار نے مجھ پر غلبہ پالیا تھا۔ باہر کے کسی خیال سے میرا ذہن گریز کر رہا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی بیٹھی تھیں۔ جام پر جام لنڈھائے جا رہے تھے۔ یہاں فکر اور رنج کا داخلہ ممنوع تھا۔ اسمار میں ایک مرد کے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا تھا۔ وہ مجھے بہشت زار میں لے گئیں جہاں اونچے درختوں، ابلتے چشموں اور رنگ رنگ پھولوں نے بہاروں کو شرمایا ہوا تھا۔ اس طویل قصر میں زنان اسمار کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ مجھے حوضوں کے کنارے بٹھایا گیا اور سریلی آوازوں نے نغمے الاپے، ایک پری علیحدہ ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ ایک ایوان سے دوسرا ایوان۔ سنگ سرخ اور سنگ سفید سے تعمیر کردہ یہ وسیع و عریض محل تاحد نظر پھیلا ہوا تھا۔ ہر طرف رقص تھا، ہر طرف عشرت گاہیں بنی ہوئی تھیں، سیاہ فام مرد بھی یہاں نظر آئے جو شرمائے لجائے اپنی عورتوں کے ساتھ چل رہے تھے۔ ان کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ جارا کا اور دوسرے دیوتاؤں کے مجسمے جابجا ایستادہ تھے اور وصال پر کسی جگہ بندش نہیں تھی۔ پورا محل ایک وصل گاہ تھا۔

میرے ساتھ اتنی جلد یہ سلوک کیوں کیا گیا کہ قصر شوطار کی سیر کا اہتمام کیا گیا؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ شوطارا اپنے قصر کی شوکت و سطوت دکھا کے مجھے متاثر کرنا چاہتی ہو؟ یا یہ بھی قربت کا کوئی انداز ہو؟ جس بات کا میں خواہاں تھا، اس کی تکمیل ہو رہی تھی۔ میں مختلف ٹولیوں کے سپرد کیا جاتا رہا۔ آخر ایک ٹولی کے سپرد ہوتے وقت میری نگاہ ٹھٹک گئی، وہ نرماز تھی۔ نرماز، قصر اقابلا کی کنیز خاص۔ اشمار کے بعد وہ دوسرا شناسا چہرہ تھا۔ اسے دیکھ کر دل پر ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہوئی۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ ''نرماز! تم بھی یہاں ہو؟''

''ہاں سیدی جابر!'' اس نے اجنبیت سے کہا۔ ''مقدس اقابلا نے مجھے مقدس شوطار کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔''

''مجھے تمہیں دوبارہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ میں بھی یہاں آیا ہوا ہوں اور قصر شوطار میں مقیم ہوں۔'' میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ اشمار کی طرح نرماز کو بھی اقابلا نے میرے پاس بھیجا تھا اور وہ بھی ایک دن کچھ بتائے بغیر غائب ہو گئی تھی۔ گویا اسمار میں اقابلا کی دو خاص کنیزیں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کنیزیں ہوں گی۔ نرماز سے مل کر میرے خفتہ عزائم کو تقویت ملی۔ میں نے اسے کریدنا چاہا اور قدیم تعلق کی باتیں چھیڑ دیں لیکن اس نے مجھے ٹال دیا۔ وہ مجھے گھماتی ہوئی دوسرے ایوان میں لے گئی اور دوسری ٹولی کے سپرد کر کے گویا بری الذمہ ہو گئی۔ میں دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مجھ سے رسمی طور پر ہی بات چیت کی اور بار بار شوطار کی عظمت اور تقدس کا ذکر کرتی رہی۔ میں نے بھی رسماً اس کی تائید کی۔ اس سیاحت کے بعد مجھے ایک کمرے میں چھوڑ دیا گیا جہاں انواع و اقسام کی غذائیں تھیں اور مشروبات رکھے ہوئے تھے۔ میں بہت تھک گیا تھا، سو گیا۔

☆==========☆==========☆

مجھے اس قصر میں آئے ہوئے کئی دن گزر گئے۔ شوطار کی توجہ میری جانب کم نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھ گئی۔ وہ مجھے ہر بار پہلے سے زیادہ شاداب اور حسین نظر آتی تھی۔ میرا دن یوں ہی گزر جاتا اور جب شوطار مجھ سے جدا ہوتی تو قصر کی حسین و جمیل دوشیزائیں مجھے گھیر لیتیں۔ وہ مجھے رقص و سرور کی محفلوں میں لے جاتیں اور حوض کے کنارے بٹھا کے خود اس کے پانی میں تیرتی رہتیں۔ جنت کا ایسا ہی تصور میرے ذہن میں موجود تھا، اس نظام طلسم کے متعلق میں نے کچھ سوچنا ہی ترک کر دیا تھا۔ کون جانے کب سے انسانوں کو یہ بستیاں آباد ہیں؟ یہاں کوئی بوڑھی عورت، بوڑھا مرد اور بچہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ خانوادہ اقابلا کی عورتیں کبھی مرجھاتی نہیں تھیں، سدا بہار شباب سے بڑی دولت اور کیا ہو گی؟ میں نے چند ہی دن میں قصر شوطار میں اپنا چہرہ

نمایاں کرالیا تھا مگر جلد ہی مجھے احساس ہوگیا کہ یہ بیش از بیش فیاضیاں تو مجھے کہیں کا نہ رکھیں گی۔ کیا میں وہ مقصد بھول گیا تھا؟ نہیں ایسی بات نہیں تھی۔ مجھے ہر لحظہ خیال تھا کہ قصر شوطار میں میرے داخلے کا مقصد کیا ہے؟ وہ چند جذباتی لمحے بیت جاتے تو میں چھتیں تکا کرتا، دیواریں گھورا کرتا، میں روزن تلاش کیا کرتا، میں ان دراڑوں کی کھوج میں لگا رہتا جہاں سے میرے ارادوں کو کوئی روشنی اور ہوا مل سکے۔ پھر میں اس نتیجے پر پہنچا کے قصر شوطار میں بے شمار ایوان ہیں اور ہر کمرہ آئینے کی طرح شوطار کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ شوطار اپنے طلسمی عکس نما میں سب کچھ دیکھ لیتی ہے۔ میں نے نرماز سے ملنے کی کوشش کی۔ وہ مل تو گئی لیکن اتنی سراسیمہ تھی کہ اس نے کسی اور قسم کی گفتگو ہی سے گریز کیا۔ میں آزادی کے ساتھ ہر جگہ آ جا سکتا تھا۔ اس آزادی میں شروع شروع میں تو لذت بے کنار کا احساس رہا، بعد میں اندازہ ہوا کہ خوشبوئیں، گداز، رنگ ہی سب کچھ نہیں ہے، یہ آزادی صرف عیش و نشاط تک محدود ہے۔ ان رنگین نظاروں میں اپنے مطلب کا کوئی سراغ ملنا مشکل ہے۔ ہر طرف سمیع و بصیر دیواریں ہیں، کسی سے کسی مسئلے پر بات کرنا بھی حرام ہے۔ ہر شخص شوطار کے قہر سے خوف زدہ ہے۔ سب اس طلسمی عکس نما سے ڈرتے ہیں جو ساحر اعظم جاملوش نے شوطار کو عطا کیا تھا۔ میں تنہا گھومنا چاہتا تو میرے ساتھ نازنینوں کا ایک گروہ لگ جاتا۔ تنہائی نصیب نہ ہوتی۔ اس کشمکش میں میرے شب و روز پر یاسیت غالب آتی گئی۔

میں نے شوطار کی نوخیز کنیز خاص اربان سے تعلق بڑھانے کی کوشش کی۔ اس نے پُر تپاک نظروں سے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے شوخیوں میں اس سے پوچھا۔ ''کیا قصر کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جو میں نے نہیں دیکھا؟''

اس نے خوش ادائی سے جواب دیا۔ ''ہاں۔ تم نے شوطار کے مخصوص ایوانوں میں سے چند ہی دیکھے ہیں۔ تم نے دیوتاؤں کا ایوان نہیں دیکھا جہاں شوطار عبادت کرتی ہے۔ تم نے وہ خاص ایوان بھی نہیں دیکھا جہاں طلسمی تحائف موجود ہیں جو ساحر اعظم جاملوش نے مقدس شوطار کو عطا کیے ہیں، تم نے عکس کا متبرک کمرہ بھی نہیں دیکھا۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے؟''

''اچھا؟'' میں نے حیرت سے دیکھا۔ ''تو کیا میں ان کی دید سے محروم ہی رہوں گا؟''

''یہ مقدس شوطار سے تمہاری رفاقت پر منحصر ہے۔''

''کیا اس رفاقت میں اب کوئی کمی ہے؟''

''سید جابر! وہ ایک عظیم اور ذہین ملکہ ہے اس لیے ایک زمانے سے اسمار پر حکمراں ہے۔ کسی نے اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات اس لیے نہیں کی کوئی بھی اس کی فضیلت کے درجے تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کے پاس تحائف کا انبار ہے اور اس نے دیوتاؤں کو ہمیشہ آسودہ رکھا ہے۔'' اربان نے مجھے مشروب پیش کرتے ہوئے کہا۔

''کوئی شبہ نہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''اس کی فطانت میں کسے کلام ہوگا؟ جب سے میں یہاں آیا ہوں، اس کے تدبر کے عجیب مظاہرے دیکھے ہیں۔ اس کا حسن ملکوتی ہے۔ یقیناً اس کے سر پر آسمان کا سایہ ہے۔ اربان، میری جان، یہ بتا کے میری اعانت کرو کہ میں مقدس شوطار کے دل کے اور قریب اور قریب کس طرح ہو سکتا ہوں؟''

''بس اسی طرح کہ تم اس کے دل پر اپنی شجاعت اور فطانت کا نقش کندہ کر دو۔'' اربان نے کہا۔

''یہاں تو مجھے نازنینوں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ میں اس قصر میں اپنی خوبیاں کس طرح ظاہر کر سکتا ہوں، جب کہ میں نے یہاں کی بزم آرائیاں ہی دیکھی ہیں۔ مجھے دیوتاؤں کے مخصوص ایوان میں جانے کی اجازت بھی نہیں ہے اور میں عکس نما بھی نہیں دیکھ سکتا۔'' میں نے شکایتاً کہا۔

''یہی تو تمہاری آزمائش ہے، تم ان دلکش مناظر میں اپنا سر کیسے ابھار سکتے ہو۔''

''تم سچ کہتی ہو اربان۔ تمہارے مشورے کا شکریہ۔ شوطار کے بعد تم ہی مجھے یہاں سب سے زیادہ مرغوب ہو۔ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو تو مجھے ٹوک دینا۔ یہ اقدام تم مقدس شوطار سے اپنی محبت اور عقیدت کے طور پر کرنا۔''

مجھے اربان سے اس سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ مجھے نازنیناں قصر شوطار نے اپنے حلقے میں لے لیا اور میں نے خود کو ان کے سپرد کر دیا۔ یہ تحفے، یہ نوادر جو میرے گلے کی زینت بنے ہوئے تھے، قصر شوطار میں ان کی حیثیت آرائش کے سوا کچھ نہیں تھی، اربان سے گفتگو کے بعد میری بے تاب نظریں دیواروں کے پار نہیں جا سکیں۔ اس رات میں نے شوطار سے اپنی کشمکش کا ذکر دبے لفظوں میں کر دیا۔ وہ مسکرانے لگی اور اس نے مجھ سے کہا۔ ''کیا تمہارے لیے یہ اعزاز باعث سکون نہیں ہے کہ تمہیں میری رفاقت نصیب ہے۔'' میں نے کسی مہ وش کی طرح مچل کے کہا۔

''اس اعزاز کے ساتھ میں مقدس شوطار کے لیے عبادت اور ریاضت کے مشاغل روحانی بھی جاری رکھنا چاہتا ہوں۔''

''اسمار میں وصل بھی ایک متبرک عمل ہے۔'' شوطار نے طنطنے سے کہا۔

''مجھے اس کے سوا بھی کوئی خدمت سونپو، اے مقدس شوطار!''

''تم اور کیا چاہتے ہو؟'' اس نے برہمی سے پوچھا۔

''میں تمہیں اور قریب اور قریب کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں نے تمہارے لیے ہر دروازہ کھول دیا ہے۔''

''لیکن ابھی کچھ دروازے بند ہیں۔''

''جابر بن یوسف!'' اس نے تلخ نوائی سے کہا۔ ''اے معصوم شخص، قصر شوطار میں تمہیں جو عزت دی گئی ہے، اس پر قناعت کرو۔''

میں شوطار کی برہمی کا خطرہ کسی طور مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سعادت مندانہ سرکشی سے کہا۔ ''مجھ سے اور نزدیک رہا کرو۔ تم جب چلی جاتی ہو تو قصر شوطار کے کسی گوشے میں میرا دل نہیں لگتا۔ تم میرے ساتھ ہی رہا کرو۔ میں تمہارا ہی جلوہ کرتا رہتا ہوں۔''

''اوہ جابر بن یوسف!'' وہ اشتیاق سے بولی۔ ''میں جب تمہارے سامنے نہیں ہوتی تو مجھے اور بہت سے امور دیکھنے ہوتے ہیں، اسمار کی سلطنت کا بار میرے شانوں پر ہے، تم تو یہ منزلیں سر کر چکے ہو۔''

''میں جانتا ہوں، تم مجھے بھی ان میں شریک کیا کرو۔ دیکھو کہ میں اس ضمن میں تمہارے لیے کیسا عمدہ رفیق ثابت ہوتا ہوں۔''

''جابر بن یوسف! اسمار کی نازنینوں کو دیوتاؤں نے غیر معمولی دماغی اور جسمانی قوتیں عطا کی ہیں، تم ایک مرد کہاں امور سلطنت میں مشورے دے سکتے ہو۔'' وہ سادگی سے بولی۔

''خوب!'' میرے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ ''خوب، مگر تم یہ بھول رہی ہو کہ میں اسمار کا مرد نہیں ہوں۔ میری خصوصیات یہاں کے مردوں سے مختلف ہیں۔ مجھے حکم دو کہ میں اپنی صلاحیتوں کی نمائش کرسکوں، تاریک براعظم میں میرے سپرد کوئی کام نہیں؟ بتاؤ کون سا جزیرہ فتح کرنا ہے؟ کہاں تک تمہاری حکمرانی وسیع کرنی ہے؟ تمہارے سامنے کون شخص بیٹھا ہے؟ جابر بن یوسف الباقر۔'' میں نے جوش میں کہا۔ ''جابر بن یوسف الباقر۔''

میرے جوش اور ولولے سے اس کی نگاہوں میں چنگاریاں سی لپکیں آج تک کسی مرد نے اس سے اتنی بے باکی سے گفتگو نہیں کی ہوگی۔ میری جرات کا ردعمل ہوا اور اس نے کہا۔

''تم انگروما کے باغیوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

یہ سوال قطعی غیر متوقع تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے گنگ رہ گیا پھر میرے ذہن میں خیالوں کا ایک ریلا آیا اور میں نے انگروما کے حسن اور شادابی کے متعلق ایک موثر بیان اس کے گوش گزار کیا لیکن اس نے میرے اس بیان میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس نے بہت آہستگی سے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

''سنا ہے، وہاں وہ تمام کاہن اور بزرگ عالم جمع ہو چکے ہیں جو مقدس اقابلا کی سلطنت کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ تم وہاں سے کیسے واپس آگئے؟''

میرے خلاق ذہن نے سونگھ لیا کہ وہ کیا پوچھنا چاہتی ہے اور مجھے کیا جواب دینا چاہیے لیکن میں نے انگروما کے عالموں اور دانش مندوں کی عظمت کا تذکرہ بہت محتاط انداز میں کیا۔ اس کی دلچسپی اور اشتیاق دیکھ کے میں نے اقابلا کے خلاف انگروما میں نفرت اور غضب کی شدت کا ماجرا بتدریج تاثر کے ساتھ سنایا، پھر میں نے گورے اور گروٹا کا ذکر کیا اور غاروں میں چھپے ہوئے ان کاہنوں اور برگزیدہ لوگوں کے بارے میں بتایا جو یہ امید رکھتے ہیں کہ کسی دن تاریک براعظم میں ملکہ اقابلا سے عنان اقتدار چھین لیں گے کیونکہ بے وفائی اس کی سرشت میں ہے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے؟'' شوطار نے غیر جانبداری کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ان کا جوش اور ولولہ، ان کی عبادت اور استغراق، ان کا نظم اور اشتراک دیکھ کے میں خود خوف زدہ ہو گیا تھا۔ انہیں اپنے عزم پر یقین ہے۔ میں نے وہاں اقابلا کے خلاف ایسی ایسی باتیں سنی ہیں کہ میں دہرانے کی جرات نہیں رکھتا۔'' میں نے رازدارانہ کہا۔

''تم وہاں سے آ کیسے گئے؟'' اس نے بظاہر بے دلی سے پوچھا۔

''آہ! یہ نہ پوچھو کہ میں کیسے آیا۔ وہ ایسے تمام انسانوں کو پتھر میں تبدیل کر دیتے ہیں جنہوں نے مشروب حیات نہیں پیا ہے، وہ مجھے بھی پتھر میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ گورے نے میری تربیت کی، مجھے ہربیکا کا مغز کھلایا۔ وہ لوگ میری بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں بھی اقابلا کے خلاف جنگ میں ان کا ایک موثر ہتھیار ثابت ہوں گا، انہوں نے ایک تہہ خانے میں روحیں اکٹھا کی ہیں۔ انہوں نے بڑی تیاریاں کی ہیں۔ میرا وہاں سے نکلنا مشکل تھا لیکن میرے روحانی کشف کا انہیں بھرپور علم نہیں تھا۔'' یہاں میں نے دانستہ اپنی برتری کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ میں نے اپنی طاقتوں کے بارے میں مبالغے سے کام لیا اور اس سے کہا۔ ''مجھے ایک موقع مل گیا اور میں ان کے عالموں سے لڑتا بھڑتا سمندر میں کود گیا۔ چلتے وقت میں ہربیکا کی مقدس آنکھیں بھی ساتھ لے آیا جو سمندر کے مدوجزر پر نظر رکھتی ہیں۔''

وہ تعجب سے میری باتیں سنتی رہی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے رفیق سرنگا کی دیوی میری طاقت بن گئی تھی۔ اس نے کئی موقعوں پر

نمودار ہو کے میری مدد کی تھی۔ میں اسے بھی اپنی طاقت کا ایک حصہ سمجھتا تھا۔ یہی چند اعتبارات ہم مہذب لوگوں کو اس تاریک سرزمین پر زندہ رکھے ہوئے تھے۔" اور جب میں وہاں سے واپس آیا تو کچھ عرصے بعد میں نے انگروما کے فاضلوں کا ایک گروہ سمندر میں جنگ آزما دیکھا۔ میں نے اقابوؤں کے سامنے شور مچایا کہ وہ مقدس اقابلا کو اس یلغار کی خبر کر دیں۔ وہ اس وقت تین ماہ کے لیے عبادت میں مصروف ہو گئی تھی۔ انگروما کے باغی پھر فرار ہو گئے لیکن وہ کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ وہ تو آگ ہیں، وہ طوفان ہیں، وہ کڑکتی ہوئی بجلیاں ہیں۔"

میری باتیں سن کر شوطار کسی خیال میں کھو گئی۔

"پھر اس کے بعد مجھے کیا ملا؟" میں نے ناراضی سے کہا۔ "آہ مقدس شوطار! میں اس کی شکایت بھی تو نہیں کر سکتا، مجھے غالباً اس کی شکایتیں تم سے نہیں کرنی چاہئیں، وہ ہماری ملکہ ہے اور ہم سب سے افضل ہے۔"

"وہ دوسرے جزیروں کے حاکموں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟" شوطار نے میری بات پر توجہ نہیں دی اور انگروماہی کے ذکر میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ صرف مقدس اقابلا سے نفرت کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر مقدس شوطار! تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" وہ تلخی سے بولی۔ "کچھ نہیں۔"

"تم مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "تمہاری نرمی نے میرے سینے کو جو راحت پہنچائی ہے، وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا ورنہ میں بہت دل شکستہ ہو گیا تھا۔ اور سنو۔ سنو کہ جب میں نے مقدس اقابلا کا جلوہ دیکھا تھا تو میری راتیں، میرے دن اس کی یاد میں وقف ہو کے رہ گئے تھے پھر بھی اس نے کبھی اپنے غلام کو اتنا قریب نہیں کیا جتنا تم نے کیا ہے اور تم خود ایک انجمن ہو، تم نے میری کسک، میری اشتہا، میری جلن محسوس کی۔" وہ مجھے بغور دیکھنے لگی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس کے لب واہوتے تھے، بند ہو جاتے تھے، یہ کیفیت محسوس کر کے میں نے خاموشی پر قناعت کی اور والہانہ انداز میں اس کے مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ضد کرتے ہوئے بولا۔ "اے عظیم شوطار! میرے اوصاف کی قدر کر اور مجھے امسار کے عام مردوں کی طرح مت برت۔ میرے اندر جھانک، مجھے اپنے آپ میں شامل سمجھ۔"

"تم میرے اندر شامل ہو۔" اور اس نے حسب دستور مجھے اپنے آپ میں کمال جذب کے ساتھ شامل کر لیا۔ میری گفتار خود اپنے انجام تک پہنچ گئی۔

☆==========☆==========☆

اس رات شوطار کے شبستان میں رقص کی محفل نہیں سجی۔ یہ ایک خلاف معمول بات تھی۔ میں نے اربان سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ کبھی کبھی شوطار قصر سے باہر چلی جاتی ہے مگر وہ یہ عمل کسی شدید کیفیت سے مغلوب ہو کے ہی کرتی ہے، یقیناً وہ دیوتاؤں سے ہم کلام ہو گی۔ یوں وہ ہر ماہ ایک رات کے لیے قصر سے باہر رہتی ہے اس خبر نے مجھے فرحت پہنچائی کہ آج شوطار قصر میں نہیں ہے۔ کتنے تعجب کی بات تھی کہ آج ہی میں نے اسے انگروما کے فاضلوں کے متعلق تفصیلات بتائی تھیں۔ آج ہی وہ چلی گئی۔ وہ اچانک کہاں چلی گئی؟ میں نے اس سوال پر سوچنے کے بجائے

اس غنیمت لمحے کا ہر ممکن استعمال کرنے کی ٹھان لی۔ میں کتنے دنوں سے اس لمحے کا منتظر تھا جب وہ یہاں موجود نہ ہو اور طلسمی عکس نما کا ایوان اس کی بصارت سے باہر ہو۔ خوش قسمتی سے میرے ساتھ اسمارکی عورتوں کا غول بھی نہ تھا۔ معلوم ہوا، جب شوطار عبادت میں مصروف ہوتی ہے تو محفلِ رنگ ونور کی بساط بھی الٹ جاتی ہے۔ تمام لوگ احتراماً سکوت اختیار کر لیتے ہیں۔ میں اسی سکوت کو ترس گیا تھا۔ قصرِ شوطار پر ہر طرف گہری خاموشی مسلط تھی۔ میں نے یہاں کی سراغ رسی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ شوطار سے آزادانہ گفتگو اور یہاں قیام کے سوا مجھے کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اربان میرے ہم رکاب تھی۔ میں چاہتا تو آج اس نازک بدن کی رفاقت کی استراحت میں شب بسر کرتا لیکن میں نے اسے ایوان سے باہر نکالنے کے لیے ایک مہذب طریقہ اختیار کیا۔ میں دانستہ زارشی کے صحرا کی ابدی آگ روشن کی۔ میرا چوبی اژدہا مستانہ وار اس کے گرد رقص کرنے لگا اور میں زارشی کا مخصوص وظیفہ پڑھنے لگا۔ اربان میرا انہماک دیکھ کے فوراً چلی گئی۔ میں کسی طور یہ موقع ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ پھرتی سے اٹھا، احتیاط کے ساتھ ایوان سے باہر نکلا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ ایک مشکل اور خطرناک اقدام ہے، تاہم اب تاب انتظار نہیں تھی۔ راستے میں ان گنت حسینائیں میرے آڑے آئیں لیکن میں ان میں روحانی مسرتیں تقسیم کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا اور ہر قدم پر ان کی محبت آمیز نگاہوں سے دفاع کرتا ہوا نرماز کے ایوان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کی ٹولی کی عورتیں تھیں۔ میں نے چپکے سے اس کا بازو پکڑ لیا اور اشاروں اشاروں میں تخلیے میں ملنے کی درخواست کی۔ وہ میری جسارت پر گھبرا کر علیحدہ کھڑی ہو گئی۔ پھر میں نے اس اژدہام میں بہت مشکل سے دوبارہ اس کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی جدوجہد کی۔ میں رفتہ رفتہ اس کے بہت نزدیک پہنچ گیا اور نہایت آہستگی سے کہا۔ ''نرماز! شوطار محل میں نہیں ہے۔ وہ عبادت کے لیے اپنے حجرہ خاص میں قصر سے باہر گئی ہوئی ہے۔ مجھے تم سے چند اہم باتیں کرنا ہیں، آؤ یہ موقع پھر نہیں آئے گا۔''

''مجھے چھوڑ دو، دور ہٹ جاؤ۔'' نرماز نے بے بسی سے کہا۔

اس کی ہلکی سی کراہ پر کسی نے سمجھا کہ میں نے اس کے بدن میں چٹکی لی ہے۔ میں اپنی ندامت مٹانے کیلئے ہنسنے لگا اور وہ زعفران زار مجمع چھوڑ کے مجھے مجبوراً وہاں سے فوراً آنا پڑا۔ ایک امکان نرماز سے رہبری حاصل ہونے کا تھا، وہ بھی ضائع ہو گیا۔ مجھے یہاں بہت سی چیزوں کی تلاش تھی اور ان کا پتہ چلانا میرے لیے دنیا کا دشوار گزار کام بن گیا تھا۔ پھر میں نے یونہی تنہا دیواریں سونگھنا شروع کر دیں۔ مجھے کہیں کوئی راستہ نہ ملا۔ میرا چوبی اژدہا ایک مستعد غلام کی طرح ہر دیوار کو ڈس کے خاموش بیٹھ جاتا تھا۔ اب میرے حواس پر وحشت نے مکمل تسلط جما لیا تھا۔ رات جیسے جیسے گزر رہی تھی، میرے کرب کا مرض بڑھتا جا رہا تھا۔ میں کیا کروں؟ آہ وہ عکس نما، سب اس سے خوف زدہ ہیں۔ کاش مجھے اس ایوان کا پتہ چل جائے جہاں وہ نصب ہے تو میں اسے اٹھا کر چکنا چور کر دوں۔ شوطار کی خاموشی اس کی ذہانت پر دلالت کرتی ہے۔ یقیناً وہ اپنی شہرت اور مرتبت سے زیادہ ذہین ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی برتر حیثیت سے پورا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ یہ زریں قصر ایک زنداں ہے۔ اس طلسمی کارخانے میں میرے تمام ارادے صرف شوطار کی بے پروائی اور اعتبار ہی سے تکمیل پا سکتے ہیں مگر وہ مجھ سے کیوں بے پروا ہو جائے گی اور کیوں مجھ پر کلی اعتماد کا اظہار کرے گی؟ کاش میں یہاں اپنے باطنی علوم سے مدد لے سکتا۔ کوئی ایسا عمل کرتا جو در یچے روشن کر دیتا۔ میں شپالی سے ان نازنینوں کے چہرے داغ دار کر دیتا۔ میں شراب کے مٹکوں میں زہر ملا دیتا مگر میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس گھٹن، حبس اور تکدر میں مجھے ایک لامحدود وقت تک انتظار کرنا تھا۔ اگر میں نے عجلت

اور جلد بازی میں کوئی ناکام قدم اٹھا لیا ہوتا تو امسار سے میری واپسی ناممکن ہو جاتی۔ مجھے بہت احتیاط سے پھونک پھونک کر ہاتھ پاؤں اٹھانے تھے۔ صبح تک میں نے اپنی دانست میں قصر کی ہر دیوار ٹھونک لی اور تھک کے اپنے ایوان میں پڑ گیا۔ مجھے گلے میں اپنا ہر عطیہ ہر اعزاز چبھنے لگا۔ یہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ میں ان عظیم دیواروں اور ایوانوں میں بہت بونا آدمی تھا۔

علی الصباح قصر کی چہل پہل بحال ہوگئی، گویا شوطار کی آمد کا غلغلہ ہوا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے کا وقت آیا۔ مجھے خدشہ تھا کہیں وہ میری رات کی مصروفیت کے بارے میں مشکوک نہ ہوگئی ہو لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جب میرے جسم پر روغن مل کر مجھے شوطار کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میں نے اس کی آنکھوں میں ایک خوابیدگی سی دیکھی۔ وہ کچھ کھوئی ہوئی سی تھی۔ گم سی ہو جاتی تھی۔ میرے آنے پر اس کے اشارے سے تمام کنیزیں ہٹ گئیں۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں امسار کی ملکہ سے اس کی رات کی غیر حاضری کا سبب پوچھ سکتا تھا میرے ذہن میں کوئی چور چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے میرے بال اپنے ہاتھ میں زور سے جکڑ لیے، میں نے اس کی پذیرائی کا یہ جوش دیکھ کے ناز کے انداز میں پوچھا۔ ''کل رات قصر پر موت کا سکوت طاری تھا۔ میں تمہیں تلاش کرتا رہا۔ تم کہیں نہیں ملیں۔ رات بڑی گراں گزری۔''

''ہاں، میں یہاں نہیں تھی۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''تم کہاں چلی گئی تھیں؟'' میرے منھ سے نکل گیا۔

وہ مجھے تکنے لگی مجھے پہلی بار اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں نظر آئیں۔ اس نے اچانک حکم دیا۔ ''تم امسار سے کب واپس جانا چاہتے ہو؟''

''کب؟'' میں نے حیران ہو کے کہا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میں واقعی چلا جاؤں؟''

''کیا تم جانا چاہتے ہو؟'' اس نے میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے تین قبیلے تمہاری حکمرانی کے منتظر ہوں گے اور مقدس اقابلا بھی تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔''

''میرا انتظار؟'' میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔ ''کاش وہ میرا انتظار کر سکتی اور جہاں تک قبیلوں کی حکمرانی کا معاملہ ہے۔ مجھے حکمرانی سے کوئی علاقہ نہیں، کیا مجھے یہاں سے چلا جانا چاہیے؟ میں تو کچھ اور سوچ رہا تھا۔''

''تم کیا سوچ رہے تھے؟'' اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''میں سوچ رہا تھا کہ یہیں رہوں جب تک میرے اعصاب میں توانائی ہے اور میرے دماغ میں ہیجان ہے، وقت بسر کروں گا لیکن شاید میں تمہیں اپنی صلاحیتوں سے متاثر نہیں کر سکا۔ شاید میرے نوشتہ تقدیر میں ابھی اور گردشیں لکھی ہیں۔''

وہ چپ ہوگئی۔ اس کی خاموشی مجھے ہلکان کیے دے رہی تھی۔

''میں سوچتا ہوں کہ انگرو ماہی میں رہتا تو اچھا تھا۔'' میں نے کنکھیوں سے اس کی جانب دیکھ کے کہا۔

''کیوں؟'' وہ بے نیازی سے بولی۔

''اس لیے کہ تاریک براعظم میں شاہیت، جبر اور حبس سے تو نجات ملتی، وہ ایک عمدہ اشتراک ہے، وہاں سب برابر ہیں، بزرگوں کا رویہ

چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا ہے۔ وہاں کے ناظم عارضی ناظم ہیں۔ سارا جزیرہ یکساں خیال اور یکساں مقاصد کے لوگوں کا ہے، وہ مشترکہ عبادت کرتے ہیں اور علوم منتقل کرنے میں بخل نہیں کرتے۔''

''کیا وہاں یہ سب کچھ ہے؟'' شوطار نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہاں کیا نہیں ہے؟'' میں نے جواب دیا۔

''اس کے بعد تمہارا ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا؟''

''میں نے اس کی کوشش نہیں کی لیکن اگر میں ان سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو شاید کر سکتا تھا۔''

''وہ کیسے؟''

''میں کسی جزیرہ کے سفر کے دوران میں سمندر میں پہنچ کے ان کی طرف جانے کا ارادہ کرتا تو میرے لیے مشکل نہ ہوتی، ان فاضلوں کے پاس میری واپسی کی خبر پہنچ جاتی۔''

''ہونہہ''۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ''تم جب تک چاہو، یہاں رہ سکتے ہو، میں اگر قصر میں موجود نہ ہوں تو تم قصر اسمار کی کسی بھی عورت سے رابطہ قائم کر سکتے ہو، تم خود ہی اپنے آپ کو اس قصر میں رہنے کا اہل ثابت کرو۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہ آزادی بخش دی۔ قصر اسمار میں تم سے زیادہ دلکش کوئی اور نہیں ہے۔ میں کھلے آسمان میں اور ننگی زمین پر رہنے کا عادی ہوں، شاید میری توانائیاں تمہارے کسی کام آ سکیں، شاید میں تمہارے لیے کوئی موثر طاقت ثابت ہو سکوں۔'' میں نے مسرت اور عزم سے کہا۔ اور اس دن مجھے محسوس ہوا جیسے ایک زندہ شخص ہوں اور میرے جسم میں حرارتیں موجود ہیں اور میری رگوں میں خون تیزی سے گردش کرتا ہے اور میں ایک مرد ہوں، اسمار کا مرد نہیں اور شوطار ایک عورت ہے، اسمار کی عورت نہیں، یہ چند نکتے ہی روشنی طبع کے لیے بڑے اہم تھے۔ مجھے محسوس ہوا، اس اندھیرے میں میرے عزائم کے لئے ایک سمت متعین ہو گئی ہے۔ شوطار کی یہ نوازش میری مشقت آزما برداشت کا ثمر تھی وہ گرانی جو دل و دماغ پر طاری تھی، کسی قدر کم ہونے لگی۔ جسم کی رسیاں ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ قصر میں فوراً کوئی ہنگامہ برپا کرنا خلاف عقل تھا۔ میں نے اس آزادی خفی، لطف جلی اور نکتہ آفریں صورت حال پر اپنی سرگرمیوں میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہیں کی۔ یہ سطحیت شوطار کی نظروں میں میرا درجہ گرا دیتی۔ میں اربان اور دوسری کنیزوں کے گلزار بدن پر کسی وحشی کی طرح ٹوٹ نہیں پڑا۔ ان سب سے میرے رسمی روابط جاری رہے، ابھی نقوش اور پختہ کرنے تھے۔ ابھی ایک کڑی آزمائش درپیش تھی۔ دو تین دن بعد نہایت نامحسوس طریقے پر میں نے شوطار کی عطا کردہ رعایت سے لطف لینے کا آغاز کیا۔ اپنی گزشتہ رواداری کے مطابق میں قصر میں کودتا، پھاندتا، اچھلتا، نازنینان اسمار کے درمیان شگوفے چھوڑتا پھرا۔ میں نے تکلف اور جھجک کا پردہ رفتہ رفتہ چاک کرنا شروع کیا۔ انہی میں نرماز بھی سر راہ مل گئی۔ میں نے اس مرتبہ نرماز سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں اجنبیوں کی طرح اس سے ملا اور کسی دوسری سمت چل پڑا۔ میری یہ محتاط روی شوطار کا آہنیں قلب پگھلانے لگی۔ مجھ پر اس کی عنایتوں کی بارش اب زور و شور سے ہونے لگی۔

☆==========☆==========☆

ایک رات سکوت نے قصر شوطار پھر اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں محل کے نشیبی علاقے میں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ نرماز میری طرف بھاگی چلی آ رہی ہے۔ وہ میرے قریب آ کے رک گئی۔ میں نے اس کی متوحش آنکھوں میں جھانک کر دیکھا اور جلد ہی ان عورتوں سے چھٹکارا حاصل کیا جن کی نگاہیں میرے سراپا کا طواف کر رہی تھیں۔ میں نے مبہم سا اشارہ کیا۔ نرماز میرے عقب میں چلنے لگی اور میں باغ کے ایک ویران گوشے میں چلا آیا۔ قصر شوطار کی خاموشی باغ تک پھیلی ہوئی تھی۔ عام دنوں میں یہاں ایک جشن سا منعقد ہوتا تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دیا۔ نرماز بھی وہیں آ گئی اور آتے ہی بے تابانہ میرے سینے سے چمٹ گئی۔ ''سیدی جابر! مجھے معاف کر دو، میں نے تمہیں دکھ پہنچایا ہے۔ تم میری مجبوریاں سمجھتے ہو گے۔''

''ٹھہرو۔'' میں نے اسے اشارہ کیا۔ ''ابھی خاموش رہو۔'' یہ کہہ کر کے میں نے اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اور احتیاطاً شپالی کی ڈوری کا سرا پکڑ کر پھرکی کی طرح گھماتا رہا۔ ''ہاں جانِ عزیز! بات کرو۔''

''سیدی جابر!'' نرماز نے سسکتے ہوئے کہا۔ ''میں تم سے ملنے کے لیے مضطرب تھی لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ شوطار حسب معمول ایک رات کے لیے قصر سے باہر جائے گی، میں اس رات کی منتظر تھی۔''

''نرماز! دیوتاؤں کے لیے یہ گفتگو چھوڑو۔ یہ وقت بڑا قیمتی ہے۔ ہم بہت مشکوک حالت میں یہاں مل رہے ہیں۔ وہ پُراسرار طاقتیں ہماری باتیں سن رہی ہوں گی جو شوطار کے ساتھ ہیں حالانکہ میں نے اپنی شپالی اور اژدہے کی مدد سے کوشش کی ہے کہ ہماری گفتگو ہم ہی تک محدود رہے۔ میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''سیدی جابر! تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟''

''مجھے مقدس اقابلا نے حکم دیا تھا۔'' میں نے مختصر جواب دیا۔ ''از راہِ کرم نرماز! خود کوئی سوال مت کرو، یہ بتاؤ کہ تم اس قصر کے بارے میں کس قدر معلومات رکھتی ہو؟''

''میں بہت سی باتیں جانتی ہوں۔''

مسرت سے میری چیخ نکل گئی۔ ''اوہ گویا تم طلسمی عکس نما کے ایوان اور دیوتاؤں کے مخصوص کمرے کے بارے میں جانتی ہو؟''

''ہاں۔'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''کیا تم وہاں تک میری رہنمائی کر سکتی ہو؟''

''مقدس اقابلا کے نام پر۔ میں یہ کام ضرور کر سکتی ہوں، تم بھی اس کے غلام ہو، یہ بات میں جانتی ہوں۔''

''تو آؤ۔ دیر مت کرو۔ میرے ساتھ چلو۔'' میرے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ میں نے شپالی گلے میں ڈال لی اور چوبی اژدہا بھی گلے میں لٹکا لیا۔ ہم دونوں نے بات چیت بند کر دی اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر چلنے لگے، باغ سے نکل کر ہم عمارتوں کے سلسلے میں داخل ہوئے۔ نرماز مجھ سے فاصلے پر ہو گئی۔ میں اسے نظروں میں رکھے ہوئے دور دور چلنے لگا۔ راستے میں عورتوں نے اسے بھی دیکھا ہو گا اور مجھے بھی لیکن

وہ اس سے میرے الحاق کا اندازہ لگانے سے قاصر رہی ہوں گی۔ میں اتنی مقبول شخصیت بن چکا تھا کہ مجھے جگہ جگہ رکنا اور نرماز کو ٹھہر کر میرا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو میں نے ابھی تک نہیں دیکھی تھی۔

اور میں قصر شوطار کی ان بھول بھلیوں میں یہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس حصے میں میرے اور نرماز کے سوا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مجھے ایک تاریک گلی سے گزار کر ایسی جگہ لے گئی جہاں ہر طرف سیاہی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ سامنے اندھیرے کا ایک سیل رواں تھا۔ میں نے شپالی روشن کر دی۔ میرے سامنے سیاہ دیواروں کے ایوانوں کا ایک وسیع سلسلہ اجاگر ہو گیا، ان در و بام سے ہیبت ٹپکتی تھی۔ نرماز کی حفاظت کے خیال سے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پہلو سے لگا لیا۔ اپنے طلسمی نوادر کی موجودگی میں خصوصاً امسار کی عبادت گاہ کے ہار کے سبب مجھے یہ اعتماد تھا کہ کوئی بیرونی طاقت مجھے نقصان پہنچانے سے گریز کرے گی، چوبی اژدہا میرے کاندھے پر لٹک رہا تھا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اس وقت میرے دل کی دھڑکنیں میرے قابو میں نہیں تھیں۔ نرماز بھی مبہوت ساتھ چل رہی تھی۔ امسار کی عظیم المرتبت ملکہ شوطار کی پُراسرار خلوت گاہوں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کا جرم اتنا سنگین تھا کہ اس کی سزا کا تصور بھی محال تھا۔ میرے لبوں پر زارشی کے صحرا کا عمل تھا۔ خود نرماز بھی اقابلا کی ایک ممتاز کنیز ہونے کے شرف سے متفخر تھی اس لیے وہ طلسمی علوم سے خوب آگاہی رکھتی تھی تاہم وہ تنہا ان ایوانوں میں داخل ہونے کی طاقت سے محروم تھی۔ اس وقت میرا ذہن کئی فکروں میں منقسم تھا، اندیشۂ آئندہ کے عزائم، اقابلا کی رفاقت اور خوف بھی، میں نے سریتا، سرنگا، ڈاکٹر جواد اور مہذب دنیا کے قافلے کے شکست خوردہ چہرے دیکھے۔ ان میں شراڈ بھی نظر آیا۔ ان چہروں کی تازگی میری مہم کی کامیابی سے مشروط تھی۔ ایسے نازک لمحے میں سرنگا کی پُراسرار دیوی شدت سے یاد آنے لگی۔ کاش وہ اس وقت امسار میں میری مدد کے لیے نمودار ہو جاتی اس کے خیال سے مجھے سہارا ملا۔ میرا دوست سرنگا اور اس کی دیوی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہو گی اور خود اقابلا؟ مجھے اپنی ٹانگوں میں توانائی کی ایک لہر محسوس ہوئی اور میں نے جوش میں نرماز کے گرد حلقہ تنگ کر دیا۔ شپالی کی روشنی ہماری رہنمائی کر رہی تھی، نرماز ایک جگہ ٹھٹک کے رک گئی اور اس نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ دور ایک ایوان کی طرف اٹھایا۔ ''وہ'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''طلسمی عکس نما کا ایوان؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

''ہاں وہی جہاں ساحر اعظم جالوش کا عطیہ عکس نما نصب ہے، یہ ایوان شوطار کے شبستان سے بھی مل جاتا ہے، ہمیں اس طویل راستے ہی سے آنا تھا کیونکہ شوطار کے شبستان میں داخل ہونا ناممکن تھا۔ وہاں اس کی وفادار کنیزوں کا ہجوم ہو گا۔''

''مختصر بات کرو۔'' میں نے سرگوشی میں کہا۔ ''اور وہ دیوتاؤں کا مخصوص کمرہ کہاں ہے؟''

''وہ اس کے برابر ہے۔'' اس نے اشارے سے کہا۔ ''یہی سب سے اہم ایوان ہے، یہاں ایک مقدس پتھر بھی موجود ہے جو ہیرے کی جسامت کا ہے۔ وہ امسار میں شوطار کی حکمرانی کی سند اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔ شوطار نے اسے دیوتاؤں کے مخصوص کمرے میں حفاظت کے خیال سے رکھا ہے۔ وہاں جانا مشکل ہے کیونکہ درندے اور دیوتا اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگر تم نے وہ پتھر حاصل کر لیا تو تم شوطار کو ایک بڑی فضیلت سے محروم کر دو گے اور شپالی کی طرح تمہارے پاس ایک نادر عطیے کا اضافہ بھی ہو جائے گا لیکن تم وہاں کیسے جا سکتے ہو؟ وہاں تو......؟''

نرماز کہتے کہتے رک گئی۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ یہ مختصری روداد سن کے میں نے چند لمحے مکمل طور پر اپنے ذہن کے ساتھ بسر کیے، میرے ذہن نے اس مختصر وقفے میں کئی فیصلے کیے اور رد کیے۔ میں نے سوچا کہ اب یہ جگہ میں نے دیکھ لی ہے، ایک ماہ بعد جب شوطار حسب معمول عبادت کے لیے قصر سے باہر جائے گی تو میں دوبارہ اس طرف آؤں گا اور اس عرصے میں ساحرِ اعظم جالموش سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے شوطار خود ہی میرے اس قدر قریب آ جائے کہ مجھے یہاں لانے میں اسے کوئی عذر نہ رہے؟ مگر یہ دراصل ایک خوف تھا جو فرار پر آمادہ کر رہا تھا۔ میں نے اپنی فکر کی نفی کی۔ آئندہ ایک ماہ میں نہ جانے کیا ہو جائے؟ حالات بدل جائیں؟ ممکن ہے کل صبح شوطار کو میری سرگرمی کی خبر ہو جائے؟ اس لیے اس مبارک موقع سے مجھے مکمل حظ اٹھانا چاہیے۔ میں نے مقدس اقابلا' سرنگا کی دیوی اور سرنگا، تینوں کا تصور کیا، پھر میں نے اپنی تسلی کے لیے فضاؤں میں ساحرِ اعظم جالموش سے مخاطب ہونے کی جرات کی۔ میری آواز صرف مجھی کو سنائی دے رہی تھی۔ میں ٹھہرے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اے محترم جالموش! اے ساحروں کے ساحر! مجھے اقتدار اختیار سے سروکار نہیں ہے میں اپنی عظیم ملکہ مقدس اقابلا پر اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پس میری طرف التفات کی نظر سے دیکھ اور میرے جذبے کی صداقت کا اپنی دوربیں آنکھوں سے مشاہدہ کر۔ ہاں مجھے اپنے بہترین شاگردوں میں شمار کر، کہ میں تیرے پاس آنے ہی والا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تو مجھے مایوس نہیں کرے گا کیونکہ میرے عزائم میں کوئی سقم نہیں ہے۔''

یہ کہہ کے میں نے نرماز کو وہیں کھڑا رہنے دیا مجھ سے علیحدہ ہوتے ہی نرماز نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ وہ گریہ وزاری کر رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت وہ تمام طلسمی علوم میرے حافظے میں ابھر رہے تھے جو تاریک برِ اعظم میں اب تک میں نے حاصل کیے تھے، میں ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا، نرماز سے جدا ہو کے عکس نما کے ایوان کے دروازے تک کا فاصلہ طے کرتے ہوئے میں احتیاطاً کئی بار رکا اور آخر دروازے تک پہنچ ہی گیا۔ یہ پتھروں سے تراشا ہوا ایک طویل دروازہ تھا، میں نے اس پر کاندھا لگایا تو مجھے اپنی بساط کا اندازہ ہوا، کوئی زنجیر بھی لگی ہوئی نہیں تھی مگر یہ ایک ایسا دروازہ تھا جس کے دو حصے علیحدہ نظر آتے تھے۔ میں نے دوبارہ اپنی پشت ٹکائی۔ کوئی حرکت نہیں ہوئی، مجھے پسینہ آنے لگا اور میں نے ڈبگی کے سینگوں سے اس پر ضرب لگانی شروع کی۔ یہ آواز خوفناک انداز میں ایوان میں بازگشت کرنے لگی۔ پھر میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی ایک مخصوص انداز میں رکھ کے اور ایک عمل پڑھ کے دروازے پر زور لگایا۔ دروازے میں ذرا سا ارتعاش بھی نہیں ہوا۔ میں مختلف عمل پڑھتا رہا اور ہر عمل ناکام ہوتا رہا۔ میں نے شپالی کی مدد سے آگ لگانے کا ارادہ کیا لیکن پتھروں پر یہ آگ کیا اثر کرتی؟ میں نے آگ لگا ہی دی۔ گرد و نواح کی دیواریں تپنے لگیں اور میں دروازے سے اپنا سر پھوڑتا رہا، اس بھڑکتی آگ میں اب ایک ہی عمل رہ گیا تھا کہ میں باری باری اپنے تمام نوادر سے مدد لوں، میں نے یہی کیا اور آخر میں جھنجھلا کے شپالی بھی آگ میں جھونک دی۔ اچانک آگ کا دائرہ بڑھا اور آگ ایک سمت بڑھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور شعلے اندر کا رخ کر رہے تھے۔ میں نے وہ آگ بجھا دی اور چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں جارا کاکا کی کھوپڑی تھی۔ چوبی اژدہا شپالی لے کر پھرتی سے میری ٹانگوں کے راستے اوپر آ گیا۔ اندر ایوان جگمگا رہا تھا اور میرے سامنے آئینے کی شکل کا ایک قدِ آدم سفید پتھر رکھا ہوا تھا۔ یہ یقیناً متبرک عکس نما تھا۔ اسے دیکھ کے میری کیا حالت ہوئی ہوگی؟ میں سمجھا کہ اس پتھر میں میری زندگی محفوظ ہے، مجھے کوئی اور خیال نہیں تھا۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی تھام کے پتھر میں کچھ دیکھنے کی خواہش کی مگر خواہشیں گڑ بڑا

گئیں۔ شاید میں بدحواس ہوگیا تھا۔ میں نے جاملوش کا شکریہ ادا کیا اور دل ہی دل میں اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس کے استعمال کی اجازت دے۔ پھر میں نے اشمار کو دیکھنا چاہا۔ سفید پتھر پر رنگ پھیل گئے۔ رنگوں کے یہ ہیولے خطوط کی شکل میں ظاہر ہوئے اور مجھے اشمار کا چہرہ نظر آیا۔ وہ اپنے جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ منظر بہت دلکش تھا لیکن میں نے اسے پلٹ دیا اور ایشام، تلراش کی بزم آرائیاں دیکھیں، میں نے امسار کی گلیاں دیکھیں، پھر میرے دماغ میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ شوطار کو دیکھوں؟ مجھے اس میں بھی ناکامی نہیں ہوئی۔ شوطار ایک بت کی طرح کھڑی تھی۔ اس کے آس پاس مورتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ شوطار کے چہرے پر شدید کرب تھا۔

میں نے یہ منظر بھی بند کر دیا، شوطار کا کرب ناک چہرہ دیکھ کے مجھ پر عجلت سوار ہوگئی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں یہ پتھر باہر نہیں لے جاسکتا جاملوش کا یہ نادرہ کار عطیہ ضائع کر دینے کو بھی دل آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر میں کیا کرتا؟ کیا میں یہاں اس مقدس پتھر کا صرف دیدار کرنے کے لیے آیا تھا؟ ''آہ جاملوش!'' میں نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ مجھے اسے ضائع کرنا پڑے گا۔ مجھے اسے توڑ دینا چاہیے تاکہ شوطار امسار میں ہونے والی نقل وحرکت دیکھنے سے محروم ہوجائے۔ مجھے یہ افسوس ناک کام کرنا ہی پڑے گا۔'' میں نے بڑبڑا کر کہا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے؟ میں نے شپالی سے اسے داغ دار کر دیا۔ اب اس میں دھبے پڑ گئے تھے، بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ دھبے ٹوٹ سکتے ہیں مجھے اسے توڑ ہی دینا چاہیے۔ وہ کوئی وزنی پتھر نہیں تھا۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں اور پتھر کی اس بڑی سلیٹ پر ڈبگی کے سینگوں سے ضربیں لگانا شروع کیں۔ جلد ہی وہ کسی شیشے کی طرح چکنا چور ہو کے رہ گیا۔ میں نے ایک بار پھر جاملوش سے معذرت چاہی اور پتھر کے چند ٹکڑے ہاتھ میں رکھے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر آ گیا۔

اب میرا رخ دوسرے دروازے کی طرف تھا۔ میں جزئیات سے گریز کروں گا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ عکس نما کے ایوان کا دروازہ کس طرح کھلا تھا؟ وہی عمل اس دروازے پر کارگر ہوا لیکن جیسے ہی دیوتاؤں کے اس مخصوص کمرے کا دروازہ کھلا ہیبت ناک آوازوں کے شور نے مجھے حواس باختہ کر دیا اور بہت سے درندے جیسے میری جانب لپکے۔ میں اس اچانک افتاد سے قطعی پریشان ہوگیا۔ خوف ناک درندوں اور انواع واقسام کے جانوروں نے میری سمت زقند بھری۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میرے حواس اسی وقت بحال ہوئے جب میں نے انہیں ٹھٹک کر اپنے قریب ٹھہرتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ میں نے شپالی اور جارا کا کی کھوپڑی مضبوطی سے پکڑ لی اور سراسیمہ ہو کے اس بلائے ناگہاں سے نمٹنے کے لیے سوچنے لگا، وہ غرا رہے تھے، پھنکار رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھایا تو ان کی آوازوں میں اور زیادہ ہیبت پیدا ہوگئی لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔ میں نے سوچا، اب ایک ہی چارہ ہے کہ انہیں صحرائے زارشی کی ابدی آگ سے خوف زدہ کیا جائے، آگ جلی تو وہ سمٹ کر مجھ سے دور بھاگے اور دیواروں کے ساتھ چپک گئے۔ آہ میرے عزیز نوادر! انہوں نے کتنی بار میرا ساتھ دیا، تاریک براعظم میں میری کامیابی انہی کی مرہون منت تھی۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف بھاگتے ہوئے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا۔ ہر طرف نوادر بکھرے ہوئے تھے۔ کسے اٹھاؤں؟ کسے ساتھ رکھوں؟ ہر چیز پاس رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ ان نوادر میں ایک جگہ سیاہ پتھر کے بڑے پیالے میں ایک چمکتا ہوا پتھر بھی تھا۔ میں نے اسے اچک لیا اور جیسے ہی میں نے اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا، میرے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ میں نے اسی پر اکتفا نہیں کی، جو کچھ میرے ہاتھ میں آیا، میں نے اٹھا لیا، اب مزید ہوس کی گنجائش نہیں تھی۔ سرمستی میں، اور ایک ایسی مستانہ کیفیت میں جس کا اظہار

میرے بس میں نہیں ہے، میں اپنی پوری رفتار سے ہانپتا ہوا، لرزتا ہوا ان طلسمی ایوانوں سے دور بھاگنے لگا مجھے اپنی سدھ بدھ ہی کہاں تھی؟ نرماز ابھی تک آسمان سے فریاد بہ لب تھی۔ آسمان کو میری تیرہ بختیوں کا خیال آ ہی گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے روشنیاں سی لپکنے لگیں۔ میں نرماز کے سینے سے جا لگا اور نرماز نے اپنے دونوں بازوؤں سے مجھے حصار میں لے لیا۔ کسی آغوش نے مجھے اتنا آسودہ نہیں کیا ہوگا جتنا اس وقت نرماز کی باہوں نے کیا تھا۔ میں ہانپ رہا تھا۔ ''سیدی جابر! جارا کا تمہارا مرتبہ بلند کرے، تم نے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے تم یقیناً پرستش کے لائق ہو۔''

''میں جانتی ہوں سیدی! تمہی انہیں حاصل کر سکتے تھے۔'' نرماز نے جوش مسرت میں کہا۔

''اب میں یہاں سے رخصت ہوتا ہوں۔''

''کہاں؟ تم اب کہاں جانا چاہتے ہو؟''

''صبح تک شوطار آ جائے گی مجھے فوراً خود کو عبادت گاہ میں روپوش کر لینا چاہیے۔''

''یہ ایک مناسب خیال ہے۔'' نرماز نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

''مگر ٹھہرو۔ ذرا مجھے ان نوادر کا نظارہ کر لینے دو۔''

''یہ دیکھو۔ یہ دیکھو۔ یہی ہیں نا وہ؟''

''ہاں یہی ہیں۔ دیوتاؤں کی قسم یہی۔'' اس نے انہیں بے اختیار چوم لیا۔ ''وہ ان سے محروم ہو گئی ہے۔''

''نرماز! مجھے جلد از جلد اس قصر سے باہر نکالنے کا اہتمام کر دو۔ دروازے تک کسی خوف کے بغیر میری رہنمائی کرو۔''

''تمہارے ہاتھ میں یہ مقدس پتھر موجود ہے، اب تمہیں کون روک سکتا ہے؟'' نرماز نے کہا۔

''لیکن میں باہر جانے کے راستے نہیں جانتا۔''

''میں تمہیں پہنچاؤں گی۔ کاش میں تمہارے ساتھ چلتی۔''

''تو میرے ساتھ ہی چلو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''نہیں، مجھے ابھی ٹھہرنا ہوگا، شاید تمہیں میری ضرورت پڑے۔''

''نرماز! یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ممکن ہوا ہے۔''

''نہیں، یہ تمہاری ذہانت اور شجاعت کا کرشمہ ہے۔''

ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جھومتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے اور قصر شوطار کے اس حصے میں آ گئے جہاں نازنیناں اسرار سکوت کا روزہ رکھے ہوئے تھیں۔ یہاں نرماز مجھ سے آگے ہو گئی تھی۔ ایک موڑ پر اس نے اشارہ کیا اور یاس انگیز نگاہوں سے واپس جانے لگی۔ قصر کا دروازہ جو ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل تھا، اب سامنے موجود تھا اور بے شمار عورتیں وہاں پہرا دے رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے روکا لیکن میں نے اپنی ہتھیلی میں رکھا ہوا مقدس پتھر ان کے سامنے کر دیا۔ ان کی آنکھیں پھٹ گئیں اور ان پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ میرے راستے

سے ہٹ گئیں۔ قصر کا بڑا دروازہ دھیرے دھیرے کھلا اور میں ایک شان بے اعتنائی سے باہر آ گیا۔

میں ایک شرابی کی طرح، تمام فکروں سے بے نیاز، اپنی دھن میں مست عبادت گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عبادت گاہ کا راستہ بتانے میں کئی حور شمائل عورتوں نے میری مدد کی تھی۔

عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی میں نے اپنے اتالیق کاہن اعظم قرسام کے حجرے میں حاضری دی۔ وہ میری صورت دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ ''تم آ گئے؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''ہاں۔ میں آ گیا۔'' میں نے اپنی مٹھیاں کھول دیں۔ پتھر میرے ہاتھ سے گر کر زمین پر منتشر ہو گئے۔

''تم انہیں لے آئے؟'' اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور اس نے انہیں فوراً زمین سے اٹھا لیا۔

''اور اب میں تمہاری پناہ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے عقیدت سے کہا۔

''میرے عظیم فرزند!'' قرسام مجھ سے لپٹ گیا۔ ''میرے عظیم فرزند، یہ سب میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

میرے بیش قیمت نوادر دیکھ کے کاہن اعظم اپنا رتبہ بھول گیا۔ میں نے اپنے جذبات کے اظہار میں کوئی احتیاط روا نہ رکھی۔ وہ مجھ سے اس طرح بغل گیر ہو گیا جیسے میں اس کا کوئی گمشدہ عزیز ہوں، اس کی نگاہیں چمک رہی تھیں، چمک دار پتھر جو آج رات ہی میں نے قصر شوطار سے حاصل کیے تھے، اس کی مٹھی میں تھے، اس وقت حجرے میں ہم دونوں کے سوا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہ عبادت گاہ کے کاہن اعظم قرسام کا حجرہ تھا اور عبادت گاہ کا درجہ جزیرہ اسمار میں ایک آزاد مملکت کا سا تھا، جوش و مسرت میں کاہن اعظم نے میری پیٹھ تھپتھپائی، پھر شاید اسے خیال آیا کہ ملکہ شوطار کی فضیلت کی سند، یہ طلسمی ہیرا دیکھ کر وہ کچھ زیادہ ہی غیر متوازن ہو گیا ہے۔ ''تم انہیں اتنی جلد کیسے لے آئے؟'' وہ حیرانی سے کہنے لگا۔

''آج شوطار محل سے باہر تھی اور میں نے اس عرصے میں اپنے حسن سلوک سے محل میں گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل کر لی تھی، میں عرصے سے ان ایوانوں کی تلاش میں تھا جہاں طلسمی عکس نما اور نوادر محفوظ ہیں، آخر آج رات یہ موقع نصیب ہو گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساحر اعظم جالوش کا طلسمی عکس نما تباہ کر دیا تاکہ شوطار اسمار میں ہونے والی سرگرمیاں نہ دیکھ سکے، پھر اسی جدوجہد میں مجھے، یہ پتھر بھی ہاتھ لگ گئے اور میں انہیں لے کر سیدھا تمہاری خدمت میں آ گیا۔'' میں نے اختصار سے عجز کے ساتھ آج رات کا ماجرا سنایا۔

''سیدی جابر!'' اس نے ولولے سے کہا۔ ''تم نے قصر شوطار کا یہ مبارک پتھر حاصل کر کے جہاں ایک طرف اپنے نایاب نوادر میں اضافہ کیا ہے، وہاں یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مقدس اقابلا نے تمہارا انتخاب نیک ساعتوں میں کیا تھا۔''

''اے کاش!'' میں نے اضطراب میں کہا۔ ''کاش میں اس کی توقعات پر پورا اتر سکوں۔''

میں عبادت گاہ میں قرسام کے پاس پہنچ تو گیا تھا اور میں نے ایک بڑا معرکہ بھی سر کر لیا تھا لیکن میرا ذہن اس معرکے کے اثرات و نتائج کے بارے میں الجھا ہوا تھا، متعدد لوگوں نے مجھے یہ باور کرایا تھا کہ ملکہ شوطار ساحر اعظم جالوش سے ایک خاص نسبت رکھتی ہے۔ تاریک بر اعظم میں جالوش کا نام نہایت عقیدت اور احترام سے لیا جاتا تھا۔ شوطار علی الصباح جب قصر میں واپس آئے گی تو اسے اس صورت حال کا علم ہو گا اور وہ یقیناً

جاملوش کی خدمت میں فریاد کرے گی۔ اس کا حسن بے نظیر ہے اور میں یہاں اجنبی ہوں، میرے لیے یہ بات باعث تشویش تھی کہ اب جاملوش کا رد عمل کیا ہوگا؟ میں اسی شش و پنچ میں تھا کہ قرسام نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ ''جابر بن یوسف! میرا قیاس ہے، دیوتا تم سے کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔ تمہاری مسلسل کامیابیاں تاریک براعظم میں تمہیں کوئی بڑا رتبہ سونپنے کے درپے ہیں۔''

''مقدس کاہن!'' میں نے سرشوری سے جواب دیا۔ ''کیا اس سرزمین میں اس سے بڑے رتبے کا تصور ممکن ہے کہ اقابلا کا قرب نصیب ہو۔ میں نے یہ سب اسی طمع میں کیا ہے۔''

''ہاں۔'' اس کی آواز میں یاسیت آ گئی۔ ''اس کی طلب جاں بازوں کا مقصود ہے، وہ تم سے متاثر ہے، تمہاری اس سعادت میں کسی کو کلام نہیں۔ اسی لیے اس نے تمہیں امسار کے سفر پر روانہ کیا ہے۔ امسار میں ایک زمانے بعد کسی مرد نے داخل ہونے کا حوصلہ کیا ہے اور اتنی کم مدت میں یہ لرزہ خیز مہم سر کی ہے۔''

''مقدس کاہن!'' میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ ''میرے جسم کی حرارت ختم نہ ہو جائے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ میری رہبری میں عجلت کرو کیونکہ میری جسارتیں شوطار کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکیں گی، میں ابھی تک اس سرزمین میں ہوں جہاں شوطار کی حکمرانی ہے، وہ حالات سے یقیناً باخبر ہو چکی ہوگی۔''

''نہیں۔ نہیں'' اس نے بے فکری سے کہا۔ ''یہ عبادت گاہ دیوتاؤں کی سلطنت ہے، یہاں کا کاہن اعظم دیوتاؤں کے لازوال قوانین کے مطابق عبادت گاہ میں آئے ہوئے ہر شخص کو اپنی امان میں رکھتا ہے۔ میرا حجرہ ماورائی طاقتوں کی زد سے باہر ہے۔'' پھر اس نے شفقت سے کہا۔ ''مہذب دنیا کے معزز فرد جابر بن یوسف! قرنوں کے بعد کوئی کرن نمودار ہو رہی ہے، اسی طرح اپنی ذہانتوں شجاعت سے کارنامے انجام دیتے رہو اور نتائج ان پر چھوڑ دو جن کا سحر یہ زمین سنبھالے ہوئے ہے۔'' یہ کہتے کہتے کاہن اعظم کا لہجہ اداس ہو گیا اور وہ بولا۔ ''شاید بے قراروں کو قرار آ جائے۔''

''تمہارا کیا مطلب ہے؟'' میری سمجھ میں اس کی بات نہیں آئی۔

''کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔'' وہ ٹالتے ہوئے بولا اور اس طرح کی حرکتیں کرنے لگا جیسے اس نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔

''میں سمجھتا ہوں، اب وقت آ گیا ہے کہ تم طلسمی عکس نما کی بربادی اور اس پتھر کی حصول یابی کے بعد شوطار سے مبارزت کی دعوت دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرو گے۔'' میں نے لفظ چبا چبا کے کہا۔

''مجھے یقین تھا کہ بہ عجلت ممکنہ یہ سوال کرو گے۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ ''کوئی شخص بھی کسی وقت ملکہ شوطار سے مبارزت کا اعلان کر سکتا ہے مگر یہ ایک بہت بڑا اعلان ہے کوئی دعویٰ کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ تم ساحر اعظم جاملوش کی اعانت کے لیے عبادت گاہ میں کسی بے مثال ریاض کا مظاہرہ کرو تا کہ تمہاری کامیابی میں کوئی شبہ نہ رہے، تمہارے پاس مقدس پتھر ہے۔ مگر تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم ایک ایسی ملکہ سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہو جس کا درجہ دیوتاؤں کی نظر میں بہت بلند ہے۔''

''ہاں۔ اور اسی لیے میں تمہاری رہنمائی چاہتا ہوں، اسی لیے میں سیدھا عبادت گاہ میں آیا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں نے شوطار کے محل

میں داخل ہونے سے پہلے تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میں اپنے علم وفضل کے اعتبار سے تاریک براعظم کے عالموں کی کون سی فہرست میں شمار کیا جاسکتا ہوں؟''

وہ چند لمحوں کے لیے تذبذب میں پڑ گیا اور اس نے بہ غور میرا چہرہ دیکھا، میں متجسس آنکھوں سے اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا، پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی اور وہ متانت سے کہنے لگا۔''تم نے زارشی کے صحرا میں دن گزارے اور شاپالی حاصل کی، یہ تمام نوادر جن سے تمہارا اگلا آراستہ ہے، تمہارے علم وفضل کی دلیل ہیں مگر یہاں پراسرار طاقتوں کا جال بچھا ہا ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک عالموں کے مقابلے میں ایک مبتدی کی سی ہے، اگر تمہیں اپنی کسی فضیلت کے عوض مشروب حیات حاصل ہو گیا تو ریاضت کے لیے تمہیں ایک زمانہ مل جائے گا، تاہم دیوتا تمہارے ساتھ ہیں اور وہ چاہیں تو تمہیں لمحوں میں وہ تمام عظمتیں سونپ دیں جو یہاں عرصہ میں نصیب نہیں ہوتیں۔''

یہ میری بات کا واضح جواب نہیں تھا، میں قرسام کو کرید کے وہ وقت تعین کرنا چاہتا تھا جب شوطار سے مبازرت ہو اور میں اقابلا کی بارگاہ میں فاتحانہ داخل ہوں' میں اپنے ہندی دوست سرنگا سے ملوں اور فلورا کو بازیاب کروں۔ کاہن اعظم کے مبہم جوابات اور بتدریج معتدل ہوتے ہوئے رویے سے میرا جوش سرد پڑنے لگا، میں نے طے کیا، مجھے کاہن اعظم کے طول عمل والا رد کر دینا چاہیے اور کسی غیر معینہ مدت کا انتظار کرنے کے بجائے شوطار کے سامنے صف آرا ہو جانا چاہیے مگر اسی وقت میری نظروں میں جالموش کا دیو قامت ہیولا گھوم گیا، میں نے اپنے ذہن میں اس کی جو تصویر کھینچی تھی، وہ بڑی ہیبت ناک تھی۔ جالموش کیا غیر معمولی صفات کا شخص ہے؟ طلسمی عکس نما کے ایوان میں داخل ہونے سے پہلے میں نے احتیاطاً جالموش تک اپنی درخواست پہنچانا چاہی تھی۔ اگر وہ مداخلت پر آمادہ ہوتا تو میں کبھی کامیابی سے ہم کنار نہ ہوتا اور یوں بھی نوادر کے حصول، عورت اور اقتدار کے حصول کے لیے جاں بازی و جان نثاری کے مظاہرے دکھانے کے تمام مواقع تاریک براعظم میں فراہم کیے گئے تھے، میرا یہ اقدام میری کسی ہوس سے آلودہ نہیں تھا۔ یہ صرف اقابلا کی خاطر کیا گیا تھا، بہرحال میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھا، عجیب وغریب اسرار کی اس سرزمین پر تاویلات اور عقل کی گنجائش کہاں تھی؟ ہاں کبھی کبھی میرا ذہن تاویلات کی پیچیدگیوں میں الجھ جاتا تھا۔ میری کامیابیوں کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ میں نے تمام مہذب سائنسی اور فکری موشگافیوں کا باب بند کر کے جو کچھ دیکھا، جیسے دیکھا، اسے کسی شک کے بغیر تسلیم کر لیا۔ یہی میری عقل ہے اور اسی نے مجھے ممتاز کیا ہے، میں نے بار بار خود کو تسلی دی، بس وہی عقل استعمال کی جائے جو اس زمین پر رائج ہے۔ میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے ملائے تو میری بے تابی کو افاقہ ہوا۔ قرسام میرے نوادر ٹٹول کے بار بار اس طرح میری طرف دیکھنے لگتا تھا جیسے میں عجوبہ ہوں۔

میں خود اپنی نظروں میں ایک عجوبہ تھا، بے لباس، ننگ دھڑنگ، کھردری جلد، چہرے کا رنگ، کان کے بالے، گلے میں عجیب ہیئت کی اشیا، ماحول طلسمی، بیروت کا ایک شائستہ اور مقبول نوجوان کہاں سے کہاں آ گیا تھا؟ قرسام نے درختوں کی چھال سے ایک ڈوری بنائی اور بقیا تمام پتھر اپنے پاس رکھ کے قصر شوطار کا نایاب پتھر اس میں پرو دیا اور اسے میرے گلے میں لٹکا دیا۔ پھر ایک عزم کے ساتھ اس نے میری انگلی پکڑی۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے مجھے حکم دیا۔

میں حیل وحجت کے بغیر اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے اپنے حجرے سے باہر لے آیا، رات ٹمٹما رہی تھی اور آفتاب عالم تاب کی آمد آمد کا

غلغلہ تھا، عبادت میں وصال سے تھکے ہوئے کاہن اعظم اور کاہنائیں ایک دوسرے کی آغوش میں معصومیت سے پڑے ہوئے تھے اور جو وصال سے محروم رہے تھے وہ مختلف عبادتوں میں مصروف تھے۔ قرسام آہستہ آہستہ پُر وقار اور انداز میں چل رہا تھا مجھے اس کی رفتار سے الجھن ہو رہی تھی، ایک سنسنی سی میرے رگ و پے میں برپا تھی، جسم میں برقی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ دیوتاؤں کے اصنام کے درمیان حجرے بنے ہوئے تھے۔ ایک بڑے حجرے کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ میری جانب پلٹا۔ ''تم میری ہدایت پر کسی تردد اور کراہ کے بغیر عمل کرو گے۔''

مجھے ہنسی آ گئی۔ ''میں خود کوئی اختیار اور قدرت کہاں رکھتا ہوں؟ تم مجھے ثابت قدم دیکھو گے۔ میرے پاگل پن میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''جاراکاکا کی عظیم روح کو گواہ بنا کے عہد کرو کے تم میرے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرو گے۔''

میں نے سر جھکا لیا اور خاموش رہا۔ ''تو پھر آؤ۔'' اس نے حجرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حجرے کا دروازہ قرسام کے پیروں کی دھمک سے خود بخود کھل گیا۔ اندر ایک چھوٹا سا مکان نظر آ رہا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے سے گزار کر وہ مجھے ایک بڑے کمرے میں لے گیا جہاں زندگی کے تمام لوازم موجود تھے۔ یہ جگہ مصر کے کسی مدفون فرعون کا مقبرہ معلوم ہوتی تھی۔ درمیان میں فرعون کی ممی کی جگہ جاراکاکا کی ایک بہت بڑی مورتی ایستادہ تھی اور اس کے اردگرد مختلف دیوتاؤں کی مورتیاں، مورتی کے سامنے ایک مشعل جل رہی تھی جس نے سیاہ دیواروں کے اس کمرے میں ایک سیاہ روشنی سی بکھیر دی تھی۔ ''میں تمہیں یہاں قید کرنے آیا ہوں۔'' قرسام نے ایک کونے میں کھڑے ہوئے کہا۔

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ میں آزاد کہاں ہوں؟ لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔

قرسام نے میرے جواب کا انتظار نہیں کیا اور اپنا ہاتھ بلند کر کے مٹھیاں بار بار کھولیں اور بند کیں۔ چاروں طرف مشعلیں روشن ہو گئیں۔ دیوار پر جا بجا مشعلیں نصب تھیں۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ قرسام نے میری مرتبت کے بارے میں ابھی ابھی جو رائے دی تھی، وہ صحیح ہے، اتنی مدت گزارنے کے باوجود میں اپنی خواہش اور ارادے سے اور اس قدر اعتماد سے یہ مظاہرے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ خیال آتے ہی مجھ پر نقاہت کا غلبہ ہوا۔ اسی لمحے قرسام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے کسی طفل مکتب کی طرح اس کی طرف حسرت سے دیکھا۔ وہ اب ساکت کھڑا تھا، پھر اچانک اس کا جسم اس انداز میں گردش کرنے لگا جیسے ابھی تمام اعضا علیحدہ ہو جائیں گے۔ اس نے گھٹنے فرش پر ٹیک دیئے اور سر زمین پر رکھ کر ایک دل دوز چیخ ماری۔ اس کا جسم کسی پھرکی کے مانند گھوم رہا تھا۔ انہی کیفیتوں کے درمیان قرسام کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔ ''اے برگزیدہ روحو! اے نادیدہ دیوتاؤ! میں یہ شخص تمہارے پاس محفوظ کر رہا ہوں۔ اگر یہ وہی ہے جو تمہیں مطلوب ہے تو میری زندگی کی مراد پوری ہو گئی اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں اس کے بارے میں فیصلے کرنے کا اختیار ہے۔ اسے جلالت و عزت سے سرفراز کرو۔ یا پھر اسے میری جانب سے قربانی کے طور پر قبول کرو۔''

میں قرسام کی اس کرب انگیز آواز سے لرز گیا۔ یکایک مشعلیں بجھ گئیں اور قرسام کو قرار آ گیا۔ میں نے اپنے تمام نوادر ہاتھوں سے پکڑ رکھے تھے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے؟ قرسام میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے مورتی کے پاس لے گیا اور اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''مقدس جاراکاکا! یہ شخص جس کا نام جابر بن یوسف الباقر ہے اور جسے تو نے پہلے بھی شاد کام کیا ہے، یہ شخص اس وقت تک قربانیاں پیش کرتا

رہے گا جب تک تیرا دل خون سے نہال نہ ہو جائے۔ اسے حوصلہ دے کہ یہ قربانیاں پیش کرے اور سیاہ علوم کے ساحروں کی قربت حاصل کر سکے۔‘‘

میں دم بخود سا قرسام کے لفظ اپنے کانوں میں اتارتا رہا۔ اس اعلان سے فراغت پا کے وہ میری طرف متوجہ ہوا اور پُر اسرار انداز میں کہنے لگا۔’’میں جا رہا ہوں۔ یہ جارا کا کا متبرک حجرہ ہے اور تمہاری تربیت کا ایک مرحلہ بھی۔‘‘ وہ کہہ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اور کتنے مرحلے پیش آئیں گے؟’’تم یہاں تنہا نہیں رہو گے۔ یہاں عظیم دیوتاؤں کی روحیں موجود ہیں جنہیں تم برداشت، تحمل، استقامت، طاقت سے متاثر کرو گے تو شاداں باہر نکلو گے۔ دیوتاؤں کے سامنے متبرک وصال کا مظاہرہ کرو گے اور ثابت کرو گے کہ تم ہر اعتبار سے ایک اہل شخص ہو اور تمہیں بڑی ذمہ داریاں سونپی جا سکتی ہیں۔ دیوتا جب چاہیں گے، تمہیں باہر کی دنیا میں بھیج دیں گے ورنہ تم یہیں مرکھپ جاؤ گے اور تمہاری روح ہمیشہ بلند مقام پر فائز رہے گی۔‘‘

’’مگر۔‘‘ قرسام کی گفتگو میری سمجھ سے بالا تھی۔’’مگر میں یہاں کب تک رہوں گا اور کیا ان مورتیوں سے وصال کا مظاہرہ کروں گا؟‘‘ میں نے تذبذب سے پوچھا۔

’’وہ خود اس کا انتظام کریں گے، جابر بن یوسف! تمہارے لیے اس سے بڑی سعادت ممکن نہیں کہ تمہیں اپنے حجرہ خاص میں رفاقت کے لیے دیوتاؤں نے قبول کر لیا ہے۔ ممکن ہے تمہیں یہاں مشروب حیات سے نواز دیا جائے۔ یہ دیوتاؤں کی مرضی پہ منحصر ہے کہ وہ تمہیں کب یہاں سے رخصت کرتے ہیں یا ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں‘‘ قرسام نے دبدبے میں کہا۔

میرا دم گھٹنے لگا۔ زارشی کے صحرا میں بوڑھوں کی ابدی آگ کے سامنے بیٹھے ہوئے بھی مجھے ایسی گھٹن نہیں ہوئی تھی جیسی قرسام کی گفتگو اور اس ماحول سے ہو رہی تھی مگر ایک معمول کے سوا میری کیا قدر تھی؟ میرا جی چاہا کہ میں شوطار سے مبارز طلبی کا دعویٰ کرنے سے باز رہوں، میں ایک لامحدود مدت تک قید ہونا نہیں چاہتا، انگروما میں اسی لیے میں نے اپنا قالب پتھر میں تبدیل کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ میرا ہندی دوست سرنگا مر جائے گا، سریتا بھی ختم ہو جائے گی، مہذب دنیا کے دوسرے قافلے کے لوگ بھی مر جائیں گے، میں ان کی صورت کبھی نہیں دیکھ سکوں گا، انگروما کے خیال سے مجھے سرنگا کی پر اسرار دیوی یاد آئی اور اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن میرے تصور میں ٹمٹمانے لگی۔ ممکن ہے وہ میری مدد کو آجائے؟ میں نے قرسام سے عہد کیا تھا کہ میں اس کے ہر حکم کی بجا آوری کروں گا۔ عہد کرنے کے بعد واپس جانے کا کیا محل؟ مجھے خاموشی سے اس حجرے میں مقید ہو جانا چاہیے۔ میں نے قرسام کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا اور قرسام میری آنکھوں پر انگلیاں پھیرنے کے بعد مجھ سے جدا ہو گیا۔

میں نے اسے کسی دروازے سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ وہ دیواروں میں کہیں روپوش ہو گیا۔ میں بھاگا بھاگا چھوٹے کمرے میں آیا۔ وہاں بھی اندھیرا تھا۔ میں نے شپالی سے روشنی کی اور پھر مجھے اندازہ ہوا کہ کوئی روزن کوئی دروازہ موجود نہیں ہے۔ ایک بار بار گمان میں بھی لوسا کا نے مجھے ایسے ہی زنداں میں بند کر دیا تھا، بڑے کمرے میں آ کے میں نے جارا کا کے سامنے عقیدت کا رسمی اظہار کیا اور ایک اونچے پتھر پر رکھا ہوا مشروب غٹاغٹ پی گیا۔ میری آنکھیں مند گئیں اور میں دھڑام سے وہیں گر گیا۔ میرے دل میں یہ خواہش شدت سے ابھری، کاش میں نے زہر پی لیا ہو لیکن وہ تو نشے کی ایک کیفیت تھی۔

اور اس نشے کا طلسم اس وقت ٹوٹا جب روشنیاں خودبخود جھلملانے لگیں اور در و بام سے سیٹی کی سی آواز نکلنے لگی۔ یہ سیٹی ایسی تیز تو نہیں تھی لیکن اس کی مرتعش آواز میں خوف کی ایک فضا پیدا ہوتی تھی۔ میں اس نئے مظہر سے خاصا پریشان ہوا اور اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ اسی وقت مجھے ایسا لگا، میرا سر زمین پر نہیں ہے، کسی نرم گداز تکیے پر ہے۔ میں نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں تو حیرت دو چند ہو گئی۔ میں ایک سیاہ فام دوشیزہ کی آغوش میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بے چینی مترشح تھی اور اس کے دراز بال میرے سینے پر پھیلے ہوئے تھے۔ میں فوراً اٹھ کے بیٹھ گیا۔ ''تم کون ہو؟'' میں نے لرزتے ہوئے اعتماد سے پوچھا۔

وہ جواب دینے میں ہچکچائی تو میں نے دوسرا سوال کیا۔ ''یہاں تمہیں کس نے بھیجا ہے اور تم کیسے آ گئیں؟''

''میں مالیگا ہوں، کاہن اعظم قرسام کی بیٹی۔ اسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔'' اس کے لہجے میں حسرت ٹپک رہی تھی۔

''اوہ۔ تم اس کی بیٹی ہو!'' میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ''مگر تم آئیں کس راستے سے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے شیریں آواز میں جواب دیا۔ ''کاہن اعظم نے ایک طرف اشارہ کیا تھا۔ میں ادھر چلی آئی۔''

''کیا تم نے وہ راستہ غور سے دیکھ لیا ہے؟''

''نہیں۔ اس کے بعد اندھیرا چھا گیا اور راستہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔''

''تم یہاں سے واپس کیسے جاؤ گی؟''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''کیا تم جانتی ہو میں کون ہوں؟''

''جو جارا کا کے اس حجرہ خاص میں مقیم ہو، وہ یقیناً کوئی عالی مرتبت شخص ہوتا ہے؟''

اس کے جوابات بڑے سادہ تھے۔ اس نے کہا تھا کہ وصال کے لیے آئی ہے۔ میری طبیعت پہلے سے مکدر تھی۔ میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ عبادت گاہ میں وصال کو عبادت کی حیثیت حاصل تھی لیکن ایسے ہنگام میں اس سرشاری کا کیا موقع تھا؟ میں ابھی تک اس اجنبی ماحول سے مانوس بھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے سراسیمگی میں بڑھ کے ایک برتن اٹھایا اور خود پی کے اسے پیش کر دیا وہ بھی پینے لگی اور ذرا سی دیر میں بدمست ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں نشیلے ڈورے دوڑنے لگے۔ مشعل کی روشنی میں اس کا چہرہ تانبے کی مانند چمک رہا تھا۔ اب اس کے خدوخال نمایاں ہوئے۔

میں نے شپالی روشن کی اور روشنی میں اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔ کوئی حرج نہیں، اگر اس جواں سال لڑکی کی معیت میں شب و روز گزر جائیں۔ میں نے دل میں سوچا۔ پھر میرے ذہن میں شکوک سے ابھرنے لگے۔ کاہن اعظم قرسام کے متعلق شکوک۔ اس لڑکی کی اچانک آمد کے متعلق اشتباہ۔ میں نے وہ تمام گفتگو تازہ کی جو قصر شوطار سے واپس آنے کے بعد کاہن اعظم نے مجھ سے کی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک ہی بات نمایاں تھی۔ اضطراب، جنس کا اضطراب، نہیں میں نے تردید کی۔ یہ کوئی اور کیفیت ہے۔ اسے زمین پر لٹا کے میں نے ہوش مندی کے ساتھ حجرے کا جائزہ لیا۔ سیٹیاں اب بھی بج رہی تھیں مگر ان کی تیزی ختم ہو گئی تھی، ان آوازوں نے اور ہیجان برپا کر رکھا تھا۔

''کیا یہ کوئی آزمائش ہے؟'' میرے ذہن میں ایک سوال گونجا۔

''تو پھر اور کیا ہے؟'' میں نے خود کو جواب دیا۔ ''کیا یہاں تم ماہ عسل منانے آئے ہو؟''

میں نے اس لڑکی سے ایک خاص زاویے سے دور بیٹھ کے جارا کا کا کی مورتی کے سامنے شپالی کی آگ روشن کر دی۔ میں دیر تک بے تکان بیٹھا رہا اور مختلف عمل دہراتا رہا۔ وہ عمل جو عبادتوں سے متعلق تھے اور مجھے سمورال نے سکھائے تھے خود میں نے ان کا اکتساب کیا تھا اور آخر ایک روشنی سی میرے دل و دماغ میں در آئی۔ میں نے اپنے نوادر ایک طرف رکھ دیئے اور با آواز بلند لڑکی کو اٹھنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی میں نے بے اختیار دیواروں کی طرف اشارہ کیا اور شدت سے یہ خواہش کی کہ مشعلیں روشن ہو جائیں۔ لمحوں میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سارا کمرہ روشنی سے جگمگا اٹھا تھا سیٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی تھی، حزن و یاس میں ڈوبی ہوئی کسی نامعلوم آواز نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنے آپ پر تعجب ہوا، ساتھ ہی میرا حوصلہ بڑھ گیا۔ روشنیوں کی وجہ سے اس مقام کی دہشت کم ہو گئی۔ میرے سامنے مالیگا کا بدن بکھرا پڑا تھا۔ اور اس نے اپنا بدن فعال کرنے کے لیے چند جھٹکے لیے۔ جیسے ہی اس نے رقص کا آغاز کیا، حجرہ خاص میں دھما دھم، نقاروں کی آواز گونجنے لگی اور مالیگا کے رقص میں زندگی نظر آنے لگی۔ نقاروں پر چوٹ ٹھیک اسی انداز میں پڑ رہی تھی جس انداز سے مالیگا کا بدن زاویے بدل رہا تھا۔ اس نے جارا کا کا کی مقدس مورتی کے سامنے بے تحاشا رقص کیا، میں دور کھڑا ہوا یہ فتنہ انگیز مظاہرہ دیکھ رہا تھا۔ دفعۃً میری نظریں ٹھٹک گئیں۔

مالیگا کے ہاتھ میں ایک خنجر لہرا رہا تھا خنجر کے ساتھ اس کی آنکھوں میں وحشت بھی بڑھ گئی تھی۔ مجھے اس کے یہ تیور اچھے نہیں معلوم ہوئے۔ وہ اب بار بار مجھے اپنی نظروں میں تول رہی تھی اور اس کی توجہ جارا کا کا کی مورتی سے ہٹ کر یکسر میری جانب مبذول ہو گئی تھی، میرے تمام نوادر ایک طرف رکھے ہوئے تھے، میں نے ہاتھ بلند کر کے مالیگا کو رقص بند کرنے کا حکم دیا۔ وہ خنجر ایستادہ کیے ہوئے تیزی سے میری طرف آئی۔ میں اپنے غیر معمولی حواس کے تحت پہلے ہی مستعد بیٹھا تھا۔ میں نے اس کا خنجر والا ہاتھ پوری مہارت اور چابک دستی سے تھام لیا۔ خنجر میرے ہاتھ کے دباؤ سے چھوٹ گیا اور مالیگا ایک کراہ کے ساتھ بے ہوشی اور نزع کے عالم میں میری گرفت میں آ گئی۔ میں نے ٹھوکر سے خنجر دور پھینک دیا اور مالیگا کا سراپا اٹھا کے مورتی کے قریب لے گیا۔ نقاروں کی آواز بند ہو گئی تھی اور پھر سے ملال و غم کی آواز دیواروں سے پھوٹنے لگی تھی۔ کیا مالیگا کسی خطرناک ارادے سے آئی ہے؟ میں نے یہ فیصلہ کرنے میں خاصی ردوقدح کی۔ مالیگا کاہن اعظم قرسام کی لڑکی تھی، کیا کاہن اعظم قرسام کا کردار بھی مشکوک ہے؟ مجھے تاریک براعظم میں جارا کا کا کی خوشنودی کی روایتیں یاد آ گئیں۔ میں نے مالیگا کو زمین پر ڈال دیا۔ وہ کانپ رہی تھی، اس کا سانس بھی پھولا ہوا تھا۔ اس عالم میں وہ مجھے بڑی دلکش لگی۔

مجھے اس وقت کی کوئی بات یاد نہیں کیونکہ مجھ سے میری بصارت اور سماعت چھن گئی تھی۔ میں آدمی نہیں رہا تھا۔ یہ غضب گزر گیا تو مالیگا کی سرشوری محکومی میں ڈھل چکی تھی اور میری آنکھیں دیکھنے کے لائق ہو چکی تھیں۔ میں نے اس کا دریدہ بدن دیکھا تو افتخار، فتح، قوت اور برتری کے جذبے میرے دماغ پر چھا گئے۔

اپنے اعصاب کو سکون پہنچانے کے لیے میں نے ایک قدح اٹھایا اور مالیگا کی طرف سے بے نیاز ہو کے میں ایک سمت ڈھلک گیا۔ میرے ہونٹوں سے قدح چپکا ہوا تھا اور میں اپنا ذہن یکسو کر کے رات سے اب تک تیزی سے پیش آنے والے واقعات سونگھ رہا تھا میرے اسی

انہماک میں کہیں مالیگا اٹھ بیٹھی اور اس نے زمین پر پڑا ہوا خنجر اٹھا لیا۔ اسی وقت دیوار سے پھوٹنے والی آواز میں ارتعاش سا ہوا اور میں ایک چیخ کے ساتھ اپنی جگہ سے اچھل کے دور جا پڑا۔ مالیگا کا خنجر میرے شانے میں پیوست ہو گیا تھا اور وہاں سے خون کا فوارہ ابلنے لگا تھا، قرسام کی لڑکی مالیگا کا نشانہ صرف اتنا چوک گیا تھا کہ خنجر میرے سینے کے بجائے شانے میں لگا۔ شانے کے ساتھ ساتھ میری آنکھوں میں بھی خون اتر آیا۔ خون آلود خنجر اپنے شانے سے نکال کے میں قہر بن کے اس کی جانب جھپٹا، وہ مورتی کے اردگرد چھپتی رہی، میرا جسم لہولہان ہو گیا تھا اور میں زخم کے باوجود دیوانہ وار اس کا تعاقب کر رہا تھا، وہ ایک موڑ پر ٹھوکر کھا کے گری، وہیں میں نے اسے دبوچ لیا، میرے شانے میں سوزش ہونے لگی، میں نے اس کے دونوں بازو پشت کی طرف سے پکڑ کے اس کا سینہ جارا کا کا کی مورتی کے سامنے کر دیا اور چیخ کر جارا کا کا کی عظیم روح کو خطاب کیا۔ ''تیری خوشنودی کے لیے۔'' میں نے کہا۔ ''اے جارا کا کا' تیرے لیے کاہن اعظم قرسام نے کہا تھا کہ قربانیاں پیش کروں تاکہ تیری سعادتیں سمیٹوں، سو میری طرف سے اسی کی لڑکی پیش ہے اسے قبول کر اور اس کی روح جاوداں کی طرف بھیج دے۔'' میں نے یہ جملے ہانپتے ہوئے کہے۔ مالیگا کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے خنجر کے لیے دور تک ہاتھ بلند کیا اور اس کے سینے میں پوری طاقت سے خنجر بھونک دیا اور اس کا پھڑکتا ہوا لاشہ اٹھا کے میں نے چبوترے پر ڈال دیا، خون سے سارا مجسمہ سرخ ہو گیا۔

مالیگا قربان ہو چکی تھی۔

☆==========☆==========☆

میں نے اپنے زخم پر وہی قدح لوٹ دیا جسے میں پی رہا تھا، ایک جلن سی ہوئی لیکن مجھے سکون آ گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے تمام مشعلیں بجھا دیں۔ صرف ایک مشعل فروزاں رہی۔ اس کے نیچے مالیگا کا بے سدھ جسم پڑا تھا۔ میرے پاس یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ میں نے مالیگا کو قربان کر کے اچھا کیا یا برا؟ میں اس پر دوسری طرح بھی قابو پا سکتا تھا۔ جب لاش سے تمام خون نکل گیا تو میں نے شپالی سے اس کے قریب آگ روشن کر دی اور مالیگا کا جسم اس میں جھونک دیا۔ گوشت اور چربی کی چراند نے میرا دل و دماغ معطل کر دیا مگر میں پورے انہماک کے ساتھ اسے جلاتا رہا۔ تا ایں کہ جسم راکھ بن گیا۔ جارا کا کا کی مورتی نے پہلے ہی مالیگا کا خون اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ یہ کام نمٹا کے میں ریاضت کے لیے ایک کونے میں بیٹھ گیا حالانکہ میرا زخم رس رہا تھا اور پے در پے واقعات سے ذہن منتشر تھا۔ تاہم یہی میری برداشت کا امتحان تھا۔ مجھے اس زنداں میں اسی لیے مقید کیا گیا تھا مجھے وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

ہاں مالیگا کی طرح، جب ایک اور لڑکی میری نظروں کے سامنے آئی تو میرا سکون درہم برہم ہو گیا، وہ بھی اسی طرح تر و تازہ اور شاداب تھی۔ اس نے بھی مالیگا کی طرح نہایت سادہ جواب دیئے۔ میں نے وہ تمام خنجر اپنے قبضے میں کر لیے جو حجرہ خاص میں موجود تھے۔ اسے پرکھنے کے لیے میں نے مالیگا کی طرح برتا۔ مالیگا کی طرح اس کا ردعمل بھی یہی تھا۔ اس نے بھی ایک شعلہ فشاں رقص کیا، وہی کرب اور وہی بے چینی اس کی آنکھوں میں بھی موجود تھی۔ میں نے اس سہمی ہوئی ہرنی کو کسی شیر کے مانند برتا۔ میں اس متبرک اقدام کے بعد اسی طرح دور جا کے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک نوکیلا چھرا اٹھا کے میری طرف بڑھی۔ میں کنکھیوں سے اس کی تمام حرکتوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے پہلے ہی جا لیا اور جارا کا کا کی مورتی کے سامنے پورے احترام کے ساتھ ایک اور قربانی پیش کی۔ مورتی نے اس کا خون بھی حیرت انگیز طور پر جذب کر لیا۔ میں نے اسے بھی آگ کی نذر کر دیا اور اپنی ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ میرے اس عمل کے بعد دیواروں سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ ایک ہی ورد کر رہی تھیں، میں نے وہ ورد حفظ کر لیا اور زور زور سے نادیدہ روحوں کو سنایا تو آواز بند ہو گئی، میں نے سمجھا، میرے اعمال مقبول ہو رہے ہیں۔ اب مجھے کامل سکون سے ان روحوں کو خوش کر کے بیش از بیش علوم منتقل کرنے چاہئیں۔ یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ پہلی دو لڑکیوں کی قربانی کے بعد تیسری لڑکی آئی، چوتھی آئی، پانچویں آئی اور پھر میں ان کی گنتی کرتے کرتے عاجز آ گیا۔ انہیں مالیگا کی طرح قربان کرنا میرے معمول میں شامل ہو گیا۔ میں ایک قصائی تھا جو کسی تاخیر کے بغیر حسین نوجوان لڑکیوں کو سفاکی کے ساتھ ذبح کر دیا کرتا تھا۔ میرے سینے میں کسی جنگلی درندے کا دل منتقل ہو گیا تھا۔ جارا کا کا کی مورتی خون میں نہاتی رہی اور میں آگے روشن کر کے ان کے بدن جلاتا رہا اور بدترین چراند برداشت کرتا رہا۔ اب مجھے اپنی جگہ سے اٹھنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی۔ میری خواہش پر اشیا خود بخود متحرک ہو کر میرے ہاتھوں میں آ جاتی تھیں۔ یہ ایک لذت تھی جو ان گنت قربانیوں کے بعد مجھے حاصل ہوئی تھی میری شقی القلبی کی انتہا دیکھیے کہ اب ہر نئی لڑکی کی آمد پر میرے ہاتھ اس کے سینے پر چھرا بھونکنے کے لیے مچلنے لگتے۔ میں انہیں تڑپتا دیکھ کے ایک لطف محسوس کرتا۔ ایک بے پناہ مسرت، یہ اذیت مجھے لطف دینے لگی تھی۔ جارا کا کا کی مورتی کے سامنے جلی ہوئی ہڈیوں کا انبار لگ چکا تھا۔ دیواروں سے پھوٹتی ہوئی آوازیں میری تربیت کرتیں۔ مجھے ماہ و وصال کا ہوش نہیں رہا۔ باہر کی یاد میرے ذہن کے دریچے سے گزرنا بند ہو گئی۔ شروع شروع میں یہ کام بڑا کریہہ لگتا تھا، بعد میں، میں ان معمولات کا عادی ہو گیا، مشروبات کی کوئی کمی اس حجرہ خاص میں نہیں تھی، طرح

طرح کی غذائیں میسر تھیں اور اگر غذا کی کوئی کمی ہوتی تو مجھ سے یہ بھی بعید نہیں تھا کہ میں ان لڑکیوں کا گوشت چبانے لگتا۔ ہر لڑکی کے بعد کسی قدر مہلت ملتی، پھر دوسری لڑکی آجاتی۔

پھر اس کا خون دیکھ کے مجھ پر اور زیادہ عالم کیف طاری ہو جاتا تھا۔ اس دوران میں جب بھی مجھے موقع ملتا، میں جارا کا کی روح سے مخاطب ہو جاتا۔ اور میں اب تک جن مراحل سے گزر رہا تھا، ان میں یہ سب سے زیادہ ہولناک جگہ تھی۔ ایک شخص اتنی دور جا سکتا ہے؟ اس شخص کو ہوش ہی کہاں تھا کہ وہ کہاں تک جا چکا ہے اور اسے کہاں تک جانا چاہیے۔" وہ شخص انسان ہی کب رہا تھا؟ اس کا بسیرا روحوں کے درمیان تھا، اس کی آنکھیں ماورائی طاقتوں کے مظاہر کا مشاہدہ کرنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ عقل بے عقلی تھی یہ جذب خود ہی عقل تھا۔ اب باہر جانے کی تمنا بھی میرے دل میں نہیں ہوتی تھی۔ اب ایک لڑکی کو قربان کرنے کے بعد دوسری لڑکی کا انتظار شدت سے رہتا تھا، ابتدا میں' میں نے ان کی آمد کے راستے کا سراغ لگانا چاہا، ناکامی کے بعد میں نے یہ کوشش بھی ترک کر دی، مجھے اپنا نام یاد رہ گیا تھا اور اپنے بارے میں چند خفیف سی باتیں۔

میں کہہ چکا ہوں کہ یہ محویت بڑی عجیب تھی۔ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا تھا۔ باہر بھی کوئی دنیا ہے، باہر کیا ہو رہا ہے، فکر و احساس کی منزل گزر چکی تھی۔ یہ تہہ خانہ مجھے راس آ گیا تھا یا دیوتاؤں کو ایک بہترین رفیق مل گیا تھا۔ قرسام باہر سے جن لڑکیوں کو بھیجتا تھا، وہ باہر کا ذکر کرتیں تو میں کوئی دلچسپی نہ لیتا۔ میں اب ان سے مزید گفتگو بھی نہیں کرتا تھا۔ رقص کے بعد در و دیوار سے مختلف آوازیں آنے لگتیں تھیں۔ میرا جنون اور بڑھ جاتا تھا۔

☆==========☆==========☆

ایک دن قربانی کے بعد مدہوشی کے عالم میں ورد کر رہا تھا کہ جارا کا کا کی مورتی کا ہاتھ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا بوجھ اپنے شانوں پر محسوس کیا تو شعور کی دنیا میں واپس آ گیا۔ وہ سرد استخوانی ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مجھے جھرجھری آ گئی اور میں اپنی جگہ سے ہٹ کے دوسرے جانب مورتی کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اپنی تمام سفاکی و درندگی کے باوجود خوف سے میرے جسم میں لرزش ہونے لگی تھی۔ میں جہاں جہاں بھاگتا گیا، ہاتھ میرا تعاقب کرتا رہا۔ اس کشمکش میں میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا اور میں نے جھٹ پٹ اپنے تمام نوادر گلے میں ڈال لیے جو ایک عرصے سے ایک طرف رکھے ہوئے تھے اور شاذ ہی کام میں آتی تھی۔ نوادر پہننے کے عمل میں جتنی دیر لگی، اتنی دیر میں ہاتھ میرے جسم کے قریب پہنچ چکا تھا، اب میرا بچنا محال تھا، میں سانس روک کے کھڑا ہو گیا، میرے ٹھہرتے ہی ہاتھ کی جنبش بھی رک گئی، پھر وہ آہستہ آہستہ میری آنکھوں کی طرف بڑھا۔ میرا چوبی اژدہا متحرک ہو چکا تھا لیکن اس نے کوئی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ وہ اطمینان سے کاندھے پر لٹکا رہا۔ استخوانی ہاتھ نے تیزی کے ساتھ میرے ماتھے کے درمیان انگلی پیوست کر دی۔ میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے ماتھے پر گرم لوہا رکھ دیا ہو یا کئی سوئیاں ایک ساتھ چبھو دی ہوں، میں نے دہشت سے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن دوسرے ثانیے میری آنکھ کھل گئی۔ سر سراتا ہوا ہاتھ غائب ہو چکا تھا اور میرا ہاتھ بری طرح جل رہا تھا۔ میرے اس حادثے کے متعلق سوچنے سے پہلے ہی حجرہ خاص میں سورج کی روشنی در آئی۔ دروازہ کسی نے جھٹکے سے کھولا۔ میں نے قرسام کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ وارفتگی کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔ مجھے اس کی ہیئت عجیب سی لگی اور میں نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

''معزز جابر!'' اسے اپنے لہجے پر قابو نہیں رہا تھا۔ ''معزز جابر! آؤ باہر آؤ۔ میں نے مقدس جالوش کا ہاتھ عبادت گاہ پر منڈلاتے دیکھا ہے، آؤ باہر آ جاؤ لوگ تم پر عقیدت سے نثار ہونے کے منتظر ہیں۔''

میں نے بوجھل آنکھوں سے اسے گھورا۔ ''نہیں۔'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ ''نہیں۔ ہم یہیں رہیں گے، دیوتاؤں اور روحوں کے ساتھ۔''

''اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں رہی، دیوتاؤں نے تمہاری قربانی قبول کر لی ہے، کیا تم شوطار کو بھول گئے؟ تم مقدس اقابلا کو بھول گئے؟ اٹھو اٹھو سیدی جابر! اٹھو۔'' قرسام نے میرا کاندھا پکڑتے ہوئے کہا۔

مجھے یاد آنے لگا۔ ہاں میرا پورا نام سید جابر بن یوسف الباقر ہے۔ ساتھ ہی مجھے بہت سی باتیں یاد آ گئیں لیکن جب قرسام کو دیکھ کے میں نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو میں اس سے مختلف شخص معلوم ہوا۔ خودرو جھاڑیوں کی طرح بال میرے جسم پر اُگے ہوئے تھے۔

میں بھاری قدموں سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ سورج کی روشنی سے میری آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی۔ حجرہ خاص سے باہر کاہنوں اور کاہناؤں کا عظیم اجتماع تھا۔ وہ سب میرے جسم کے ہر حصے کو بوسے دینے لگے اور قرسام میرے ہمراہ افتخار سے چلنے لگا، میرے پیچھے ایک بڑا مجمع تھا، جلد ہی مجھے ایک عالی شان عمارت میں لے جایا گیا، یہاں چند رسموں کے بعد کاہنوں اور کاہناؤں نے مجھے غسل دیا۔ میرے بال کاٹے اور انہیں حفاظت سے رکھ لیا۔ میرا ذہنی توازن ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے قریب کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو میرا جسم دھو رہے تھے، رگڑ رہے تھے، نہانے کے بعد مجھے مشروب پیش کیا گیا اور میرے حواس اردگرد کے نشیب و فراز میں تمیز کرنے کے قابل ہو گئے۔

''جابر بن یوسف!'' قرسام نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا۔''جاراکاکا اور عظیم روحوں کے حجرہ خاص سے واپس آچکا ہے اور اس کی قربانیاں قبول کرلی گئی ہیں۔ عظیم روحوں نے اسے پھر ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ اب وہ معزز شخص تمہارے سامنے ہے، اسے غور سے دیکھو، یہ دیوتاؤں کا مثالیہ ہے اور یہ تمہاری ریاضتوں کے لیے ایک عمدہ نمونہ ہے۔'' قرسام کے اعلان کے بعد مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی اور وہ لوگ جاراکاکا کی توصیف میں ایک ساتھ رطب اللسان ہو گئے۔ شاید یہ میری عادت اور قرسام کے جملوں کا اثر تھا کہ میں نے ایک نوخیز لڑکی کو دیکھ کے اسے طلب کیا۔ وہ کھنچی کھنچی اس طرح چلی آئی جسے میں کوئی مقناطیس ہوں۔

میرے ہاتھ ڈبگی کے سینگوں کی طرف بڑھے، میں یہ سینگ اس کے سینے میں چبھونا چاہتا تھا کیونکہ مجھے خون دیکھنے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ قرسام نے میرا ہاتھ روک لیا۔''وصال سے پہلے نہیں۔'' اس نے کہا۔''تاکہ اس کی روح آسودہ رہے۔''

قرسام کی مداخلت مجھے گراں گزری۔ میں اس کے سینے میں ڈبگی کے سینگ بھونک دیتا لیکن میرے بڑھتے ہوئے ہاتھ رک گئے اور میں نے لڑکی کو گیند کی مانند دور پھینک دیا، تازہ آب و ہوا، سورج کی روشنی، قرسام کی گفتگو سے رفتہ رفتہ میں اپنے قدیم حلیے کی طرف مراجعت کر رہا تھا۔ کاہن اعظم نے میری حالت دیکھ کے مجمع منتشر کر دیا اور مجھے ساتھ لے کر اپنے حجرے میں آ گیا۔ یہاں میری ملاقات اشمار سے ہوئی۔ اگر میں اشمار کو نہ دیکھتا تو شاید میری توانائی یک جا ہونے میں دیر لگتی۔ اسے دیکھ کر ساری گم شدہ مسرتیں میرے لوح و ذہن پر اترنے لگیں، اشمار کی بے تابی قابل دید تھی۔ اس کے گلابی ہونٹوں نے میری آتش شوق بھڑکائی اور اسی وقت اشمار کو پہلو میں لیے میں قرسام کے حجرے سے باہر آیا۔ مجھے دیکھتے ہی پھر مجمع لگ گیا۔ قرسام میرے عقب میں تھا۔ میں نے رک کے اسے اپنے آگے آنے دیا۔''مقدس کاہن! اب کیا دیر ہے؟''

کاہن اعظم میری بات سن کے سوچ میں پڑ گیا اور گردن جھکائے خود کلامی کرتا رہا، پھر اس نے گردن اٹھائی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی غالب آ گئی اور اس نے شان و شوکت سے اعلان کیا۔''معزز کاہنو! جابر بن یوسف امسار کی مقدس ملکہ شوطار سے امسار کے تخت کے لیے دیوتاؤں کے قوانین کے مطابق مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ملکہ شوطار سے وقت اور ذہانت میں برتر ہے۔''

مجمع پر سکوت چھا گیا۔ چند لمحے مکمل خاموشی رہی، اس کے بعد ایک شور سا اٹھا اور لوگ میری صورت تکنے لگے۔

آئندہ چند دنوں تک اشمار میرے ساتھ رہی۔ امسار کی عورتوں کے لیے میرا یہ اعلان ناقابل یقین تھا۔ شوطار ان کے نزدیک لامحدود طاقتوں کی مالک تھی۔ وہ اس کی پرستش کرتی تھیں۔ امسار کے جزیرے پر کسی مرد کی حکمرانی کا تصور بھی ان کے لیے ناقابل برداشت تھا، انہیں یقین تھا کہ شوطار میرے مقابلے میں کامران و سرفراز ہوگی کیونکہ اسے جاملوش کا تعاون حاصل ہے۔

شوطار نے مجھ سے مقابلے کی دعوت قبول کرلی تھی۔ اس مقابلے کے لیے اس نے وہی میدان منتخب کیا تھا جہاں اشمار نے میرے حصول کے لیے ایشام سے مقابلہ کیا تھا، مجھے مقابلے کے لیے شوطار کی ہر شرط منظور تھی۔ جاراکاکا کے حجرہ خاص سے آنے کے بعد جو اعتماد میرے دل و دماغ میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے ہر اندیشے سے بالاکر دیا تھا۔ کاہن اعظم نے کسی مصلحت کے پیش نظر مقابلے کی جگہ بدل کے عبادت گاہ میں انعقاد کا اعلان کر دیا تھا تاکہ جاراکاکا کی روح شکست و فتح کا فیصلہ کرے۔ امسار کی ناظموں نے اس اعلان پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ جیسے

جیسے مبارزت کے دن قریب آ رہے تھے، میرے حوصلے بلند ہو رہے تھے، ایک اندازے کے مطابق میں نے آدھے سال کے شب و روز جارا کا کا کے حجرہ خاص میں گزارے تھے، کاہن اعظم کا خیال تھا کہ یہ بہت کم مدت ہے۔ اس عرصے میں بے شمار لڑکیاں قربان ہوگئی تھیں۔ ان کی تعداد دونوں سے زیادہ تھی۔ اب میرے جوش اور اضطراب کا وہی عالم تھا جو حجرہ خاص میں جانے سے پہلے تھا۔ شوطار کے قصر میں فاتحانہ داخل ہونے کا اعزاز، اقابلا کی بارگاہ میں سرخ رو پہنچنے کی سرخوشی، سرنگا، سریتا، فلورا سے دوبارہ ملنے کی آرزو میں دن گن رہا تھا۔

جب ایک دن باقی رہ گیا تو عبادت گاہ کے تمام مجسموں کو غسل دیا گیا اور پھر انہیں ان مردوں کے خون سے تر کیا گیا جو اسمار کی عورتوں کے لیے بے کار ہو گئے تھے۔ جب اسمار کی عورتیں کسی مرد کو ناکارہ قرار دے دیتی تھیں تو اسے کاہن اعظم قرسام کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ پھر ان کے خون کے چھینٹوں سے مجسمے رنگے جاتے تھے۔ ایسے مواقع پر نشاط کی درازی کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

وہ رات میری زندگی کی ہیجان انگیز رات تھی۔ دوسری صبح مقررہ وقت سے پہلے عبادت گاہ کے اس مقام پر جو مقابلے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا، اسمار کی حسینائیں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ اسمار کی تاریخ میں قرنوں بعد کسی مرد نے شوطار سے مقابلہ کرنے کی جسارت کی تھی، وہ سب میری موت کا ہول ناک جشن منانے کی آرزو میں اکٹھی ہوئی تھیں، قصر شوطار کی معزز عورتیں بھی ان میں شامل ہونے لگیں، نرماز بھی ایک کونے میں اداس کھڑی ہوئی نظر آئی۔ اشار تماشائیوں کے درمیان موجود تھی۔ کاہن اعظم قرسام بلند مقام پر کھڑا شوطار کی آمد کا منتظر تھا۔ کاہن اور کاہنائیں رقص میں مصروف تھیں۔ مقابلے سے پہلے یہاں عام طور پر رقص کیا جاتا تھا۔

ہجوم کی پُر اشتیاق نظریں اس راستے پر مرکوز تھیں جدھر سے شوطار جلوہ گر ہونے کو تھی۔ اسمار کی تاریخ کا انقلاب انگیز لمحہ طلوع ہو چکا تھا۔ وقت جیسے جیسے قریب آتا جا رہا تھا، ناظمات کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی، میں یہاں ان عبادتوں کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جو مقابلے کے لیے لازم تھیں، ڈھول تاشے، باجے گاجے، رنگ ترنگ کا سماں تھا، ہر طرف دھواں اڑ رہا تھا اور حسینانِ اسمار کے پرے کے پرے ادھر ادھر اپنے حسن کی تابانیاں بکھیر رہے تھے، اسمار کی ان حسین و جمیل عورتوں کے سوا اور کیا خصوصیت تھی؟ یہ اسمار کا سرمایہ تھیں۔ میں ان پر مکمل اختیار کے لیے مقابلہ کرنے والا تھا۔ یہ سرمایہ میرا ہو جائے گا۔ یہ سارے بدن میرے ہیں، یہ آنکھیں، یہ ہونٹ، یہ چہرے، سب کچھ میرا ہے، میری بے تابیاں سوا ہوئی جا رہی تھیں اور شوطار کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اس ہجوم میں نرماز، اشار اور وہ عورتیں میری طرف دار تھیں جو اقابلا کی طرف سے بھیجی گئی تھیں اور میری نظروں سے پوشیدہ تھیں۔ قرسام اور دوسرے کاہنوں کے رویے سے بھی میری طرف داری کا اظہار ہوتا تھا لیکن وہ سب بظاہر شوطار کے ہم نواؤں کے ساتھ تھے، کسی وقت بھی شوطار کا تخت بادلوں کی اوٹ سے نمایاں ہوتا۔ اچانک میں نے اسمار کی ناظم اعلیٰ قسریم کو دیکھا جو تیزی سے بھاگتی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھی۔ ہجوم پر سکوت طاری ہو گیا۔ سب کی نظریں قسریم کے وحشت زدہ چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ قریب آ کے مجمع چیرتی پھاڑتی قرسام کی جانب لپکی، اس نے قرسام کے سامنے احترام سے سر خم کیا۔ پھر اس سے سرگوشیاں کرنے لگی۔ قرسام نہایت وقار سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اس کے ماتھے پر شکنیں ابھرتے دیکھیں۔ ہجوم میں دبی دبی سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ قرسام نے دونوں ہاتھ بلند کر کے مجمع کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ قسریم سر جھکا کے ایک طرف ہٹ گئی۔ قرسام نے اونچی آواز میں مجمع کو خطاب کیا۔

''جزیرہ امسار کے باشندو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، تم امسار کی تاریخ کا سب سے عجیب مقابلہ دیکھنے کے لیے یہاں موجود ہو، دیوتاؤں کے ابدی قوانین کی رو سے اگر کوئی فریق چاہے تو مقابلے کے وقت سے پہلے دوسرے فریق کی برتری کا اعتراف کر کے مقابلے سے دست بردار ہو سکتا ہے لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا، ناظم اعلیٰ قسریم نے مجھے مطلع کیا ہے کہ مقدس ملکہ شوطارا اپنے محل میں موجود نہیں ہے اور شگون مبارک کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ قسریم نے جزیرے کا چپا چپا چھان مارا ہے۔ شوطار کی خاص کنیز اربان کی اطلاع ہے کہ وہ آج صبح سے محفل میں نہیں دیکھی گئی۔''

قرسام یہ حیران کن انکشاف کر کے ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ امسار کی نازنینوں کے چہرے فق ہو گئے، وہ گم صم دزدیدہ نگاہوں سے کاہن اعظم کو اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے انہیں اپنی سماعت پر یقین نہ آ رہا ہو۔ ناظمات کی قطار میں موت کا سناٹا طاری تھا۔ قسریم نے اب تک اپنا سر نہیں اٹھایا تھا، صرف نرماز، اشمار اور دوسرے چند چہرے سرشار و شادماں نظر آ رہے تھے۔

''دیوتا ہماری رہبری کریں۔'' قرسام نے اپنا بیان جاری رکھا۔ ''جابر بن یوسف اب واحد فریق رہ گیا ہے لیکن امسار کے قوانین کی رو سے تین سورج اور تین چاند کے طلوع و غروب کے بعد اگر شوطار واپس نہ آئی اور کسی اور نے جابر بن یوسف سے مبارزت کا دعویٰ نہیں کیا تو امسار کی سلطنت جابر بن یوسف کے سپرد کر دی جائے گی۔''

قرسام یہ اعلان کرنے کے بعد بلندی سے نیچے اتر آیا، امسار کی نازک اندام اور شوخ و شنگ نازنینوں کے پیروں کی حرکت کسی نے کھینچ لی تھی، وہ سر جھکائے اپنے مردوں اور ساتھیوں کے ہمراہ واپس جا رہی تھیں۔ ناظمات کی حالت سب سے ابتر تھی۔ قسریم سب سے زیادہ اداس نظر آتی تھی۔ عبادت گاہ کا میدان تھوڑی دیر میں خالی ہو گیا اور کاہنوں کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قرسام میرے قریب آیا۔ ''مقدس شوطار فرار ہو گئی؟'' وہ کشمکش کے انداز میں بولا۔

''اس نے اچھا کیا۔'' میں نے کہا۔ ''وہ اب واپس نہیں آئے گی؟''

''وہ امسار میں کہیں موجود نہیں ہے۔'' کاہن اعظم تذبذب سے بولا۔

''تم نہیں جانتے وہ کہاں گئی ہے؟'' میں نے پُر خیال لہجے میں کہا۔

''کہاں؟ وہ کہاں جا سکتی ہے؟''

''وہ انگروما چلی گئی ہے۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔ ''وہ ان باغیوں سے مل جائے گی جو مقدس اقابلا کا شیرازہ منتشر کرنے کی فکر میں عرصے سے عبادت کر رہے ہیں۔ وہ اس کا شایانِ شان استقبال کریں گے، اس کے لیے وہی بہتر جگہ تھی۔''

''انگروما۔ ہاں باغیوں اور سرکشوں کا جزیرہ۔'' قرسام نے نفرت سے کہا۔ ''وہ کبھی دیوتاؤں کو اپنے حق میں ہموار نہیں کر سکیں گے۔''

''اب میرے لیے کیا حکم ہے مقدس قرسام؟''

''تمہیں اس کی واپسی کی مدت کا انتظار کرنا ہوگا۔'' قرسام نے بے خیالی میں جواب دیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہاں اسے شوطار نظر آ جائے گی۔

☆==========☆==========☆

تین روز تک انتظار کی اذیت نا قابل برداشت تھی۔ شوطار کے فرار کے بعد امسار میں میرے لیے گھومنے پھرنے کی کوئی قید، جو میں نے خود طاری کر لی تھی، باقی نہیں رہی تھی۔ صرف قصر شوطار میں میرا داخلہ بند تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شوطار واپس نہیں آئے گی۔ طلسمی عکس نما برباد ہو چکا تھا۔ اس کی فضیلت کی سند وہ نادر ہیرا اب میری گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ میں نے جارا کا کے حجرہ خاص میں سخت مشقت کا زمانہ بھی گزار لیا تھا اور غالباً جالموش کے ہاتھ نے میرے ماتھے پر اپنی قبولیت کی مہر بھی لگا دی تھی۔ اشمار کے ساتھ اب نرماز بھی میرے ساتھ عبادت گاہ میں موجود تھی۔ میں نے یہ تین دن ان کے معطر انفاس کے ساتھ بسر کیے۔ اس عرصے میں میں عبادت گاہ سے باہر بھی گیا اور میں نے حسینان امسار کے چہرے پژمردہ دیکھے۔ ناظمات کی محفل اداس تھی اور امسار میں ہر جگہ ایک بے رونقی، بے کیفی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کے انہوں نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا لیکن وہ شوطار کے مقابلے میں مجھے پسند نہیں کرتی تھیں، امسار میں کسی مرد کے اقتدار کا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کی برتری ختم ہو جائے، اشمار اور نرماز ساتھ نہ ہوتیں تو یہ تین دن بہت ابتلا میں گزرتے۔

تین روز بعد پھر ایک بار عبادت گاہ کی وادی میں امسار کی ساری آبادی جمع ہو گئی۔ شوطار واپس نہیں آئی تھی۔ کاہن اعظم قرسام نے میرے مقابلے کے لیے کسی اور شخص کو دعوت دی، کسی میں جرات نہیں ہوئی، کچھ دیر بعد کاہنوں نے عبادت کی رسمیں شروع کر دیں۔ سیاہ فام عورتوں اور مردوں نے رقص برپا کر دیا، شور، ہیجان اور ناپسندیدگی کے عالم میں میری تخت نشینی، میری سربراہی، میرے اقتدار، میری حکمرانی کا اعلان کر دیا گیا۔ مجھے اونچی جگہ بٹھایا گیا اور امسار کی ناظمات نے مجھ پر پھول نچھاور کیے۔ کاہن اعظم قرسام نے مجھ سے اطاعت اور وفاداری کا عہد لیا۔ میرا جسم پھولوں سے چھپ گیا اور میری سینہ فخر سے وسیع ہو گیا۔ جب یہ سارے ہنگامے ختم ہو گئے تو میری بلندی کا وقت آیا۔ میں توری اور باگمان میں ان منزلوں سے گزر چکا تھا، میں اس ناراض اور افسردہ مجمع کے سامنے کھڑا ہوا اور میں نے پہلی بار اپنے اطوار سے اپنے مختلف اور منفرد ہونے کا مظاہرہ کیا۔ مجھے ان کے سامنے خطاب کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ جب یہ موقع آیا تو میرے نطق نے ہمیشہ کی طرح میرا پورا ساتھ دیا اور میں نے اپنے لفظوں کا سحر پھونکا۔ میں نے نازنینان امسار کو مخاطب کیا۔ ''اے امسار کی پری چہرہ نازنینو! دیوتاؤں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو فیصلہ آسمانوں کی طرف سے آیا ہو، وہی سب سے محترم اور مقدس ہے۔ آج کاہن اعظم قرسام کے بعد امسار کی سرزمین پر ایک نیا آفتاب طلوع ہوا ہے۔ یقین کرو کہ شوطار میرے قہر و غضب اور اپنی رسوائی کے خوف سے امسار سے فرار ہو گئی ہے ورنہ تم اس کا کیا جواز پیش کرو گی؟ تم نے شوطار کو برتا ہے۔ اب میرا وقت آیا ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ امسار کی حدود میں دیوتاؤں کے قوانین کا احترام کیا جائے گا اور یہاں کے مروج نظام میں ایسی کوئی تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کی جائے گی جو تمہاری خوشیاں تاراج کرے۔''

ہجوم کے مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی عود کر آئی۔ ناظمات نے اپنے سر جھکا لیے اور قسریم کے تراشیدہ لبوں پر ملکوتی تبسم کھلنے لگا، اشمار اور نرماز نے مجھے تخت پر بٹھایا اور وہ طویل و عریض تخت نازنین امسار نے اپنے شانوں پر اٹھا لیا۔ میرا قافلہ عروج چلا، شان و شوکت کا یہ جلوس چلا، امسار کی گلیاں پھولوں سے بھر گئیں اور ساری فضا میں موسیقی گھل گئی اور خوشبو پھیل گئی۔ رنگوں کا بازار سجا، گلیاں مشروب نشاط سے تر ہو گئیں۔ نعرے لگاتا اور مستیاں کرتا ہوا جلوس قصر شوطار کے قریب رک گیا اور میرا تخت ناظمات نے اپنے شانوں پر اٹھا لیا۔ کاہن اعظم قرسام اور دوسرے کاہن شوطار کی تمام کنیزوں کے ساتھ دروازے پر پہلے سے موجود تھے۔ مجھے عز و شان کے ساتھ مسند سے اتارا گیا اور کاہن میرے ہر قدم پر رسمیں انجام دیتے رہے۔

قصر شوطار کے در و بام، نہریں، یہ باغات، یہ عمارتیں، یہ عورتیں۔ میں اس سب کا مطلق العنان مالک تھا، اربان بھی طمطراق سے ہم رکاب تھی۔ قصر شوطار میں منتخب حسیناؤں کا اجتماع تھا اور ان سب کے تیور والہانہ تھے۔ میری نظر اس دید کا یارا نہیں رکھتی تھی۔ مجھے شوطار کے ایوان خاص میں پہنچا دیا گیا اور یہاں مجھے معطر فیروزی پانی سے غسل دیا گیا۔ میں نے اس نظارے کی تاب نہ لا کے ان سب کو حکم دیا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔

جب وہ چلی گئیں تو میں نرم و نازک پھولوں کے بستر پر دراز ہو گیا۔ جو سنگ مرمر کی ایک بڑی چوکی پر آراستہ کیا گیا تھا۔ ایوان خاص کی منقش چھت، زریں دیواریں اور نفیس برتنوں کے متعلق میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔ قصر شوطار اقابلا کے قصر کا کوئی حصہ معلوم ہوتا تھا، یہاں میں نے دبدبے کے ساتھ شوطار کو حکومت کرتے دیکھا تھا۔ اس کی خوشبو اس ماحول میں رچی بسی تھی۔ یہی وہ تخت تھا جہاں اس نے سب سے پہلے مجھے ملاقات کا شرف بخشا تھا۔ اس کے پہلو میں مجھے کتنے ہی حیات آفریں وصل کے لمحے نصیب ہوئے تھے۔ اس تنہائی میں مجھے اس پر ترس آنے لگا لیکن جلد ہی یہ کیفیت ختم ہو گئی اور میری نظروں میں اپنا رتبہ بڑھنے لگا اور میں نے اپنی شجاعت پر خود کو بہت داد دی۔ میری بلند اقبالی میری ذہانت کی مرہون منت تھی، جب کاہن اعظم سمورال، سرنگا، سریتا اور اقابلا کو معلوم ہوگا کہ میں نے امسار پر قبضہ کر لیا ہے تو کیا ہوگا؟ میں خوش آئند تصور ہی کر سکتا تھا اور میں بستر پر دراز دیر تک انہی تصورات میں ڈوبا رہا۔

اور پھر میں نے اٹھ کر شوطار کے خاص کمروں اور خلوت گاہ کا جائزہ لیا۔ میں اس کے کمرے سے ملحق عبادت گاہ میں بھی داخل ہو گیا۔ دیواریں میری آمد سے شق ہو گئیں اور ہر دروازہ میری آہٹ سے کھلتا گیا۔ طلسمی عکس کے ایوان میں مجھے اور بہت سی چیزیں دیکھنے کو ملیں۔ میرا حلق خشک ہو جاتا تھا جو میں نے بار بار مشروب خاص سے تر کیا۔ میں کسی جگہ خوبصورت بستروں پر دراز رہا، کئی جگہ سونگھ کے میں نے ماحول کی لطافت اپنے اندر جذب کی اور ایوانوں کے وسیع سلسلے بہ نظر غائر دیکھتا ہوا خلوت گاہ میں آ گیا۔ مجھے موسیقی کی خواہش ہوئی اور میں نے شوطار کی طرح یوں ہی ہاتھ اٹھا دیا۔ ہلکی موسیقی کی لہریں دفعتہً ابھرنے لگیں۔ میں نے کئی مرتبہ ہاتھ اٹھایا، روشنیاں جھلملانے لگیں اور رنگین بادلوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں ایسا ہی ایک ماحول چاہتا تھا۔ پھر میں نے اربان کی خواہش ظاہر کی چشم زدن میں اربان دوسری کنیزوں کے ساتھ حاضر ہو گئی۔ ان سب کو واپس بھیج کے میں نے اربان کو روکے رکھا۔ اربان کی تمکنت وہی تھی مگر اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ کوئی کمان تھی جو لچک جاتی تھی۔ وہ ایک پنکھڑی تھی جسے سونگھنے کے بجائے کھانے کو دل چاہتا تھا۔

''اربان!'' میں نے سرگوشی کی۔

''ہاں۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''میں تمہارے ساتھ کیا کروں؟'' وہ اور لچک گئی۔ ''تم کتنی نازک ہو۔''

اور میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ اٹھا لیا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ ''تم اب بھی کنیز خاص ہو۔'' میں نے وارفتگی سے کہا۔ ''اور میں امسار کے اقتدار کا آغاز تمہی سے کرتا ہوں مجھے شوطار کے مرغوب مشروب پلاؤ۔''

☆==========☆==========☆

یہ سحر ایسا چڑھا کہ پہر بیت گیا اور میں نے بدمست ارباں کو اٹھانے کے بجائے وہیں چھوڑ دیا۔ ایوان خاص میں آ کے میں نے اپنی کنیزوں کے سامنے اعلان کیا کہ قصر شوطار کی سیاحت کا اہتمام کیا جائے۔ لمحے میں یہ خبر اس شہر حسن میں پہنچ گئی اور میری آمد کا گجر بجا، قصر کی عہدہ دار نازنینیں ایوان خاص کے نزدیک جمع ہو گئیں اور جب میری سواری وہاں سے چلی تو یوں لگا جیسے رنگ و حسن کا کارواں چلا، ایک دن میں اتنی وسیع عمارت بالتفصیل دیکھنا ممکن نہیں تھا، میں اس کے بہت سے حصے پہلے دیکھ چکا تھا، قصر کی منتظمہ نے مجھے وہ تمام کمرے دکھائے جو میں شوطار کے عہد میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ سزاؤں کے کمرے، مختلف دیوتاؤں کے نام پر ان کی عبادت کے لیے مخصوص ایوان، شراب کے کمرے مگر یہ سب کچھ تو، جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، ایک طلسمی نظام کے زیر اثر تھا۔ میں نے ان مہ جمالوں کو دیکھا جواب تک میری نظروں سے اوجھل رہی تھیں اور میں نے ان سزایافتہ دوشیزاؤں سے ملاقات کی جن پر شوطار کا قہر نازل ہوا تھا، میں نے ان سب کو آزاد کر دیا اور میں نے وہ ستم رسیدہ مرد دیکھے جو غلاموں کی طرح رہتے تھے۔

میری آمد پر فواروں کے درمیان ہوش ربا رقص ہونے لگا۔ قصر شوطار ایک پرستان تھا، ایک ایسی جلوہ گاہ، ایک ایسا شبستان جسے پرکھنے کے لیے کسی فن کار کی آنکھ چاہیے، اشمار اور نرماز میرے پہلو بہ پہلو تھیں، میں نے ارادہ کیا کہ میں ان لڑکیوں پر نشانات لگا تا جاؤں جن کا حسن یکتا ہے مگر میں ان میں کوئی امتیاز تلاش کرنے میں ناکام رہا، کسی کی آنکھ ساحرانہ تھی تو کسی کی آواز شاعرانہ، کسی کا چہرہ چمکتا تھا تو کسی کا بدن سانچے میں تراشا ہوا تھا۔ میں اس سیاحت سے لوٹ آیا۔ اتنی نگاہوں کی دعوت کا متحمل کون ہو سکتا تھا؟ اپنے ایوان میں آنے کے بعد میں نے ارباں کو حکم دیا کہ ناظم اعلیٰ قسریم کو طلب کیا جائے۔

مجھے لمحوں انتظار کرنا پڑا۔ قسریم جیسے ہواؤں کے دوش پر آئی اور آتے ہی میرے سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہو چکا تھا؟ اس بت طناز کا چہرہ میری نگاہ التفات سے مچلا جاتا تھا۔ قسریم کی تمکنت، عزوشان، گرج دھمک سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا۔ شاید یہی اثر تھا کہ سب سے پہلے میں نے اسے طلب کیا، اس کی ذہین آنکھیں اس کی عظمت پر دلالت کرتی تھیں، وہ اسی سبب سب سے ممتاز تھی لیکن اس وقت وہ میرے سامنے کسی غلام کی طرح کھڑی تھی۔ اب اس کے جمال کا احوال کیا بیان کیا جائے؟ میں نے خلوت کا اعلان کیا۔ صرف قسریم میرے مطالبے کے لیے رہ گئی اور میں چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ اس تماشے سے مجھے بڑا لطف آ رہا تھا۔ وہ حکم کی منتظر تھی۔ ''ناظم اعلیٰ قسریم!'' میں نے شاہانہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔ ''میں تم سے متاثر ہوں۔''

''مقدس جابر!'' قسریم نے احترام سے کہا۔ ''یہ میرے لیے اعزاز ہے؟''

مجھے اس کے جواب سے خوشی ہوئی۔ ''تم مجھے امور حکومت میں بہترین مشورے دے سکتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''میں مقدس جابر کی اطاعت عبادت سمجھتی ہوں۔''

''افراد بدل گئے ہیں لیکن اقتدار وہی ہے۔ میں تمہاری گزشتہ خدمات کے عوض ناظم اعلیٰ کا عہدہ تمہارے پاس ہی برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔''

''مقدس جابر کا فیصلہ دیوتاؤں کے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔'' اس نے ادب سے کہا۔

''مجھے امسار میں تمہاری بہترین خدمت کی ضرورت محسوس ہوگی۔''

''میں امسار کے اقتدار کی خدمت ہی کے لیے تجویز کی گئی ہوں۔ میں تمہارے حکم کی منتظر ہوں۔'' اس کے دلکش لہجے نے مجھے منفعل کر دیا۔ وہ ہر معاملے میں عاجزانہ اطاعت کا عہد کرتی جارہی تھی۔

''میں تمہیں سرفراز کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''مقدس جابر کے نطق کو مجھ سے ہم کلامی کی زحمت ہورہی ہے۔''

''خوب۔'' اس کے اندازِ تکلم نے مجھے سرشار کیا۔ ''میں تمہیں اپنے قرب کی سعادت بخشنا چاہتا ہوں۔''

''میں اس کا تصور نہیں کرسکتی۔''

''آؤ میرے ساتھ اس نشست پر بیٹھ جاؤ۔''

وہ جھجکتی ہوئی میرے قریب آگئی۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور بہت قریب سے اس کے خدوخال کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے امسار کے بارے میں اس سے ماہرانہ گفتگو شروع کردی۔ اس نے مجھے چند بیش قیمت رموز سے آگاہ کیا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کے مشروب طلب کیا۔ اس نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ میں نے روشنیاں دھیمی کرنے کی خواہش ظاہر کی، روشنیاں نرم پڑ گئیں۔ پھر میں نے قسریم کی ظاہری و باطنی صلاحیتوں کا بہ کمال و تمام جائزہ لیا۔ اس کی گفتگو اور قرب نے مجھے ایک عجیب لطف سے ہمکنار کیا۔

پھر رفتہ رفتہ میں نے امسار کی تمام ناظمات اور قصر شوطار کی منتخب عورتوں کو طلب کیا۔ قصر شوطار کا نام اب قصر جابر رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے امسار میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی۔ چند ناظمات کو ہٹا کے ان کی جگہ نئی عورتوں کا تقرر کیا گیا۔ میرا بیشتر وقت انہی کی صحبتوں میں گزرا۔ کاہن اعظم قرسام کو طلب کرکے میں شوطار کی عبادت گاہ کے نوادر کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور باقی وقت میں نے جاملوش کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے تنہائی میں بسر کیا۔ مجھے اقتدار میں آئے ہوئے تین ماہ سے زائد ہوگئے۔ امسار میں اب بھی عورتوں کو برتری حاصل تھی لیکن مردوں کے سلسلے میں نازنینانِ امسار کا رویہ اب محتاط ہوگیا تھا۔ کوئی بڑی تبدیلی مناسب بھی نہیں تھی، کاہن اعظم کی اعانت بھی مجھے حاصل تھی اور میں نے بہت جلد ناظمات کا اعتماد بھی حاصل کرلیا تھا اور قصر جابر کی محبوب شخصیت بن چکا تھا۔ اشار اور نرماز کو کوئی عہدہ تفویض نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ مجھ سے قربت رکھنے کے سبب نہایت عزت اور احترام سے دیکھی جاتی تھیں۔ امسار ایک جنت تھی اور مجھے یہاں دنیا کا کوئی غم نہیں تھا مگر اب یہاں میرے لیے مزید قیام کا کوئی جواز نہیں تھا۔ امسار کی سرکش ملکہ فرار ہوچکی تھی اور اقابلا کا غلام یہاں کا سربراہ بن چکا تھا۔ اس عرصے میں میرے اندر بڑی تبدیلی آچکی تھی۔ میرے علم و فضل میں حیرت انگیز اضافہ ہوچکا تھا۔ میری گردن نوادر سے جھکنے لگی تھی اور میں نے شوطار سے مقابلے کے لیے شدید مشقیں اور اذیتیں برداشت کی تھیں جو برگزیدہ لوگوں کا طرۂ امتیاز ہوتی تھیں۔ بہت سے سیاہ علوم میرے دماغ میں منتقل ہوچکے تھے۔ مجموعی طور پر میرا اقتدار اتنا دراز ہوگیا تھا کہ مجھے اپنی بلندی دیکھ کر خود حیرت ہوتی تھی۔

اس تاریک سرزمین میں میری جدوجہد، میرا اضطراب رنگ لا رہا تھا لیکن جہاں اضطراب ختم ہوجائے، وہاں زوال شروع ہوجاتا ہے۔

میں ایک بادشاہ تھا مگر بے تاج بادشاہ۔ میری کلاہ تو اقابلا تھی۔ اسمار کی حسین عورتوں کی رنگین صحبت میں رہنے کے باوجود اس کے دیدار کی تڑپ میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی تھی۔ اس لیے ہوس اور شدید ہوگئی تھی۔ ہوس کہنے پر مجھے معاف کیا جائے، میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ وہ حسن سے سوا کوئی اور چیز تھی اور میری طلب بھی طلب صادق کے سوا کوئی اور طلب تھی، اسمار کی پری جمالی مہ جبینوں کے چہرے مجھے اس کی بے تحاشا یاد دلاتے تھے۔ وہ میری انا تھی، وہ میرا اقتدار تھی حالانکہ وہ ایک موہوم امید تھی۔ اس کی صحبت دل نشین کے بغیر یہ تمام اعزاز ادھورا معلوم ہوتا تھا، اسمار میں میرا کام ختم ہو چکا تھا، ادھر سرنگا میرا منتظر تھا، سریتا اپنے شباب کے ناآسودہ دن گزار رہی تھی، فروزیں، مارشا، جولیا، ڈاکٹر جواد اور فلورا' فلورا جو پڑوس کے ایک جزیرے بینز نار میں نرنگا کے پاس تھی اور میری غیرت کے لیے تازیانہ عبرت بنی ہوئی تھی۔ مجھے نرنگا کا چہرہ نوچنا تھا اور ابھی مجھے ساحر اعظم جالموش کی اعانت حاصل کرنی تھی۔

آہستہ آہستہ میرے حواس پر یہ سب لوگ غالب آ گئے اور میں نے کاہن اعظم کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ میں اسے اسمار کی نگہبانی اور نیابت سونپنا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے اس کے مشورے سے اسمار کی تمام آبادی کے درمیان ایک حیرت انگیز اعلان کیا۔ میں نے واپس جانے کا اعلان کر دیا۔ ان کے منہ حیرت سے کھل گئے اور جب میں نے اپنی نیابت کے لیے قسریم کے نام کا اعلان کیا تو ہجوم میں بہت سی عورتیں کھڑی ہوگئیں۔ میں نے نرماز کو ناظم اعلیٰ اور اشار کو قصر جابر کی منتظمہ بنانے کے فیصلے سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ پھر میں نے واشگاف الفاظ میں کہا۔ ''میں جابر بن یوسف البا قر دیوتاؤں کی مرضی سے اسمار کا سب سے مقتدر شخص، اسمار کا سربراہ ہوں اور ہمیشہ رہوں گا جب تک کوئی میرا ثانی پیدا نہ ہو جائے اور مجھے شکست نہ دے دے۔ میری عدم موجودگی میں قسریم میری نمائندہ اور ترجمان ہے، اس کے فیصلے میرے فیصلے ہیں، اس کا حکم میرا حکم ہے اور میرا حکم دیوتاؤں کا حکم ہے لیکن قسریم اس جزیرے کی سربراہ نہیں ہے جیسا کہ میں نہیں ہوں۔ اصل سربراہ دیوتا ہیں۔ میں دیوتاؤں کا نائب ہوں اور قسریم میری نائبہ ہے، اقتدار اعلیٰ دیوتاؤں کے پاس ہے، آئندہ کسی کو حوصلہ ہو تو وہ میرے نام سے کہ میں ہی یہاں کا افضل ترین شخص سمجھا گیا ہوں، مجھے مبازرت کی دعوت دے اور مقدس اقابلا کے ایک غلام کو تخت سے اتار پھینکے۔'' میری گھن گرج سے تمام مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے بیان جاری رکھا۔ ''میں اسمار کی یادوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر تم کوئی تبدیلی پسند نہیں کرتے تو دیوتاؤں کے سامنے اپنے مطالبے پیش کرتے وقت اپنے سربراہ کی عزت و تکریم میں اضافے کی سفارش کرو۔''

قسریم، نرماز اور اشار بے تابانہ میرے قریب آ گئیں۔ اربان بھی ایک سمت گم صم کھڑی تھی، میں نے اسے دلاسا دیا کہ مقدس اقابلا کے حکم سے میں اسے جزیرہ توری طلب کروں گا۔ لوگ آفرین کہنے اور پھول نچھاور کرنے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے۔

آخری چند دن میں نے عبادت گاہ کے لیے وقف کر دیئے۔ اقابلا کا عندیہ لینے کے لیے میں نے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ جواب میں مجھے کاہن اعظم قرسام نے نوید دی کہ مقدس اقابلا نے مجھے اسمار سے واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے آخری رات اپنے قصر ہی میں گزاری جہاں دنیا کی حسین ترین عورتوں نے میرے سامنے آتش فشاں رقص پیش کیا۔

☆==========☆==========☆

جس وقت میں ساحرِ اعظم جالموش سے ملنے اور فلورا کی بازیابی کی خاطر بینز نار جانے کے لیے امسار سے وداع ہوا تو ساحل پر امسار کے تمام باشندے موجود تھے۔ میری خود کار کشتی تیار تھی۔ کشتی میں ہر قسم کی غذا رکھ دی گئی تھی۔ کاہن اعظم قرسام نے دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ سمندر کی لہریں مجھے امسار سے دور لے گئیں اور جب امسار میری نگاہوں سے روپوش ہونے لگا تو مجھے اپنے آپ پر ہنسی آنے لگی۔

سمندر مجھے اپنے گھر، اپنے باپ اور اعزاء کی یاد دلاتا تھا اور مجھ پر یاس و حرماں کی کیفیتوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ یہ پانی میرے گھر کے پانی سے ملتا ہوگا؟ میں سوچتا تھا کہ میں ایک لہر بن جاؤں اور صرف ایک بار اپنے وطن، اپنے اعزا کو دیکھ لوں۔ تین جزیروں اور چار قبیلوں کا سردار جو پراسرار علوم سے غیر معمولی آگاہی رکھتا تھا، اپنے گھر جانے کی سمت کا تعین کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اپنی کشتی کا رخ مہذب دنیا کی طرف نہیں موڑ سکتا تھا مگر جو پہلے نہیں تھا، وہ اب ہے۔ کبھی شاید ایسا ہو جائے کہ میرے ارادے، میری خواہشیں سب پر حاوی آ جائیں۔

مہذب دنیا، ایک خواب، ایک افسانہ، حقیقت یہ ہے کہ میں تاریک براعظم میں اتنا بڑا پیدا ہوا تھا اور جو کچھ ماضی مجھے یاد آتا ہے، وہ ہذیان ہے، میرا دماغی خلجان ہے، میں ایک ناممکن بات کا تعاقب کب تک کرتا؟ جبکہ میں اپنی آنکھوں سے انہونے، طلسمی واقعات کا مشاہدہ کر چکا تھا، سوان باتوں کا خیال ہی ترک کیا جائے اور بینز نار کے بارے میں سوچا جائے جہاں ایک اور مرحلہ مجھے درپیش ہے، جالموش سے معاقے کا مرحلہ، ساحرِ اعظم جالموش کے بعد شاید یہ زندگی ٹھہر جائے اور اقابلا...... میں نے اپنے سینے میں ڈبکی کا سینگ چھولیا۔ اس اذیت سے مجھے ایک روحانی خوشی نصیب ہوئی، پھر میں نے گھڑا اٹھا کے بے تحاشا مشروب پینا شروع کر دیا۔ ایک تیر سا میرے جسم میں اتر گیا اور میں بے سدھ ہو کے کشتی میں لیٹ گیا۔

بینز نار پر میری کشتی رک گئی، ساحل پر قدم رکھتے ہی میرے دل کی عجیب حالت ہوئی، فلورا سے قربت کے خیال نے انتشار پیدا کر دیا، میں سنبھل سنبھل کے آگے قدم بڑھانے لگا۔ میں سیدھا زرنگا کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ساحرِ اعظم جالموش کی ہیبت نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا۔

زارشی کی طرح مجھے یہاں دور دور تک بے آب و گیاہ پہاڑی سلسلے نظر آئے، میں بہت دور تک چلتا رہا، پھر مجھے خیال آیا، میں نے جالموش کی زمین میں آ کے اس سے حاضری کی اجازت نہیں لی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ میں بیٹھ گیا اور میں نے اپنی تمام قوت سے جالموش کو مخاطب کیا۔ "اے ساحروں کے ساحر جالموش! میں تیری زمین پر آ گیا ہوں اور تیرے جلال اور کمال سے آگاہ ہوں۔ مجھے اپنی خدمت میں طلب کر یا پھر میرا راستہ گم کر دے تاکہ میں اس ریگزار میں ختم ہو جاؤں اور تاریک براعظم کو ایک نامحترم شخص سے نجات ملے۔" میری آواز دور تک پھیل گئی اور میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریگزار میں آگے بڑھنے لگا۔

کوئی جواب نہیں آیا۔

میں نے انتظار کرنے کی زحمت نہیں کی اور ساحل کے مقابل خشکی پر آگے بڑھتا رہا، جیسے جیسے میں ساحل سے دور ہوتا گیا۔ لق و دق، بے امان زمین کا دائرہ پھیلتا گیا، دور دور تک کوئی سایہ نہیں تھا، جگہ جگہ خشک ٹیلے ابھرے ہوئے تھے، انہی کی پشت پر کبھی کبھی سایہ نظر آ جاتا تھا۔ ویسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ بینز نار میں سورج حرکت نہیں کرتا یا بینز نار کی زمین ٹھہری ہوئی ہے کیونکہ سورج عین زمین کے اوپر تھا، تاریک براعظم میں میری جدوجہد کے آغاز کے وقت ہوتا تو میں اس صحرائے آتش کے طول و عرض میں خوف سے چیخنے لگتا، میرے پیر تھوڑی دیر اور تھوڑی دور چل کر

جواب دے جاتے مگر میں نے اس آہ و بکا میں اب خاصا وقت گزار لیا ہے۔

جب میری آواز دور دور تک پھیل گئی اور کوئی جواب نہیں آیا اور کسی طرف سے طلسمی آواز نے بڑھ کر میرا استقبال نہیں کیا، کوئی نازنین اس ریگزار میں مجھے اپنی بانہوں میں لینے کے لیے نمودار نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں نے کسی تردد کے بغیر زمین طے کرنا شروع کر دی۔ ہر زمین اجنبی قدموں کے لیے مغائرت کا رویہ رکھتی ہے، ہر زمین کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے کہ وہ پیر سونگھ کے دیر میں مانوس ہونے کا خاصہ رکھتی ہے میرے قدموں کے نیچے اب جزیرہ بینر نار کی زمین تھی۔ اجنبی زمین مگر اعتماد ذات پیدا ہو گیا تھا۔ طلسم و اسرار کے ماحول میں یہ اعتماد گو حماقت کی علامت ہے، تاہم میں ایک مسلح شخص تھا، کوئی نہتا مسافر نہیں تھا۔ میرا سینہ نوادر سے ڈھکا ہوا تھا اور ذہن بہت سے سیاہ علوم سے مالا مال تھا اور بہت سے مشاہدے ان دو آنکھوں نے کر لیے تھے۔

میں نے ساحل کی طرف مڑ کے نہیں دیکھا۔ ساحل پیچھے رہ گیا۔ آگے بڑھنے والے پیچھے مڑ کے نہیں دیکھتے۔ راستے کی پیمائش خوف زدہ لوگ کرتے ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے اور یہ علاقہ ساحر اعظم جاملوش کا علاقہ ہے۔ جاملوش کے علاقے میں خوف، دہشت جیسی چیزیں ناپسند سمجھی جاتی ہوں گی اسے یہ باور کرانا ہوگا کہ کوئی غیر معمولی شخص اس کے ہاں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ جب میں نے جاملوش کو آواز دی تھی تو میری آواز کا تجسس، شوق اور جوش بھی اس نے محسوس کیا ہوگا۔

میں اور تیزی سے قدم بڑھانے لگا۔ جیسے آگے یہ زمین میرے لیے مخملیں فرش بچھا دے گی، جزیرہ امسار کا فاتح اب بینر نار میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے عقب میں فوج نہیں تھی۔ تاریک براعظم میں افراد اپنی ذات میں فوج ہوا کرتے تھے، چھوٹی بڑی فوج، چھوٹی بڑی طاقتیں، ابھی تک جزیرہ امسار کی رنگت و نکہت دل میں بسی ہوئی تھی۔ قصر شوطار میں کیسی کیسی حسین عورتوں کا اجتماع تھا؟ مجھے ارہان اور قسریم بطور خاص یاد آئیں۔ ان کے بدن سے خوشبوئیں پھوٹتی تھیں اور شباب اُمڈتا تھا۔ امسار جاتے ہوئے ایک سنسنی سی ہوئی تھی کہ وہ عورتوں کی حکومت کا علاقہ ہے، امسار سے واپس آ کے بھی اس احساس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ پتہ نہیں دوبارہ وہاں جانا نصیب ہو یا نہ ہو؟ مگر وہ قصر یاد ضرور آئے گا۔ پہلے توری پھر باگمان، پھر امسار اور اب بینر نار۔ بینر نار کا نام آتے ہی میرے خون میں جولانی آ گئی۔

جزیرہ بینر نار کو دوسری تمام آبادیوں اور زمینوں پر اس لیے فوقیت حاصل تھی کہ یہاں ساحر اعظم جاملوش فروکش تھا۔ جو کسی سلطنت کا امین نہیں تھا مگر بجائے خود ایک سلطنت تھا، اسے مسخر کرنا تاریک براعظم کے ہزاروں جزیروں کی تسخیر سے بڑا کام تھا۔ جاملوش یہیں بیٹھ کر سحر پھونکتا تھا، اس طلسمی نظام میں اسے کلیدی حیثیت حاصل تھی، اس کا ذکر اتنی بار اور اتنے لوگوں سے سنا تھا اور خود اس کے ساحرانہ کمالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے کہ اس کے قد و قامت، جلال و کمال کا تصور کر کے جھرجھری آ جاتی تھی، جاملوش کی تائید، تاریک براعظم میں میری مزید کامیابیوں اور آل کارا قابلا کی بارگاہ میں سرخروئی کا سبب بن سکتی تھی۔

جاملوش کے قیام کے علاوہ جزیرہ بینر نار میں ایک اور کشش مجھے کھینچ لائی تھی۔ یہاں فلورا موجود تھی۔ وہ فلورا جس کے سبب میں مہذب دنیا سے دور ہو گیا تھا۔ وہ فلورا جسے جب بیروت میں، میں نے دیکھا تو مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ میں نے گھر چھوڑا، اعزا چھوڑے، وطن کو خیر باد کہا۔

اس کی رفاقت کے لیے میں نے اپنا پورا ماضی چھوڑ دیا۔ وہ فلورا بینز نار کے سردار ارمیگا کے بھائی نربگا کے قبضے میں تھی۔ فلورا جابر بن یوسف کی اتنی شان وشوکت، قوت وجبروت کے باوجود ابھی تک غیروں کے پاس تھی۔ یہ بات میری غیرت کے لیے تازیانہ تھی۔ جب اس کا خیال آتا تو جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور نربگا کا قوی ہیکل جسم روندنے کے لیے اعصاب میں کھلبلی ہونے لگتی، میں فلورا کو نربگا کے سامنے موت کا جام پلاسکتا تھا۔ مجھے اس کی موت گوارا تھی مگر اس کے جسم پر نربگا کا تصرف کسی طور گوارا نہیں تھا، نربگا میرے نرغے سے نکل بھاگا تھا۔ توری کے معتوب سردار شوالا نے ذلیل وخوار ہونے سے پہلے مجھے ستانے اور دکھ پہنچانے کے لیے میری محبوبہ فلورا کو نربگا کے حوالے کر دیا تھا اور اب ایک مدت کے بعد وہ ساعت قریب آرہی تھی جب میں نربگا کا چہرہ مسخ کروں اور فلورا کی دید سے قلب وجاں کو راحت پہنچاؤں۔ یہ کتنی لرزہ انگیز بات تھی کہ میں فلورا سے قریب تھا مجھے یقین تھا کہ میرا ہر قدم میرا اور اس کا فاصلہ کم کر رہا ہے، ریت کا انبار اور سورج کا قہر ناقابل برداشت ہوا جا رہا تھا، اپنے حواس پر میں خود مسلط تھا اور پوری طرح اردگرد سونگھ کے چل رہا تھا اور شام تک میں نے اپنے پیچھے کافی فاصلہ چھوڑ دیا۔

پھر میں کچھ سوچ کے زمین پر بیٹھ گیا اور اتنی دیر میں، میں نے اپنا ذہن مکمل طور پر یک سو کیا، میں نے سوچا مجھے کسی بیل کی طرح آگے بڑھنے کے بجائے انسان کی طرح سوچنا چاہیے۔ نشے میں بھٹکنے کے بجائے رک کے کچھ دیر ستالینا چاہیے، بھوک کا اور پیاس کا ذکر فضول ہے، اگر میری زبان بھی لٹک جاتی تو میں دیوتاؤں کی ثنا کرتا ہوا آگے بڑھتا۔ میں نے یہاں آ کے یہی سیکھا تھا۔ اطاعت اور جرات۔ صحیح لوگوں کی اطاعت صحیح سمت میں جرات، جو اطاعت نہیں کرتے وہ کبھی مطیع نہیں بنا سکتے اور جو مطیع نہیں بنا سکتے ان میں جرات کا فقدان ہے۔ وہ صرف مطیع ہیں اور صرف مطیع غلام ہیں اور غلام سب سے محفوظ ہیں۔ میں نے امسار میں جارا کا کا کی عبادت گاہ اور قصر شوطار میں بارہا جالموش کی، اطاعت کا عہد کیا تھا اور مجھے اعتماد تھا کہ میرے ذیل میں اس کا رویہ اثبات میں ہے، امسار کی فتح اس کا ثبوت تھی، میری پیشانی پر جارا کا کا کی عبادت گاہ میں جس استخوانی ہاتھ نے قبولیت کی مہر لگائی تھی اس کا نشان ابھی تک محفوظ تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میں تاریک براعظم کے سب سے عظیم طلسم خانے میں جا رہا ہوں، وہاں کی آزمائشیں سخت ہوں گی، زارشی کے صحرا سے شدید۔ جالموش کا قرب آسانی سے حاصل نہیں ہوجائے گا۔

دل یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے بینز نار کے سردار ارمیگا سے بینز نار کی مسند اقتدار چھینی جائے اور نربگا کے خون سے جارا کا کا کی کھوپڑی کو غسل دیا جائے۔ سب سے پہلے فلورا کی دید کی جائے اور یہ اضطراب کم کر کے جالموش کی صحبت میں باریابی کی اجازت طلب کی جائے لیکن میں نے یہ خیال ترک کر دیا مجھے سب سے پہلے جالموش کی خدمت میں حاضری دینی تھی کیونکہ اس سے تعلق بڑھانے کا مطلب اقابلا کی نظروں میں میری سرفرازی تھا۔ جالموش کے علاقے میں داخل ہو کے اس کے پاس پہلے نہ جانا خلاف ادب بھی تھا، میں نے پھر صرف جالموش کی تمنا کی اور دوبارہ پورے جوش اور عزم سے صحراؤں میں اپنی آواز کی ہیبت چاروں طرف بکھرادی۔ میں نے کہا۔ ''اے مقدس جالموش! اقابلا کا غلام تیری رفاقت کا سودائی ہے۔ اس پر راستے روشن کر دے۔ جو تیرے وصال کے کرب میں اتنی دور سے آیا ہے، اسے آسودہ کر۔'' یہ کہہ کے میں دوبارہ اٹھا اور میں نے تینوں سمتوں میں نگاہ دوڑائی۔ ریت سے بگولے اٹھ رہے تھے۔ میری پیشانی پر پہلی بار فکر کی لکیریں ابھریں اور میں دوسرے ہی لمحے آگے چل پڑا۔ میں نے اپنے نوادر سے مدد نہیں لی۔ سمت کے تعین کے لیے سمورال کی مالا کے دانے روشن نہیں کیے، چوبی اژدہا متحرک نہیں کیا۔ جالموش کے علاقے

میں یہ تمام کارروائیاں بے سود تھیں، میں کوئی مزاحمت کرنا نہیں چاہتا تھا، میں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اپنا تمام ہوش جالموش کے سپرد کر دیا ہے، وہ جیسے چاہے، مجھے استعمال کرے سومیرے آگے وسیع صحرا تھا جہاں امید کی ہلکی سی کرن کے لیے کوئی درخت بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نہ پرندہ نہ درندہ، نہ پانی، نہ زندگی کے آثار۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دوسری دنیا کے کسی ویران اور غیر آباد سیارے میں آ گیا ہوں۔

چلتے چلتے رات ہونے لگی۔ صحرا کی تپش میں کمی آنے لگی اور میں ایک جگہ گرتے گرتے بچا۔ میں ایک قدم نشیب میں چلا گیا تھا مگر میں نے اسے پھرتی سے روک لیا ورنہ کسی گڑھے میں گر گیا ہوتا۔ مجبوراً مجھے شپالی روشن کرنا پڑی اور یہ دیکھ کے میری پتلیاں سکڑ گئیں کہ وہ ایک بہت بڑا کنواں تھا۔ جس کی تہہ شپالی کی روشنی میں نظر نہیں آتی تھی۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور میں نے راستہ بدل کے جانا چاہا لیکن آگے کا سارا راستہ نشیب میں تھا اور ڈھلوان بھی نہیں تھی۔ ایک دیوار نیچے کی طرف جاتی تھی جس میں اندھیرے کی سلطنت تھی۔ شپالی سے اندھیرا کسی قدر دور ہو گیا تھا۔ میں شپالی کی روشنی میں دیوار کے کنارے دور تک بھاگتا رہا۔ ہر طرف نشیب ہی نشیب تھا۔ اندھیرے کا سمندر اور لامحدود گہرائی۔ نیچے جانے والی دیوار کے سامنے کوئی دیوار نہیں تھی کہ اندھیرے کی اس نہر کی چوڑائی کا تخمینہ لگایا جا سکتا۔ کوئی پل دور دور تک اسے عبور کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ میں نے زمین پر لیٹ کر ٹٹول ٹٹول کے سیڑھیاں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ وہ تو ایک ہموار دیوار تھی۔ میں نے ایک وزنی پتھر اٹھا کر غار کے اندر پھینکا۔ اس کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی خاطر میں نے پتھر گرنے کی آواز سننے کے لیے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی۔ کوئی آواز نہیں آئی۔

یہ جالموش کا علاقہ تھا۔ تاریک براعظم کے اس برگزیدہ ساحر نے اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط حصار کا انتظام کر رکھا تھا، یہ صرف جالموش کی ساحرانہ قوتوں کا کمال تھا کہ بڑی افواج اور طلسمی قوتیں نشیب پار کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی تھیں۔ جالموش کا وقار میرے دل میں جاگزیں ہو گیا اور میں نے اس مشکل وقت میں زیر لب اس کی صناعی کی داد دی لیکن میری خوش دلی سے میرا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ کیا جالموش یہاں نشیب کی تہہ میں محفوظ ہے یا یہ بحر سیاہ محض نظروں کا سراب ہے؟ کیا یہ کوئی آزمائش ہے یا جالموش کی طرف سے انکار کہ میں جزیرہ بینز نار میں داخل ہونے کے بجائے واپس ہو جاؤں؟ میری دانش مندی یہاں میرا نقص بن گئی، میں تذبذب میں پڑ گیا، شاید یہ جالموش کے علاقے کا سحر تھا کہ میری قوت فیصلہ مفلوج ہو گئی اور میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے خاموش بیٹھ گیا بار بار شپالی کی روشنی اندھیرے میں پھینکتا اور مایوس ہو کے پیچھے آ جاتا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جزیرہ اسمار میں داخلے کے وقت بھی دھند کی ایک دیوار درمیان میں آ گئی تھی لیکن وہ دھند میری مساعی سے دور ہو گئی، مجھے معلوم تھا کہ نئے جزیرے پر طلسمی قوتیں اجنبی لوگوں کی آمد پر مزاحمت کرتی ہیں مگر یہ سب سے ہولناک مظہر تھا۔ یہ دھند نہیں تھی اور یہ اسمار کا جزیرہ نہیں تھا۔ ساحر اعظم جالموش کی سرزمین تھی۔ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر متعدد عمل پڑھے، میرے تمام عمل ضائع گئے۔ نشیب پُر نہیں ہوا، آہ مجھے خیال آیا، بینز نار میں داخل ہوتے وقت میری برتری کے غرور کا پتہ جالموش کو ہو گیا ہے اور اس نے مجھے عبرت سے دوچار کرنے کے لیے یہ قیامت خیز منظر تخلیق کیا ہے۔ یہ سب فریب نظر ہے مگر اب حقیقت ہے، تاریک براعظم کے برگزیدہ عالموں میں ابھی میری بساط ہی کیا ہے؟ میں نے قصر شوطار سے واپسی پر کاہن اعظم قرسام سے یہی سوال کیا تھا تو اس نے جواب دیا تھا کہ دیوتا مجھ پر مہربان ہیں ورنہ ابھی میرا درجہ سیاہ علوم کے عالموں کی صفوں میں نمایاں نہیں ہے، اس کے بعد میں جارا کا کا کی عبادت گاہ میں چھ ماہ کے لیے گوشہ نشین ہو گیا تھا اور وہاں میں

نے نوجوان لڑکیوں کے خون کی قربانی ان گنت بار پیش کی تھی لیکن ان تمام فضیلتوں کے باوجود میری حیثیت ہی کیا تھی۔ مجھے احساس کمتری نے گھیر لیا۔ میں اپنے آپ میں کڑھنے اور جلنے لگا۔ یہ کیفیت وقتی ثابت ہوئی۔ کچھ ہی دیر بعد مجھے خود کو سنبھالنا پڑا اور میں آگے بڑھنے کے بجائے سکون سے سوچنے کے لیے وہیں کنارے پر دھرنا دے کے بیٹھ گیا۔

''خوب!'' میں نے کسی قدر بلند آواز میں کہا۔ ''میں تیرے تمام کرشموں کا قائل ہوں اور اسی لیے کشاں کشاں تیرے پاس آیا ہوں۔ یہ کیسا انداز پذیرائی ہے؟ یہ کیا ادائے دلربائی ہے؟ بس اب زیادہ حوصلہ نہ آزما نہیں بلاتا تو نہ بلا۔ یہیں بیٹھا رہوں گا اور ختم کرنے کی ٹھانی ہے تو ختم ہو جاؤں گا۔''

میں نے کہنے کو تو کہہ دیا لیکن کہہ کے میری تشفی نہیں ہوئی۔ یہ چرب زبانی اور لسانی جاملوش جیسے زیرک اور ساحر کا دماغ کیسے برماتی؟ لہٰذا میں نے طے کیا کہ جو کچھ کہا ہے اس پر عمل بھی کیا جائے اور ایک طویل تا دم مرگ آزمائش کے لیے تیار رہا جائے۔ میں نے ضد اوڑھ لی اور بھوک پیاس کی شدت میں کنارے پر لیٹا تارے گنتا رہا۔ مجھے چاند نظر آیا۔ مجھے اپنے گھر کا آنگن یاد آ گیا، جہاں چاند روشنی پھیلاتا تھا اور پھر توری کی گلیوں کی وہ مخملیں ابھر آئیں جن کی داغ بیل میں نے ڈالی تھی۔

دل میں ایک ہوک سی اٹھی، مایوسی میں ماضی کی یاد آتی ہے۔ شپالی کو روشن کیا میں نے اور جارا کاکا کی عبادت گاہ میں حاصل کیے ہوتے تمام ورد آگ کے گرد رقص کر کے دہراتا رہا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی آگ میں جل رہی تھی، یہ شپالی کی طلسمی آگ تھی، ابدی آگ جو کسی تنکے اور جھاڑ جھنکاڑ کے بغیر روشن ہو جاتی تھی اس میں کوئی کلام نہیں تھا کہ جاملوش اقابلا کی بارگاہ میں داخل ہونے کا دروازہ ہے اور تاریک براعظم میں سرخروئی حاصل کرنے کی درس گاہ، میرا علم نامکمل ہے اور میرا جذبہ لائق اعتنا نہیں، جب تک جاملوش کی نظر عنایت میری طرف مبذول نہ ہو۔ اگر اقابلا کے قصر میں باریابی کی اجازت نہ ملی تو بھی جاملوش کے دیئے ہوئے درس بے سود نہیں جائیں گے وہ میرے لیے نہ جانے کتنی راہیں روشن کر دیں گے۔ میں اپنے آپ میں گم، مستانہ وار رقص کر رہا تھا، میرا جسم پسینے سے تر بتر ہو گیا۔ یہاں تک کہ ارد گرد کی پیاسی زمین نم ہونے لگی۔ میں اسی طرح آفتاب کے طلوع ہونے تک ورد کرتا رہا۔ میرا چوبی اژدہا بھی اچھل اچھل کے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ صبح کی روشنی پھیلی تو شپالی کی آگ ماند پڑ گئی اور میں نے اسے گلے میں لٹکا لیا، اپنے تمام نوادر سینے پر آویزاں کر لیے اور ذرا آگے چل کے نشیب میں جھانک کر دیکھا۔

میری آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں۔ اس گہرائی کی کوئی تہہ نہیں تھی سورج کی روشنی بھی تہہ کی نشاندہی کرنے سے قاصر تھی کہ میری بصارت جس تک دیکھ سکتی تھی، جہاں تک اسے دیکھنا آتا تھا۔ اندر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے جیسے زمین کے نیچے ایک اور دنیا آباد ہو۔ جھکتے ہوئے بھی ہول آتا تھا، اس گہرائی کا نہ کوئی سرا تھا نہ خاتمہ۔ میں سمجھتا تھا دن کی روشنی میں یہ طلسم ہلکا پڑ جائے گا مگر دن کی روشنی میں تو اور خوف معلوم ہونے لگا۔ میں اپنا سینہ پکڑ کے بیٹھ گیا۔ کیا میں واقعی واپس چلا جاؤں؟ کیا یہ بینزنار کا علاقہ نہیں ہے؟ میں کسی جہنم میں آ گیا ہوں؟ اس خیال سے میرے رگ و پے میں جھنجھناہٹ سی ہوئی۔ واپسی کے لیے قدم نہیں مڑتے تھے، اس کشمکش میں حواس جانے لگے اور ذہنی توازن بگڑنے لگا میں لڑکھڑا کے گرا تو میرا چوبی اژدہا میرے سینے پر لہرانے لگا۔ ''سپر ڈال دی ہے؟'' میں نے خود سے پوچھا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"تو پھر شپالی کی آگ روشن کیوں نہیں کرتے اور اپنی ریاضت سے سخت دل جالموش کا دل نرم کیوں نہیں کرتے؟"

جالموش کے قلب میں اپنا نقش کندہ کرنے کے لیے میں نے جارا کا کی کھوپڑی کے سامنے آگ روشن کی اور چوبی اژدہا متحرک کیا عزم، کبھی پسپائی، کبھی ضد، کبھی شکست، پھر میں نے سوچا میں اس اندھیرے میں سمندر میں کود جاؤں کیوں کہ اب صرف یہی ذریعہ بینزنار میں داخل ہونے کا رہ گیا ہے لیکن قدم نہیں اٹھے، میں اپنی جگہ پڑا رہ گیا، کمزوری کا غلبہ ہونے لگا۔ رگیں کھنچنے لگیں اور مجھے پہلی بار بہت قریب سے موت محسوس ہوئی اور موت کا یہی احساس زندگی کی نوید ثابت ہوا۔

سب سے پہلے میں نے اپنے ذہن میں یہ یقین پختہ کیا کہ میں بینزنار کے علاقے میں موجود ہوں۔ دوسرے یقیناً یہ جالموش کا علاقہ ہے کیونکہ تمام نوادر اور باطنی علوم سے آراستہ ہونے کے باوجود میں ان سے کوئی رہبری حاصل کرنے سے محروم ہوں، تیسرے یہ کہ جب موت ہی لکھی ہے تو پھر اپنی تمام مساعی کر کے اسے قبول کیوں نہ کر لیا جائے؟ چوتھے یہ کہ جو کچھ نظر کے سامنے موجود ہے، وہ سب گمان ہے۔ غالباً میری کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہی شخصی خوبیاں تھیں کہ میں بدترین حالات میں تجزیہ و تحلیل کی دانش ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ اپنا ذہن آمادہ کر کے نقاہت کے عالم میں دوبارہ کھڑے ہونے کا عزم کیا اور اذیت ناک ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ میں اپنی موت کا جشن خود منا رہا تھا کیونکہ اور لوگ جشن منانے کے لیے موجود نہیں تھے، ایک دن اور ایک رات اسی طرح گزر گئی میں نے کئی بار جالموش کو مخاطب کیا، کئی بار جھک کے نشیب میں جھانکنے اور کچھ تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی۔ آخر مسلسل رقص، مسلسل کود پھاند سے میری توانائی کا شیرازہ بکھرنے لگا اور میں نڈھال ہو کے گر پڑا۔ ریت پر تڑپ تڑپ کر مرنے سے بہتر تھا کہ میں نشیب میں کود کے اپنی زندگی تمام کر دوں، اس میں مجھے ایک مصلحت بھی نظر آتی تھی کہ کہیں جالموش میری جرات کا امتحان تو نہیں لے رہا ہے؟ ورنہ کوئی اور صورت زندہ رہنے کی موجود نہیں تھی، حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے اور انتڑیاں کھنچ رہی تھیں۔ دماغ پر پہاڑ رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا اور پیروں کی جان نکلی جا چکی تھی، یہ سب موت کے قرب کی علامتیں تھیں۔ میں نے آخری بار سب کو یاد کیا، سرنگا، سریتا، فلورا، ڈاکٹر جواد اور شراڈ کو بھی، اور اس سلسلے میں مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی۔ میں نے اس کا بھی انتظار کیا۔ وہ نہیں آئی، پھر میں نے کاہو کی روح طلب کرنے کی جسارت کی، کاہو بھی نہیں آیا۔ میں نے اقابلا کو یاد کیا اور کا حسین سراپا نظروں میں سما کے میں بحر سیاہ کے ساحل پر کھڑا ہو گیا اور میں نے نقاہت کے عالم میں کہا۔ "اقابلا تیرے لیے۔ اور اے مقدس جالموش تیرے لیے۔"

جو شخص شدید ترین اذیت دہ مرحلوں سے بچ کے نکل آیا ہو۔ اس شخص کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔ ایک کرن زندگی کی تھی، باقی تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ پھر بھی میں نے چھلانگ لگانے میں کافی پس و پیش کی۔ میں نے باری باری کی سب کی تصویریں اپنے ذہن کے پردے پر دیکھیں۔ جیسے موت کے بعد مجھے انہیں نہ دیکھنے کا شکوہ رہے گا، آخری وقت میں، میرے ذہن میں میری ماں کا چہرہ تھا اور ساتھ ہی اقابلا کا بھی۔ سوچتے سوچتے میں نے آنکھیں بند کیں اور نشیب میں گرنے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کرنے پر خود پر نفرین کی اور مردانہ وار نیچے کی طرف دیکھا۔ "میں آ رہا ہوں۔" میں نے جرات سے کہا۔ "میں آ رہا ہوں، ساحروں کے ساحر۔ میں آ رہا ہوں۔"

اور اس کے ساتھ میرا وجود فضا میں معلق ہو گیا، گہرائی میں جاتے وقت سانس خوف زدہ ہو کے ساتھ چھوڑنے لگتا ہے، میں نے اس کی ڈوری اپنے ذہن سے باندھے رکھی اور اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ میں تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا تھا اچانک مجھے تہہ میں سے وحشیانہ آوازیں آنے لگیں۔ رفتہ رفتہ یہ اتنی شدید ہوتی گئیں کہ مجھے اپنے کان بڑی مشکل سے بند کرنے پڑے۔ فضا میں معلق ہوتے وقت جسم کے کسی حصے پر ہاتھ رکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے، اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا، پھر بھی میں نے کسی نہ کسی طرح اپنے ہاتھ پاؤں گرفت میں رکھے، میں ایک سیدھ میں گرنے لگا اور راستے ہی میں مجھے اپنی زندگی کی امید پیدا ہو چلی لیکن گہرائی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ یہ ایک اعصاب شکن حالت تھی۔ میں فضا میں معلق تھا، نیچے کیا ہے؟ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس گہرائی میں نیچے جانے کے بعد اوپر آنے کا سوال نہیں تھا اگر یہ کوئی اور مخلوق ہے تو وہ درندوں کی طرح منہ پھاڑے میرے گوشت کی منتظر ہو گی۔ خوف کی کتنی لہریں، کتنی سرد لہریں آ کے گزر گئیں سارا جسم سنسنا رہا تھا جس کی ساری طاقت سینے میں عود کر آئی تھی جب نیچے کی طرف نگاہ جاتی تو یہ کیفیت اور سوا ہو جاتی لیکن جتنا نیچے گرتا گیا، اعصاب معتدل ہوتے گئے، کچھ دیر بعد ہی میں سیاہ بادلوں کے نرغے میں تھا۔ شور اور تیز ہو گیا۔ جیسے لاکھوں افراد نعرہ زن ہوں اور جیسے قیامت آ گئی ہو۔ ان بادلوں میں سانس لینا مشکل ہو گیا، پھر ان بادلوں کے بعد کچھ روشنی سی نظر آئی۔ آنکھوں کے سامنے بجلیاں سی لہرا کے گزر گئیں اگلے چند لمحوں میں جانکاہ اذیت کے بعد میں سطح زمین پر تھا اور نرم سبزہ مخمل کی طرح میرے جسم پر چبھنے لگا تھا۔ میں زمین پر آ گیا تھا۔ میں نے اوپر نگاہ دوڑائی اوپر آسمان اور بادلوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ میری آنکھیں دہشت کم کرنے کے لیے بے اختیار بند ہو گئیں لیکن کسی کے قدموں کی چاپ پر مجھے سکون کا یہ موقع بھی نہیں ملا۔ میرے سامنے بینر نار کا پہلا آدمی، ایک تنومند نوجوان کھڑا تھا، سرتاپا برہنہ، اس کے خط وخال، بے حد جاذب نظر تھے اور اس کی آنکھیں دہکتے انگاروں کے مانند روشن تھیں۔ مجھے اس سے نظریں چار کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ میں نے قرب وجوار کا جائزہ لیا۔ یہ سبز پوش زمین تھی لیکن یہاں دو تین جھونپڑیوں کے سوا آبادی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ نوجوان خاموش کھڑا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کی نگاہیں مجھے اپنے سینے کے پار ہوتی محسوس ہوئیں، ایک نئی جگہ پر پرانے لوگوں کے درمیان کسی اجنبی کی جو کیفیت ہوتی ہے، وہی اس وقت میری تھی غالباً ہم دونوں یہ سوچ رہے تھے کہ کون ابتدا کرے؟

''اے معزز نوجوان!'' آخر میں نے یہ سکوت توڑا۔ ''کیا میں صحیح مقام پر آیا ہوں یا مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہے؟''

''ہاں جزیرہ توری کے نامور سردار! اسرار اور باگمان کے فاتح۔'' نوجوان نے وقار سے مجھے مخاطب کیا۔ ''تم سے کوئی لغزش سرزد نہیں ہوئی۔ تم ان باکمال لوگوں میں شامل ہو گئے ہو جو مقدس جالموش کی اقامت گاہ پر آنے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔''

نوجوان کے خوش دلانہ کلام نے میری نظروں میں توانائی پھونک دی اور میں اپنے پیروں پر اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے تاریک براعظم کے مخصوص انداز میں اسے سلام کیا۔ ''کیا میں مقدس جالموش کی صحبت دل نشیں کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہوں؟ اس کی دید کی تڑپ ہی مجھے یہاں لائی ہے۔''

''نہیں۔'' وہ سختی سے بولا۔ ''اپنی زبان اپنے منہ میں بند رکھو۔ مقدس جالموش کم سے کم لفظ بولتا ہے اور کم سے کم لفظ سننا پسند کرتا ہے یہ تصنع، یہ قدرت بیاں اسے مرغوب نہیں۔ وہ اشاروں میں بات کرنے کا عادی ہے۔''

''میں اس کا خیال رکھوں گا۔''میں نے عجلت سے کہا۔''لیکن میں نے دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔حقیقت حال بیان کی ہے۔''

''دروغ گوئی؟''نوجوان نے خوف ناک قہقہہ لگایا۔''جاملوش کے علاقے میں دروغ گوئی؟ جابر بن یوسف! شاید تم اپنے وقت سے پہلے یہاں آ گئے ہو۔''

''میں معذرت خواہ ہوں۔''میں نے جھینپ کر کہا۔

''معذرت خواہ؟ ساحروں کی زمین میں معذرت؟ معافی؟ درگزر؟''اس کا قہقہہ نہیں رکا۔کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

''ہاں۔''تمہارا قیاس درست ہے۔''میں نے خجالت سے کہا۔''میں بدحواس ہو گیا ہوں۔برسوں پہلے مقدس جاملوش کا ذکر سنا تھا،خوش قسمتی سے اب میں یہاں موجود ہوں۔وہ مجھ سے کتنی دور ہے؟''میں نے اشتیاق سے پوچھا اور بات ٹالنے کی کوشش کی۔

''وہ تاریک براعظم کے زمانوں اور مکانوں پر حاوی ہے۔کیا تم سمجھتے ہو وہ توری اور باگمان کے دور افتادہ علاقوں میں تم سے دور تھا۔''

نوجوان نے اس بار بھی تلخی سے کہا۔''اگر تم بدحواس ہو تو تمہیں اپنے حواس درست کرنے سے پہلے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''اوہ، میں بہت نادم ہوں۔''میں نے نظریں جھکا کے کہا۔''تم جو کہتے ہو، وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے، میں خاموش ہوا جاتا ہوں۔یقین کرو، میری زبان میری قید میں ہے۔''اس کے بعد میں سعادت مندی سے خاموش کھڑا ہو گیا۔وہ جاملوش کا بہترین ترجمان تھا۔اس کی پروقار گفتگو اس امر کی دلالت کرتی تھی کہ اسے جاملوش سے خاص قربت نصیب ہے میں نے اس نوجوان کو شیشے میں اتارنے کے لیے غور کرنا شروع کر دیا۔

''تم انتظار کرو گے۔''اس نے حکم دیا۔

''میں ساری زندگی انتظار کر سکتا ہوں۔''

''مقدس جاملوش اپنی ریاضت میں مستغرق ہے۔''

''یقیناً دیوتاؤں سے اس کا رابطہ ہو گا۔''میں نے خوش کلامی کی۔

''کون جانے؟''وہ فکر مند لہجے میں بولا۔''وہ کون سے نئے عمل میں مصروف ہے،اس کا سحر سب سے برتر ہے۔''

میں نے اپنی زبان پر قفل لگا لیا۔''میرے لیے کوئی حکم؟''

''ہاں۔''وہ چونکتے ہوئے بولا۔''تمہیں مقدس جاملوش کی خانقاہ میں شامل کیا جاتا ہے۔''پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور سبزہ زار پر دور ایک جھونپڑی نمودار ہوئی۔میں ششدر رہ گیا۔جیسے وہ گوشہ میری نظروں سے اوجھل تھا اور اچانک نمودار ہو گیا ہو۔میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔وہ چلنے لگا، میں نے اس کی تقلید کی۔ہم دونوں جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔جھونپڑی میں کوئی چیز موجود نہیں تھی۔نوجوان نے ایک سرسری نظر سے اسے دیکھا اور مختلف شکلیں بنا کے مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کرنے لگا۔دیکھتے ہی دیکھتے مشروبات کے متعدد گھڑے، چوکیاں، بستر کے لیے خشک نرم سبزہ، پتھر کے برتن، پتھر کے تھال میں رکھا ہوا گوشت اور جنگلی پھل جھونپڑی میں نازل ہو گئے۔میں ادھر ادھر نظر دوڑاتا اور چونک کر دیکھتا رہا۔میرے لیے یہ عمل اتنا چونکا دینے والا نہیں تھا مگر جس پھرتی، بے نیازی سے نوجوان اپنے ہاتھ کے اشاروں سے انہیں جھونپڑی میں ترتیب دے

رہا تھا، وہ اس کے ساحرانہ کمال کا ثبوت تھا۔ وہ ایک چوکی پر بیٹھ گیا اور میں نے اس کی خدمت میں گھڑے سے لوٹ کے ایک مشروب پیش کیا۔ وہ اسے غٹا غٹ پی گیا۔ اس کے بعد میں نے بھی اپنے حلق کو غسل دیا۔ کئی دن سے میں بھوکا پیاسا تھا، یہ زہر انڈیلا تو جسم میں روشنی سی ہوگئی۔ میں اس کے سامنے جاملوش کے لیے اپنے انتہائی جذبات کے اظہار کا خواہش مند تھا مگر اس نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اتنے حیران کن سفر کے بعد یہ خاموشی اور اس کا ایسا انداز بہت اکتا دینے والا تھا، جیسے ہم زمانے سے ایک دوسرے سے واقف ہیں اور اب کسی رسمی بات چیت کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی میں ہمہ تن اشتیاق بیٹھا رہا اور اسے مشروب پیش کرتا رہا۔

''تم یہیں قیام کرو گے۔'' اس نے کسیلے لہجے میں کہا۔

''درست ہے۔'' میں نے مختصر کلامی پر اکتفا کیا۔

پھر وہ خاموش بیٹھ گیا۔ میں پہلو بدلنے لگا۔ اس نے شاید میری کیفیت بھانپ لی۔ وہ مسکرانے لگا۔ میری ہمت عود کر آئی اور میں نے عجز کے ساتھ پوچھا۔ ''اگر مناسب سمجھو تو تعارف کرا دو۔''

''قارنیل!'' میں بات بڑھانے کے لیے بڑھا لیکن پھر جھجک کے رک گیا۔

''معزز قارنیل! ممکن ہے میں کوتاہیوں کا مرتکب ہوتا رہوں، کیا میں امید رکھوں کہ تم مجھے جاملوش کے علاقے میں رہنے کے آداب سے آگاہ کرو گے؟'' میں نے گفتگو جاری رکھنے کا بہانہ تلاش کیا، قارنیل ایک مشکل آدمی تھا۔

وہ میری صورت تکنے لگا۔ ''آداب!'' وہ خفگی اور ترشی سے بولا۔ ''جسے آداب نہیں آتے اس نے یہاں آنے کی جرات کیوں کی؟ کیا جاملوش کوئی بادشاہ ہے وہ علم کو فوقیت دیتا ہے اور اسے کسی چیز سے رغبت نہیں ہے۔ تمہارا علم تمہارا ادب ہے۔''

میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تھا۔ قارنیل طول بیانی پر مجبور ہوگیا تھا۔

''میرا مطلب تھا۔'' میں نے وضاحت کی۔ ''کہ تم سے علم سیکھوں گا اور جاملوش کو خوش رکھوں گا۔''

نوجوان قارنیل نے ایک بدمست انگڑائی لی، اس کی ہڈیاں چٹخنے کی آواز غیر معمولی تھی۔ وہ اٹھا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلنے والا تھا مگر وہ باہر آتے ہی میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ میں واپس جھونپڑی میں آگیا اور میں نے گوشت اور پھلوں کے خوان پر وحشت سے منہ مارنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے پورا خوان میرے معدے میں پہنچ گیا اور میں نے مشروب کا ایک قدح لوٹ لیا۔ آدھا میرے جسم پر گر گیا۔ مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے ارد گرد نظریں گھما کے کہا۔ ''جاملوش کی اجازت سے۔'' میری آنکھیں مچ گئیں اور میں ایک طویل نیند سو گیا۔

☆==========☆==========☆

میری آواز خوف ناک اور بے ہنگم شور کی وجہ سے کھل گئی۔ دل و دماغ میں تروتازگی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی میں باہر آگیا اور رات کے وقت میں نے میدان میں ایک قیامت خیز نظارہ کیا۔ سبز پوش میدان میں بے شمار ہیولے لرز رہے تھے۔ ہیولے ایک دم سیدھے ہوتے اور پھر زمین پر جھک جاتے، ان کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جو یقیناً کسی زبان سے تعلق نہیں رکھتی تھیں، وہ لرزہ خیز چیخیں تھیں مگر ان میں بڑا اتار چڑھاؤ تھا۔ سارا میدان

انہی دہشت انگیز ہیولوں سے بھرا پڑا تھا۔ ان کے چہرے واضح نہیں تھے۔ انسانی جسم سے مطابق بہتی اور مرتعش ہوتی ہوئی دھواں دھواں اشکال تھیں۔ ان کی آواز میں دل سوزی کی کیفیت تھی۔ وہ شخص موجود نہیں تھا جس کے سامنے وہ ہیولے منہ کیے کھڑے تھے۔ پھر یکا یک وہ زمین بوس ہوگئے اور چیختے ہوئے اٹھے۔ انہوں نے اپنا رخ بدلا اور مجھے محسوس ہوا جیسے وہ سب میری طرف بڑھ رہے ہیں لیکن وہ میری جھونپڑی سے کترا کے دوسری سمت نکل گئے اور لمحوں میں، میدان میں خاموشی چھا گئی۔ یقیناً یہ نادیدہ روحوں کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ وہ روحیں جو جاملوش کی تابع تھیں انگروما میں گورمے نے بھی مجھے یہ منظر دکھایا تھا مگر جاملوش کے علاقے میں ان کی تعداد بے شمار تھی اور وہ کسی غار میں قید نہیں تھیں، آزاد تھیں، گویا جب جاملوش چاہتا، انہیں طلب کر لیتا، اس واقعے سے میرے قلب پر جاملوش کی عظمت کی چھاپ گہری ہوگئی، میں نے اپنے رویے پر نظر ثانی کی۔ مجھے زیادہ محتاط رہنا چاہیے تھا اور اس سے زیادہ احتیاط ممکن نہیں تھی کہ میں انتظار کے کرب سے بچنے کے لیے اور جاملوش کی خوشنودی کے لیے ریاضت میں غرق ہو جاؤں، جب جاملوش کو فرصت ہوگی، وہ مجھے طلب کر لے گا۔ چنانچہ میں اپنی جھونپڑی ہی میں مقیم ہوگیا۔ جابر بن یوسف جیسے فعال شخص کے لیے یہ غیر متعین متذبذب، غیر واضح صورت حال سخت پریشان کن تھی مگر اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا؟ جبر، صبر، استقامت اور حرکت ہی میری خوبیاں تھیں۔

اس کشمکش میں، مجھے ایک بہتر راستے کی تلاش بہرصورت کرنا تھی۔ یہ اسرار نہیں تھا جہاں کے بازاروں اور گلیوں، ناظمات کے شبستانوں میں، میں سرشوریاں کرتا پھرتا۔ یہ جاملوش کا طلسم خانہ تھا جس کی مثبت نگاہیں تاریک براعظم اور اقابلا کی نظر میں میری برتری کی علامت تھیں۔ پس میں فلورا کو بھول کے، نربگا کے لیے اپنا اشتعال دبا کے اور آنے والی کل سے بے نیاز ہو کے بیٹھ گیا۔ یہیں سے اس فسوں خیز سرزمین میں میری قسمت کے فیصلے ہونے والے تھے سو یہاں میں جس قدر بھی محتاط ہوتا کم تھا اور یوں بھی، جب چاروں طرف سے مایوس ہو کے میں اندھیرے سمندر میں کود گیا تھا تو اس وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ میرا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب زندگی ملی تھی، اسے میں ایک رعایت سمجھتا تھا۔ چنانچہ یہاں کے کرب و ابتلا سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

دوسرے دن صبح، میں اپنی ریاضت میں منہمک تھا کہ مجھے احساس ہوا، کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور مجھے اٹھانے کے لیے اصرار کر رہا ہے، میں نے سختی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا مگر اس نے میری گردن پکڑ لی، اتنی زور سے کہ مجھے اپنے ہاتھ مجبوراً اٹھانے پڑے، میری اس مزاحمت سے میرے رخسار پر ایک اتنا شدید طمانچہ پڑا کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے، میں نے اپنے ہاتھ میں شپالی لے لی۔ میرا خیال تھا، میں وہ نادیدہ ہاتھ شپالی سے جلا دوں گا مگر اس سے پہلے ہی کسی نے اوپر سے میرے بال پکڑ لیے، اس نے مجھے اپنی پوری طاقت سے کھینچ لیا اور جھونپڑی سے باہر پٹخ دیا، باہر آ کے مجھے احساس ہوا جیسے کوئی مجھے بلا رہا ہے۔ یہ صرف ایک احساس تھا، کوئی آواز نہیں تھی، میں آگے چلنے لگا، سبزہ زار پر ایک جگہ میرے قدم رک گئے اور میں خود بخود زمین پر گر گیا۔ میں نے بے اختیار سر اٹھایا تو قارنیل کھڑا تھا۔ ''تم مزاحمت کر رہے تھے؟'' اس نے خوف ناک آواز میں کہا۔

''میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی آزمائش ہے۔'' میں نے ناتوانی سے کہا۔

''تم نے اپنے نوادر نہیں آزمائے؟''

''میں سمجھتا ہوں، یہاں ان کی ضرورت نہیں ہے۔''

پھر وہ چلنے لگا، میں بھی کسی کتے کی طرح دم ہلاتا اس کے پیچھے چلتا رہا۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک کھنڈر تھا۔ قارنیل اس میں داخل ہو گیا۔ کھنڈر میں ایک بے نام بو پھیلی ہوئی تھی۔ قارنیل نے ہاتھ بلند کیا۔ ایک ستون کے قریب کوئی سیاہ فام برہنہ شخص ابھرا اور قارنیل کے آگے سر بسجود ہو گیا۔ قارنیل نے مجھے اور اسے بیک وقت اشارہ کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن نمودار ہونے والا شخص مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ میں بھی کمر کس کے کھڑا ہو گیا۔ وہ اتنی تیزی سے میری طرف بڑھا کہ اس نے میرا توازن بگاڑ دیا۔ میں ستون سے ٹھوکر کھا کے گرا۔ مشتعل شخص نے مجھے آسانی سے ہاتھوں پر اٹھایا اس سے زیادہ بے بسی اور کیا ہوگی؟ میں اس کے ایک ہاتھ پر دراز تھا۔ اس نے قارنیل کی طرف دیکھ کے مجھے پھینک دیا۔ میں عمارت کے شکستہ پتھروں سے دھڑام سے گرا اور میری کئی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ درد و کرب سے میری حالت ابتر ہو گئی۔ یہ کیسا درد تھا؟ میں اس کی کوئی تشریح یا تعبیر کرنے سے قاصر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں جاں بر نہ ہو سکوں گا۔ قارنیل اور وہ قوی الجثہ شخص چشم زدن میں کھنڈروں میں گم ہو گئے اور میں کراہتا رہ گیا۔ سارا جسم ہل گیا تھا۔

جاملوش کے شاگردوں کو ایک کھلونا مل گیا تھا۔ میری حالت وہی تھی جو توری میں داخلے کے وقت تھی۔ جب میرے گلے میں کچھ نہ تھا۔ ان حرکتوں سے جاملوش اور اس کے شاگردوں کا کیا مقصد تھا؟ درد کی شدت سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ مجھے غصے نے اپنے سحر میں لے لیا۔ میں نے بڑی مشکل سے اس سحر کا توڑ کیا، جاملوش کے طلسم خانے میں غصے اور طیش کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جو ستم ڈھایا جائے، اسے برداشت کیا جائے۔ میں لاکھوں فٹ نیچے نشیب میں تھا۔ باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اٹھنے کی طاقت نہیں تھی، ہوش میں رہنے کی کوشش کرتا تھا، ہوش چھنا جاتا تھا۔ جس طرف سے اٹھنے کا ارادہ کرتا، جسم انکار کر دیتا۔ میں نے اس کیفیت میں خندہ پیشانی سے جاملوش کا نام پکارا۔ ''جاملوش! تیری خوشنودی کے لیے۔''

تھوڑی دیر میں عمارت میں کھڑ کھڑ کی آواز آنے لگی اور لحہ بہ لحہ قریب ہوتی گئی، میں سمجھتا اب کوئی نئی افتاد آنے والی ہے۔ سامنے دیکھا تو دہشت سے میری چیخ نکل پڑی۔ ایک بے حد کریہہ عورت منمناتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے جسم پر کھال جھول رہی تھی اور اس کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس کے دانت جھڑ چکے تھے اور جو تین دانت باقی تھے وہ باہر نکلے ہوئے تھے، سارے بال بھورے رنگ کے تھے، کسی نے استخوانی ڈھانچے پر کھال چڑھا دی تھی۔ وہ شکل سے ایسی کریہہ، ایسی نازیبا تھی کہ میری آنکھیں اس کی قربت کے خوف سے بند ہونے لگیں۔ قریب آ کے اس نے اپنے چند دانت دکھائے اور میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں چلنے سے معذور تھا، سہا ہوا، لرزتا ہوا کبھی اسے دیکھتا اور کبھی آنکھیں بند کر لیتا۔ میں نے سوچا اس گندی بڑھیا کو دھکا دے دوں تو یہ چرمراتی ہوئی دور جا گرے گی لیکن بڑھیا میرے نزدیک بیٹھ کر میرے گلے میں ہاتھ ڈال چکی تھی، اس کے کمزور استخوانی ہاتھ میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے میرا جسم کھینچ کر اپنی آغوش میں ڈال لیا۔ پھر اس کی بے نور آنکھوں میں شفقت کی رمق اجاگر ہوئی۔ اس کی گرفت سے نکلنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی، وہ لوہے کا شکنجہ تھی جس نے مجھے اپنی آہنی آغوش میں لے لیا تھا۔ میری سانس اس کی گندگی سے آلودہ ہوئی تو میں پیر پٹخنے لگا۔ اس کی ہڈیاں جسم میں چبھ رہی تھیں اس نے میرے سر پر اپنا مردار ہاتھ پھیرا اور اس طریقے سے میری

نشست بدل دی کہ اس کا سینہ میرے منہ کے نزدیک ہو جائے میں اس کراہت سے کانپ گیا۔ اس کی سوکھی بے جان چھاتیاں چیتھڑے کی طرح میرے منہ پر لٹک رہی تھیں اس نے اپنے ایک ہاتھ سے یہ چیتھڑا پکڑ کے میرے منہ میں دے دیا۔ میں نے اپنے دانت پہلے ہی سے بند کر رکھے تھے۔ میں نے سوچا، اگر اس نے اصرار کیا تو میں کھال دانتوں سے کاٹ لوں گا۔ اس خبطی پراسرار بڑھیا نے پیار سے میرے گال پر چپت لگائی۔ میں نے طیش میں اسے برا بھلا کہنے کے لیے منہ کھولا تو اس نے جھٹ میرے منہ میں کھال اٹکا دی۔ میں نے اسے دانتوں میں بھینچ لیا لیکن جیسے ہی میں نے اسے دبایا، دودھ کی ایک نہر میرے حلق میں جاری ہوگئی، وہ اتنا میٹھا صاف شفاف دودھ تھا کہ پہلے قطرے کے بعد ہی میری زبان اسے چاٹنے لگی اور میں کسی بچے کی طرح ہمک ہمک کر اسے پینے لگا، اس کا شکستہ ہاتھ میرے سر پر دراز رہا، دودھ کی تھوڑی مقدار حلق سے نیچے اتری ہوگی کہ مجھے برقی لہری اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئی، میں نے خود ہی بڑھیا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اس کی گندگی، مکروہ چہرے، ضعیفی اور ناتوانی کے باوجود میں اس نعمت سے تشنہ رہنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کے دودھ پیا، اتنا پیا کہ میرے جسم کے منتشر اعضا جڑنے لگے۔ میں نے ٹانگیں ہلائیں، میں صحیح وسالم بڑھیا کی آغوش میں مچل رہا تھا، وہ ماتھے پر اپنی انگلیوں کی ہڈیاں پھیرنے لگی، اس کے لمس میں ایسا نشہ تھا کہ میں جھومنے سا لگا اور میں نے اس کی آغوش میں سر ڈال دیا۔ پھر پتہ نہیں وہ کب چلی گئی؟ جب میں اٹھا تو میرے جسم پر کسی حادثے کا نشان نہیں تھا۔ میں پوری طرح چاق وچوبند تھا لیکن ہر نیا واقعہ مجھے پہلے سے زیادہ سراسیمہ کر دیتا تھا۔

میں نے کھنڈروں میں آواز لگائی۔ ''جاملوش! میں تیری برتری کا قائل ہوں۔''

اسی وقت مجھے محسوس ہوا کہ یہ لہجہ گستاخانہ ہے، اس میں انا کی آمیزش ہے، میں نے اس میں ترمیم کر دی اور کہا۔ ''جاملوش! تیرا غلام حاضر ہے۔ تو اسے اپنے بہترین شاگردوں میں شامل کر لے۔''

میرے دل کو تسلی نہیں ہوئی، خاموشی ہی سب سے بہتر کلام تھا۔ جاملوش کے لیے سارے لفظ ہیچ ہیں جیسے اقابلا کی بارگاہ میں تمام لفظ حقیر ہیں، میں نے کھنڈر ہی میں بسیرا کر لیا اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔

اس واقعے کے بعد مجھ میں مزید استقامت پیدا ہوئی۔ قارنیل دوسرے دن اشاروں اشاروں میں مجھے اٹھا کے ایک وسیع ہال میں لے گیا جہاں ہر طرف بڑے بڑے طلسمی عکس نما نصب تھے، ایسا ہی ایک پتھر میں نے قصر شوطار میں مسمار کیا تھا۔ ان پتھروں کی خصوصیت یہ تھی کہ جو منظر دیکھنے کی خواہش کی جاتی، وہ ان پر ابھر آتا۔ اس ایوان میں بے شمار ستون تھے اور ہر ایک پر ایک پتھر ٹکا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک بڑی اونچی چوکی رکھی ہوئی تھی جس کے آگے ایک چوڑا طشت رکھا ہوا تھا، طشت میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ قارنیل نے ایوان میں داخل ہوتے ہی طشت پر اپنا ہاتھ لہرا دیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ طشت اتنا اونچا تھا کہ ہاتھ اوپر کر کے ہی یہ عمل دہرایا جا سکتا تھا۔ جس وقت میں نے طشت پر ہاتھ لہرایا، مجھے شدید تپش کا احساس ہوا۔ قارنیل نے میرے چہرے کی طرف دیکھا لیکن میں ضبط کر گیا۔ میں خاموش چل رہا تھا حالانکہ اس نادر عمارت کے بارے میں ان گنت سوال ذہن میں ابھر رہے تھے۔ ستونوں کے اوپر مجسمے تراشے ہوئے تھے۔ یکایک قارنیل ایک جگہ رکا۔ اس نے ایک طلسمی عکس نما کے سامنے اکڑوں بیٹھ کے ایک طویل عمل پڑھا۔ میں نے اسے یاد کرنے کی کوشش کی۔ طلسمی عکس نما میں کچھ تصویریں ابھریں۔ قارنیل انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ میری

اضطرابی حالت کا اسے پتہ نہیں تھا۔ یہ جزیرہ توری کا منظر تھا۔ سرنگا کی لڑکی سریتا میری جھونپڑی میں فروکش تھی اور کنیزیں اس کے سامنے رقص کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ سریتا کو سامنے دیکھ کے میں طلسمی عکس نما سے لپٹ جانا چاہتا تھا۔ اتنے دنوں بعد اس کی شکل دیکھی تھی، اس کے تیکھے خدوخال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہی وقار، حسن، اور سنجیدگی جن کا مرکب سریتا تھی۔ اگر مجھے اپنے جذبات کے اظہار کی آزادی ہوتی تو میں یہ منظر دیکھتا ہی رہتا۔ جاملوش کے دور افتادہ علاقے میں سریتا کا حشر بداماں بدن دیکھنے کو ملا تھا، قارنیل نے یک لخت وہ منظر اوجھل کر دیا اور میں احتجاج بھی نہیں کر سکا۔ قارنیل دوسرے پتھر پر چلا گیا۔ اس نے دوبارہ وہی عمل دہرایا۔ اس بار مجھے اسے حفظ کرنے میں آسانی ہوئی۔ اب کے میری آنکھوں نے اسٹالا کی خلوت خاص کا جلوہ دیکھا۔ اسٹالا کنیزوں کے ہجوم میں گھرا ہوا ناؤنوش میں مصروف تھا مجھے اپنے باگمان کے نائب اسٹالا پر رشک آنے لگا۔ جلد ہی یہ منظر بھی قارنیل نے پتھر پر حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ تیسری بار اس نے بینزنار کے جزیرے کے سردار ارمیگا کی جھونپڑیوں کا طویل سلسلہ پتھر پر ابھارا۔ میں ان لڑکیوں میں فلورا کو تلاش کرنے لگا مگر یہ منظر لمحوں کا تھا اس لیے میں اسے نہیں دیکھ سکا۔ یوں بھی وہ ارمیگا کے بھائی نربگا کے پاس تھی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے قارنیل مختلف پتھروں کے پاس جاتا رہا۔ اب اس کا مشکل عمل مجھے حفظ ہو گیا تھا کیونکہ میں اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا، میں نے تاریک براعظم کے کئی جزیرے اور ان کے سردار دیکھے۔ توری، باگمان، امسار، بینزنار ہی پر منحصر نہیں تھا، اقابلا کی سلطنت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ طلسمی عکس نما میں مجھے نئی جگہیں، نئی عورتیں، نئے سردار دیکھنے کو ملے، میں حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا اور کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر قارنیل کے ہم رکاب رہا۔

ہر جزیرے کے نام پر ایک طلسمی عکس نما نصب تھا۔ قارنیل اس کام سے تھک کر بڑی چوکی کے نزدیک چھوٹی چوکی پر بیٹھ گیا۔ میں زمین پر بیٹھنا چاہتا تھا مگر اس نے مجھے برابر کی چوکی دی۔ پھر وہ ادب سے کھڑا ہوا۔ میں بھی کھڑا ہوا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ غالباً جاملوش کی آمد آمد تھی۔ قارنیل نے میری آنکھوں پر اپنے ہاتھ کوئی چیز کھولنے کے انداز میں گزارے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایوان بھرا ہوا ہے اور طلسمی عکس نما کے قریب متعدد سیاہ فام بوڑھے اور جوان افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے کاغذ کی شکل کا ایک رول پھیلا ہوا ہے اور وہ اس میں طلسمی عکس نما کے مناظر دیکھ کے اشارے کندہ کر رہے ہیں۔ وہ کوئی زبان نہیں لکھ رہے تھے بلکہ اشکال بنا رہے تھے ان میں سے ہر ایک کے درمیان آگ جل رہی تھی جس میں وہ وقفے وقفے سے کوئی چیز ڈالتے جاتے تھے۔ اس وقت تاریک براعظم کے ہر علاقے کا منظر میرے سامنے تھا۔ اتنی وسیع سلطنت، اتنی عظیم حکومت دیکھ کے سب سے پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی کا خیال آیا اور اقابلا مجھے کہیں دور کھڑی محسوس ہوئی۔ مجھے اس ایوان میں لانے کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ میں ایک بار پھر اپنے قد کی پیمائش کر لوں؟ تاریک براعظم کا کوئی گوشہ جاملوش کی نظر سے محفوظ نہیں ہے۔ انگروما کے باغی عالم اتنی عظیم الشان سلطنت کا مقابلہ کہاں کر پائیں گے جہاں جاملوش موجود ہے اور اس کا سحر کارفرما ہے، میں نے اپنی بہت سی خوش فہمیوں کی تردید کی۔ پھر جب قارنیل نے یہ سب مناظر پہلے کی طرح میری نظروں سے محو کر دیئے تو میں نے جاملوش کی برتری کا اقرار کرتے ہوئے گردن جھکالی۔ میں خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کرتا تھا، یوں بھی جب سے بینزنار میں قدم رکھا تھا، پے در پے عزائم شکن حادثے پیش آ رہے تھے۔ قارنیل یہی چاہتا تھا کہ میں اپنے آلودہ ذہن کی تطہیر کر لوں۔ تطہیر کا کیا سوال تھا؟ میں اپنے انتہائی بالائی حصے ہی سے بے تعلق ہو گیا تھا اور اپنے سینے کے اندر دھڑکتا ہوا گوشت کا

لوتھڑا نکال باہر کر دینے کے لیے مضطرب تھا۔

مہذب دنیا کا کوئی فرد مجھ جیسے اعصاب کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ جالموش کا علاقہ تھا۔ میں بار بار دہراتا ہوں کہ یہ کوئی اور زمین نہیں تھی، ہر چیز پر شبہ کیا جا سکتا تھا، یہاں موجودگی بھی شبہ تھی۔ میری فرماں برداری اور خاموشی سے قارنیل نرم ضرور پڑ گیا تھا لیکن اس نے ابھی تک جالموش کی دید کا اہتمام نہیں کیا تھا۔ میں اس کے تمام اعمال کا تذکرہ غیر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ سننے والے نہ انہیں سننے کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ مجھ میں بیان کرنے کی قدرت ہے۔ صبح و شام میں قارنیل کی صحبت میں رہتا، جب وقت بچ جاتا تو میں خود کلامی کرنے لگتا یا جالموش سے معانقے کی درخواست کرتا رہتا۔ قارنیل کے علاوہ رفتہ رفتہ یہاں مجھے جالموش کے اس جیسے دوسرے شاگرد بھی نظر آئے۔ وہ مجھے سحر گاہ کے دل خراش مناظر دکھانے بھی لے گیا جہاں سحر کاری کے لیے انسانوں کی کھوپڑیاں اس طرح صاف کی جاتی تھیں جیسے قصائی ذبیحہ جانوروں کی صفائی کرتا ہے۔ طرح طرح کے اعمال میں دن گزر رہے تھے اور ایک اندازے اور یہاں کی تقویم کے اعتبار سے میں نے ستر سورج، ستر چاند اپنے سرسے گزار دیئے تھے اس دوران میں قارنیل کا رویہ میرے حق میں خاصا ہموار ہو چکا تھا، چنانچہ ایک دن موقع پا کے میں نے نہایت ادب سے پوچھا۔ ''معزز قارنیل! ایک بات پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔''

''کہو۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''مقدس جالموش سے کب تک ملاقات ہو سکے گی؟'' میں نے سہم کے پوچھا۔

''جب وہ چاہے گا۔'' اس نے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا۔

مجھ میں یہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ کب چاہے گا؟ اس طرح تو عمر گزر جائے گی۔ میں نے سوچا۔ ''کیا تم اسے میرا پیغام پہنچا سکتے ہو؟'' میں نے حماقت کا سوال کیا۔ وہ بھڑک اٹھا۔

''کیا اسے پیغام پہنچانے کی ضرورت پڑتی ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔ ''میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اپنے خالی اوقات بھی مشاہدے اور ریاضت میں صرف کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس سے جلد از جلد ملاقات ہو جائے۔ میں اس کی خدمت میں یہی درخواست کرنا چاہتا تھا۔ میں تاریک بر اعظم کے برگزیدہ لوگوں میں شمولیت کا خواہاں ہوں اور میری اس خواہش سے جالموش واقف ہے۔ ممکن ہے، وہ میری طرف سے غافل ہو گیا ہو کیونکہ وہ بہت مصروف شخص ہے۔'' میں اپنے جواز میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا مگر کسی طرح قارنیل کے منہ سے کچھ اور نہیں اگلوا سکا۔ پھر میں نے یہ موضوع ہی چھوڑ دیا۔ میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''معزز قارنیل! ایک بات پوچھوں؟''

''پوچھو!'' وہ تندی سے بولا۔

''کیا مجھے مختصر وقت کے لیے یہاں سے جانے اور واپس آنے کی اجازت مل سکتی ہے؟''

وہ ایک دم چونک پڑا۔ ''تم کہاں جانا چاہتے ہو؟''

''میں بینزنار کی آبادی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔'' میں نے جرات سے کہا۔ ''وہاں مجھے مہذب دنیا کی ایک لڑکی فلورا سے ملنا ہے۔''

''مقدس جاملوش کے علاقے سے واپس جانا چاہتے ہو؟'' وہ گرج کر بولا۔

''نہیں۔ مقدس جاملوش کی خدمت میں اس کی خوشنودی کے لیے اور راہ ہموار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے گزارش کی۔ ''میں صرف ایک سورج کی مہلت چاہتا ہوں، صبح جاؤں گا، شام تک واپس آ جاؤں گا اور دوبارہ انہماک سے جاملوش کے طلسم خانے کے اسرار و رموز کے مشاہدے اور اس کا اعادہ کروں گا۔''

''کیا تم بینزنار کے سردار کو معزول کرنا چاہتے ہو؟''

''یقیناً میری خواہش یہی ہے لیکن اتنے مختصر عرصے میں یہ ممکن نہیں ہے، میرا خیال ہے اس کی معزولی کے لیے پہلے میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ کیا مجھے اجازت مل سکتی ہے؟''

وہ سوچتا رہا، اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''اجازت ہے۔ تم کل صبح یہاں سے جا سکتے ہو لیکن اگر تم کل شام سے پہلے واپس نہ آئے تو جاملوش کے طلسم خانے کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اس منزل سے گزر کے میرا دل مطمئن ہو جائے گا اور میں تمہیں اپنی فضیلت کے بارے میں ایک اور مژدہ سنانے کا اہل ہو سکوں گا مگر کسی رہبر کے بغیر میں کس طرح وہاں جا سکتا ہوں؟''

''تمہارے لیے یہ انتظام کر دیا جائے گا۔''

''میں سمجھتا ہوں کہ جزیروں کی عملی سیاست، اقتدار کی تبدیلی، اقتدار کے لیے مقابلے اور اندرونی ریشہ دوانیوں کا مقدس جاملوش سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ ان باتوں میں دخل نہیں دیتا کیونکہ یہ اس کی مرتبت کے خلاف ہے، ہاں وہ سرداروں پر دیوتاؤں کے ازلی قوانین کا احترام کرنے کے معاملے میں ضرور نظر رکھتا ہوگا؟'' میں نے قیاس ظاہر کیا۔

''بینزنار کی آبادی سے مقدس جاملوش کا تعلق اتنا ہی ہے جتنا دوسرے جزیروں کی آبادی سے۔'' قارنیل نے کہا۔ ''جاملوش کا علاقہ ایک علیحدہ علاقہ ہے جس کا راستہ آبادی کے کسی فرد کو معلوم نہیں ہے انہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ مقدس جاملوش بینزنار میں کہیں قیام پذیر ہے۔ بینزنار کے سردار کو بھی جاملوش کے طلسم خانے کا پتہ نہیں ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ بینزنار کی آبادی میں داخل ہونے کا میرا عزم مقدس جاملوش کے آرام میں خلل ڈالنے کے جرم کا مرتکب نہیں ہوگا۔'' میں نے والہانہ کہا۔ ''اے مقدس قارنیل! میرے بہی خواہ میں اس ہمدردی کے لیے عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔''

میں نے صرف ٹٹولنے کے لیے قارنیل سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس نے مجھے اجازت ہی دے دی، فلورا کو ایک نظر دیکھنے کی امید پیدا ہو چلی۔ اتنی کم مدت میں ارمیگا کو معزول نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ارمیگا کے اوسان ضرور ٹھکانے لگائے جا سکتے تھے۔ وہ میرے گلے کے نوادر دیکھے

گا اور جزیرہ امسار کی مسند کی سند میرے سینے پر لٹکی دیکھے گا تو اس کی نیندیں آرام سے نہیں گزریں گی اور اگر اسے کہیں یہ پتہ ہو جائے کہ میں جاملوش کے علاقے سے آ رہا ہوں تو اس کا کیا حال ہوگا اور فلورا؟...... میں نے ساری رات انتہائی کرب اور بے چینی میں کاٹی۔

صبح کاذب کے وقت میں جھونپڑی سے باہر نکل آیا، ایک سیاہ فام باہر میرا منتظر تھا۔ میں نے اس سے باز پُرس کی، وہ میرا رہبر تھا۔ ہم دونوں کے درمیان بہت کم گفتگو ہوئی مجھے جاملوش کے علاقے کے آداب آ گئے تھے کہ یہاں زیادہ گفتگو پسند نہیں کی جاتی تھی۔ وہ مجھے ایک پُر پیچ راستے سے لے گیا، صبح صادق کے وقت اس نے مجھے اشارہ کیا کہ یہ بینز نار کی آبادی کا راستہ ہے، یہ ایک سحر ہی تھا ورنہ اتنی جلدی بینز نار کی آبادی میں داخل ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا میں ایک سرسبز علاقے میں تھا، میں نے چوبی اژدہا راستے کی نشاندہی کے لیے زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ میرے ساتھ تیزی سے رینگنے لگا اور ہم دونوں بینز نار کی آبادی میں داخل ہو گئے۔ یہاں توری اور باگمان کی طرح گھاس پھوس کی جھونپڑیاں اگی ہوئی تھیں اور امسار کی طرح شان و شوکت نہیں تھی لیکن یہ کوئی بہت بڑا جزیرہ معلوم ہوتا تھا، ساری آبادی سوئی ہوئی تھی۔ میں آبادی کے وسط میں پہنچ گیا اور اس احساس سے میرا رواں رواں رقص کناں ہو گیا کہ یہیں کہیں فلورا سو رہی ہوگی۔ ''سارا جزیرہ سویا ہوا ہے، کوئی نگہبان بھی نہیں۔'' میں نے ہلکی آواز میں کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں۔'' کسی نے میرے قریب آ کے سرگوشی کی۔

میں ایک دم مستعد ہو گیا۔ میرے پیچھے نیزا تانے ایک سیاہ فام شخص کھڑا تھا۔ اس کے گلے میں بھی جارا کا کی کھوپڑی تھی۔ سینے میں بچھو کی صورت نقش تھی۔ اس کا تعلق یقیناً ارمیگا کے حفاظتی دستے سے تھا۔ سارا جسم رنگا ہوا تھا۔

''آہا۔ جزیرہ بینز نار کا پہلا فرد نظر تو آیا۔'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''تم کون ہو؟''

''یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔ زمین ہماری ہے، تم اجنبی ہو۔ یہاں اجازت کے بغیر کس طرح داخل ہو گئے؟'' اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

''جو لوگ سو رہے ہوں۔ ان سے اجازت کس طرح لی جا سکتی ہے؟'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''میں ارمیگا کے بھائی نربگا سے ملنا چاہتا ہوں۔

''تمہارا نام؟'' وہ میرے تخاطب سے کسی قدر گھبرا گیا۔

''اس سے کہو کہ جابر بن یوسف الباقر، تین جزیروں اور چار قبیلوں کا سردار اس سے اپنی مطلوبہ شے لینے آیا ہے۔''

''میرا نام ناکری ہے اور میں مقدس سردار ارمیگا کا نائب ہوں اور تم سے باز پُرس کا پورا اختیار رکھتا ہوں۔ بتاؤ تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟'' اس نے سخت مدافعانہ لہجے میں کہا۔ اس کی نظر میرے گلے کے نوادر پر ٹکی ہوئی تھی۔

''جو تم سے کہا گیا ہے، اس پر عمل کرو سمجھے۔'' میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ''تمہارا سردار کس طرف رہتا ہے؟''

''وہ جزیرے میں موجود نہیں ہے، پڑوس کے جزیرے نالنگتر گیا ہوا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بھائی معزز نربگا ہی جزیرے کا انتظام کرتا ہے۔ میں تمہیں حراست میں لے سکتا ہوں کیونکہ اجنبیوں کے لیے اس جزیرے پر یہی قانون نافذ ہے، اس کے بعد میں تمہیں اپنے سردار

کی خدمت میں پیش کروں گا، وہی تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کرے گا۔ اس کی طاقت اور ذہانت بینزنار میں سب سے اعلیٰ ہے۔''

''تم۔تم'' میں گرجنے لگا۔ ''تمہیں میری حیثیت اور مرتبے کا خیال رکھنا ہوگا۔ میں گستاخیاں درگزر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے حلقوم سے ایک آواز نکالی۔ آناً فاناً کئی نیزہ بردار افراد میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ مجھے شام تک ہر حالت میں واپس جالوش کے علاقے میں پہنچنا تھا۔ وہ مجھے کسی طور ہلاک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے۔ ان کی دھمکی میں بھی میرے لیے ایک احترام مضمر تھا۔

''میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ مجھے اپنے سردار کے بھائی نربگا کے پاس لے چلو ورنہ میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔ میں خود اس کے پاس چلا جاؤں گا۔'' میں نے طیش میں کہا۔

''یہ توری نہیں، امسار نہیں، باگمان نہیں، معزز سردار جابر بن یوسف' یہ بینزنار ہے جہاں ارمیگا کا حکم جاری ہے تم اس کے ایک نائب کی توہین کر رہے ہو، جارا کا گواہ رہے کہ میں نے تمہارا احترام کیا ہے ورنہ اجنبی لوگوں کے لیے اس گستاخی کی سزا موت ہوتی ہے۔'' ناکری نے دبنگ لہجے میں کہا۔

میں نے پھر اس سے مفاہمت کی کوشش، وہ ضد پر اڑ گیا۔ میرے ہاتھ خود جلال کی حالت میں سینے پر بند ہو گئے اور مٹھیاں بھنچ گئیں، میں نے اس کے چہرے پر اپنی مٹھی کھول دی۔ ناکری ہلکے پتھر کی طرح اچھلتا ہوا ہجوم پر جا گرا۔ میں نے شپالی سے اس کے جسم پر چوٹ ماری۔ وہ چیخ مار کے اور پیچھے ہو گیا۔ یہ صورت ہجوم کو خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ دہشت زدہ ہو کے چیختے چلاتے ہوئے اپنی کمین گاہ کی طرف بھاگ نکلے۔ لمحوں کی بات تھی۔ چاروں طرف موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ ناکری کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ کراہتا ہوا اٹھا۔ اس کے تنفس کی غیر معمولی رفتار اس کی دگرگوں حالت کی ترجمانی کر رہی تھی۔ ''سنو معزز ناکری!'' میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ ''میں تمہیں معاف کرتا ہوں، بینزنار میں کوئی اور نہیں' جابر بن یوسف آیا ہے۔ تمہارا واسطہ کل کسی اور طرح مجھ سے پڑ سکتا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو، اپنا گستاخ وجود میری آنکھوں سے دور کر لو۔''

ناکری میرا جملہ سن کے تیزی سے لپک کر ایک گلی میں گم ہو گیا۔ میں نے قدم آگے بڑھا دیئے اور میں اس سمت جانے لگا جہاں ناکری گیا تھا مجھے معلوم تھا راستے ہی میں نربگا سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔ میں کچھ ہی دور گیا تھا۔ نربگا اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ دہاڑتا اور گرجتا ہوا میری طرف آتا نظر آیا۔ میرے اس کے درمیان اتنا فاصلہ ضرور تھا کہ مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت مل جائے۔ بیرنار میں اس وقت کسی بڑے معرکے کا موقع نہیں تھا اور یہ خلاف قانون بھی تھا، میرا مقصد صرف فلورا کو دیکھنا اور بیرنار کے سردار کو دہلانا تھا۔ رسمی طور پر کسی مبارزت کا اعلان بینزنار کے کاہن اعظم کے سامنے ہی کیا جا سکتا تھا۔ نربگا میرے نزدیک آ کے رک گیا اور کسی قدر ٹھٹک گیا۔ پھر اس کے چہرے پر خباثتیں سوار ہو گئیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ نربگا ایک طاقتور جوان تھا۔ جسامت کے اعتبار سے وہ کسی گینڈے سے مشابہہ تھا۔ اس کے کشادہ سینے پر جارا کا کی کھوپڑی اور دوسرے نوادر موجود تھے۔

''تم؟'' اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ بینزنار ہے سیدی جابر! یہاں مقدس ارمیگا کی حکمرانی ہے۔''

''ہاں مجھے معلوم ہے، تم بینز نار میں میری آمد کا مقصد جانتے ہو گے، شاید مجھے وضاحت کی ضرورت نہ پڑے۔ شوالا نے آخری وقت میں فلورا کو تمہارے حوالے کر دیا تھا جب کہ اس پر سب سے زیادہ میرا حق ہے، میں اسے تم سے لینے آیا ہوں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ اسے شوالا نے بطور تحفہ مجھے پیش کیا تھا اور یہ اقدام دیوتاؤں کے وضع کردہ قوانین کے خلاف نہیں ہے۔ تم بینز نار میں اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے۔'' وہ اشتعال انگیز انداز میں بولا۔ ''فلورا اب مقدس ارمیگا کی تحویل میں ہے، میں نے وہ حسین عورت اپنے بھائی کی آسودگی کے لیے دے دی ہے۔''

''ارمیگا سے میرا معاملہ بعد میں نبٹے گا جب میں باقاعدہ اسے دعوت مبارزت دوں گا، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی دور اندیش شخص ہے تو خود ہی مسند اقتدار سے علیحدہ ہو جائے گا جیسے اسمارکی ملکہ شوطار نے جابر بن یوسف کے لیے تخت خالی کر کے اسے سرفراز کیا ہے۔'' میں نے طنز سے کہا۔

''کیا تم ارمیگا سے مقابلے کے خواہش مند ہو؟''

''کیا یہ خلاف عقل بات ہے؟''

''تو تم بینز نار کے کاہن اعظم سے رابطہ پیدا کرو۔ وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسی وقت تم بینز نار کی تمام آبادی کے مختار ہو گے لیکن اس وقت تمہارا اشتعال ناقابل برداشت ہے۔ یا تو کاہن اعظم کے پاس جاؤ ورنہ بینز نار کی سرحدوں سے نکل جاؤ۔'' نربگا نے معاملہ فہم انداز میں کہا۔

''میں صرف فلورا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جلد ہی واپس آؤں گا اور ارمیگا کی تمام خوبصورت عورتوں پر قبضہ کر لوں گا مجھے فلورا کے پاس لے چلو۔'' میں نے تحکم سے کہا۔

''فلورا مقدس ارمیگا کی ملکیت ہے، میں اسے سردار کی مرضی کے بغیر تمہیں نہیں دکھا سکتا۔''

''میں اسے دیکھے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ تم ایک بڑی غلطی کر رہے ہو نربگا! مجھے غور سے دیکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو، میں تمہارے لیے بدترین قہر ثابت ہو سکتا ہوں۔ تم یہاں کے سردار نہیں ہو اور میں تمہیں ابھی مٹی میں دفن کر سکتا ہوں یا نذر آتش کر سکتا ہوں۔''

''موت۔ ہولناک موت۔'' وہ سینے پر ہاتھ مار کے چیخا۔ ''بینز نار کے کاہن اعظم تم دیکھ رہے ہو، میری رہبری کرو، ایک اجنبی دریدہ دہنی کر رہا ہے۔''

''میں فلورا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم شعبدے بازی کر رہے ہو۔'' میں نے اس کی حرکتوں سے کوئی تاثر نہ لیتے ہوئے کہا۔ ارمیگا کو متاثر و مرعوب کرنے کے لیے نربگا سے ایک ہلکا سا معرکہ ضروری تھا۔ یہ میری دہشت کا ایک نمونہ ثابت ہوتا چنانچہ میں خود اسے اشتعال دلا رہا تھا، وہ احمق میرے نوادر دیکھنے کے باوجود اشتعال میں آ گیا۔ اگر وہ بینز نار کے کاہن سے فوراً رابطہ قائم کر لیتا تو شاید مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی مگر اس کی آنکھیں تو خون اگلنے لگیں۔ میں نے اس کا غضب اور بھڑکایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھا، میں اس کے آدمیوں کے سامنے اس پر تیر و نشتر برسا رہا تھا۔ مجھے مایوسی نہیں ہوئی، اس نے اپنے آدمیوں کو آگے بڑھانے کے بجائے مجھ پر اپنی ساحرانہ طاقتوں کا حملہ شروع کر دیا۔ میرے لبوں پر زہرخند چھا گیا۔ نربگا کی سحر کاری میرا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ اس کا اشتعال دیدنی تھا۔ جال میں پھنسے کسی چیتے کی طرح وہ بار بار اچھل کے مجھے پھاڑ کھانے

کے لیے تڑپ رہا تھا۔ میں نے چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا اس نے اژدہے پر وار کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ڈبگی کے سینگ اتار کے، اس کی جانب پھینکے، سینگ نے اس کا سینہ خون سے رنگ دیا۔ ''تاریک براعظم میں دیوتاؤں کو مردانگی کے کھیل بہت مرغوب ہیں۔ معزز زربگا! تم نے میرا مرتبہ پہچانا نہیں اور اپنے ساحرانہ کمال کی یورش کر دی اس لیے مجبوراً مجھے یہ اقدام کرنا پڑے۔''

زربگا نے اس بار بھی میری بات کا کوئی اثر قبول نہیں کیا، دوسرے لفظوں میں دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا، اسے مجھ سے جھگڑے کو طول نہیں دینا چاہیے تھا کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے امسار کے تخت کی فضیلت میرے گلے میں لٹک رہی تھی، وہ اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے میری آمد پر بھی توجہ نہیں دی۔ بینزنار میں اس طرح بے خوفی سے آنا کچھ کم محیر العقول واقعہ نہیں تھا۔ اس نے آخری حربے کے طور پر جارا کا کی کھوپڑی درمیان میں لانے کی کوشش کی، میں نے امسار کی جارا کا کی عبادت گاہ کے سحر پر اثر سے کام لیا۔ اشارے کی دیر تھی۔ زربگا کا جسم معطل ہو گیا۔ پھر میں نے انگروما کے برگزیدہ عالموں سے سیکھا ہوا عمل دہرایا اور زربگا کا زیریں حصہ پتھر میں تبدیل کر دیا، اب وہ بے بس تھا، احتیاط سے میں نے ڈبگی کے سینگ اٹھائے، چوبی اژدہا میرے گلے کا ہار بن گیا۔ زربگا کی آنکھوں میں خوف کی زردی تیرنے لگی۔ ''ہاں معزز زربگا! فلورا کہاں ہے؟''

''وہ مقدس ارمیگا کے تصرف میں ہے۔'' زربگا نے مردہ لہجے میں جواب دیا۔

''کیا تم اب بھی مجھے اسے ایک نظر نہیں دکھاؤ گے؟''

''میں مجبور ہوں مقدس جابر!'' زربگا نے ملائمت سے کہا۔

''تو میں تمہارے ساتھ مزید کیا سلوک کروں؟''

''میں تمہیں بطور مہمان قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

''پہلی بار تم نے دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے معزز زربگا! میرے پاس وقت نہیں ہے مجھے شام سے پہلے پہلے کوچ کرنا ہے لیکن فلورا کو دیکھے بغیر......'' میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اگر تم نے سردار کی جھونپڑی میں اس کی مرضی کے بغیر داخل ہونے کی جرات کی تو تم پر دیوتاؤں کا عتاب نازل ہوگا۔''

''تمہارا مشورہ درست ہے، فلورا تمہارے تصرف میں رہتی تو بات اور تھی۔ بہر حال زربگا! میرے دل پر بڑا بوجھ ہے۔ میں یہ واقعہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ تم جزیرہ توری سے میری محبوبہ فلورا کو لے اڑے تھے۔ چنانچہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ اپنے بھائی ارمیگا سے کہہ دینا کہ جابر بن یوسف کسی دن بھی قہر بن کے نازل ہونے والا ہے اسے کہیں امان نہیں ملے گی بشرطیکہ وہ خود ہی امان کی درخواست نہ کرے۔'' میں نے دبدبے سے کہا۔ ''میں فی الحال تمہیں دیوتاؤں کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔''

زربگا کا زیریں حصہ پتھر کے خول سے آزاد ہو گیا اور میں اس کے مسلح آدمیوں کے سامنے واپس ہونے لگا۔ میرے پاس ابھی خاصا وقت تھا لیکن فلورا کو دیکھنے کی حسرت دل میں رہ جانے کی وجہ سے میری رفتار سست ہو گئی تھی۔ ضابطے کے قوانین ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

دوپہر تک میں واپس بینزنار کی سرحدوں پر پہنچ گیا تھا، چوبی اژدہا راہنمائی کے لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہاں مجھے وہی سیاہ فام جو صبح

مجھے لے گیا تھا تڑختی دوپہر میں کھڑا ہوا ملا اور اس نے خاموشی سے مجھے اپنی جھونپڑی میں پہنچا دیا۔ میں نے مشروبات کے گھڑے اپنے جسم پر لوٹ لیے، تشنگی پھر بھی دور نہیں ہوئی۔ قارنیل سورج چھپنے کے بعد مجھے اپنے ساتھ روحوں کے جشن میں لے گیا اور دوسرے دن میں نے پوری یک سوئی سے قارنیل اور جالموش کے دوسرے شاگردوں کے ساتھ عبادت شروع کر دی، وہ مجھ سے ہر بات میں آگے تھے مگر جنون اور اشتیاق میں مجھ سے آگے نہیں تھے اور اسی جنون اور اشتیاق سے متاثر ہو کے تاریک براعظم کے سب سے بڑے ساحر جالموش نے مجھے طلب کر لیا۔ یہ مژدہ کئی ماہ بعد آیا، جب میں یہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ مجھے جالموش کے پاس جانا ہے، میں نت نئے سحر سیکھ رہا تھا، جالموش کے علاقے میں کوئی عورت موجود نہیں تھی، اس وجہ سے ارتکاز اور انہماک کی فراوانی تھی۔

جب قارنیل نے یہ خبر وحشت اثر سنائی کہ مجھے جالموش کی خدمت میں بہ عجلت تمام پیش کر دیا جائے گا تو میرے اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اب میں اس سے ملتے ہوئے جھجکتا تھا۔ میں نے اس مدت میں اس کی سحر کاری اور ہمہ دانی کا عرفان حاصل کر لیا تھا۔ لرزتے قدموں اور لرزتے دل کے ساتھ قارنیل علی الصبح مجھے اپنی جھونپڑی میں لے گیا پھر ایک کھنڈر میں مجھے چار سیاہ فاموں کے سپرد کر دیا گیا۔ قارنیل وہاں سے رخصت ہو گیا، اس وقت میں جالموش کی خدمت میں مدعا بیان کرنے کے لیے لفظ ترتیب دے رہا تھا۔ میری آنکھیں کھلی رکھی گئیں۔ میں ادھر ادھر دیکھنے کے بجائے ناک کی سیدھ میں دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ جالموش کی ہیبت میری نس نس پر مسلط ہو چکی تھی۔

میرا خیال تھا جالموش کا محل سب سے پُرشکوہ ہو گا، میں ایک جنت میں داخل ہونے والا ہوں مگر سبزہ زار کے سوا وہاں کسی عمارت کے آثار نظر نہیں آئے، خشک پتوں اور بانس سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی دور سے نظر آ رہی تھی۔ قرب و جوار میں کوئی آدم زاد نہیں تھا، صرف بت جگہ جگہ ایستادہ تھے اور جگہ جگہ الاؤ دہک رہے تھے، ان کے شعلے اتنے بلند تھے کہ آسمان چھوتے تھے اور ماحول پر ایک باس سی غالب تھی۔ قبرستان کی خموشی تھی کوئی پرندہ بھی اس وسیع و عریض سبزہ زار میں اڑتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرے کان بجنے لگے اور نتھنے پھول گئے۔ ہتھیلیوں میں سوزش ہونے لگی۔ جھونپڑی سے خاصی دور سیاہ فاموں نے مجھے چھوڑ دیا اور میں نا قابل بیان کیفیت میں اپنے اکھڑے ہوئے قدم زمین سے چپکائے جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ میں بے ہوش ہو کے گر جاتا۔ جالموش کے آگے ہر حوصلہ ہر طنطنہ ہیچ معلوم ہوتا تھا۔ پھر میرا جی چاہا، یہاں سے بھاگ جاؤں۔ کوئی مجھے واپس بلا لے یا جالموش مجھے واپس بھیج دے۔ میں کس طرح اس کا سامنا کر سکوں گا اور کیا کہہ سکوں گا؟ جھونپڑی مجھے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں اگر واپس جانے کی کوشش کرتا تو ناکام ہو جاتا۔

اسی کشمکش میں جھونپڑی کا دروازہ آ گیا۔ میں نے احتیاطاً چند لمحے ٹھہر کے سانس درست کرنی چاہی۔ خود بخود جھونپڑی کا دروازہ وا ہو گیا۔ اندر اندھیرا طاری تھا۔ ٹمٹماتی سی روشنی میرے دل کی طرح بجھی ہوئی روشنی، میں کس ہمت سے اندر داخل ہوا، یاد نہیں۔ میری کپکپاتی نظروں کے سامنے کھردرے پتھر پر ایک عجیب الخلقت شخص موجود تھا۔ بے حد نحیف اور لاغر۔ سارا جسم شکستہ ہڈیوں کا ڈھانچا اور اس پر لٹکتی ہوئی کھال کی تہہ لیکن چہرہ جسم کی ضد۔ سرخ اور خوف ناک۔ جوان چہرے پر دو روشن شعلے، دو انگارے، گویا آنکھیں موجود نہیں تھیں، بال سنہرے، میں دہشت سے چیخ مار کر بھاگ کھڑا ہوتا لیکن میں نے بہرحال کسی طرح اپنے قدموں کو زمین پر ٹکایا اور گر گیا۔ میں زمین پر پڑا رہا، خوف سے بچنے کی یہی ایک صورت رہ

گئی تھی۔ میری گردن پر کسی آہنی پنجے کی چھبن ہوئی اور میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے نظریں ملانے کا سوال نہیں تھا۔ بمشکل تمام میرے حلق سے خرخراہٹ کے انداز میں اٹک اٹک کے الفاظ نکلے۔ ''مقدس جاملوش کی خدمت میں اس کا غلام حاضر ہے!'' یکایک میری آنکھوں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا۔ میں نے دیکھا کہ جاملوش کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں میں منجمد کھڑا رہا۔ جاملوش کی اچانک ہیبت ناک چیخ سے میرے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے۔ میں لرزنے لگا۔ پھر اس کا شکستہ ہاتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے کوئی حرکت نہیں کی۔ اس کی انگلیاں میرے منہ کے قریب آ کے رک گئیں۔ میں نے انہیں چوم لیا۔

انگلیاں میرے سامنے موجود رہیں۔ میں نے انہیں دیوانہ وار چومنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے انہیں منہ میں لیا۔ جاملوش نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن جب انگلیوں کے پورے میرے دانتوں پر ٹکے اور ٹوٹ کر میرے منہ میں گر گئے تو میں نے خوف سے جاملوش کی طرف دیکھا۔ اس کا ہاتھ بدستور میرے منہ میں تھا۔ میں کچھ سمجھ نہیں سکا کہ جاملوش کا کیا مطلب ہے؟ اس کی انگلیوں کے متعدد پور میرے منہ میں موجود تھے۔ میں انہیں زمین پر اگل بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے انہیں چبا لیا اور حلق کے نیچے اتار لیا۔ جاملوش کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اس کی انگلیاں میرے منہ میں رہیں اور تمام کی تمام میرے منہ میں ٹوٹ کر گر گئیں۔ میں انہیں چبا گیا اور نگل گیا۔ پھر جب سب انگلیاں ختم ہو گئیں تو اس کا ہاتھ میرے منہ سے دور ہو گیا اور مجھے کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ یہ اطمینان اور بڑھ گیا جب جاملوش کسی عمل میں مصروف ہو گیا اور اس کی شعلہ بار آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جب وہ انگارے دوبارہ دہکنے لگے تو میں اپنے آپ کو سمیٹ چکا تھا۔ میں نے ہمت کر کے کہا۔ ''مقدس جاملوش! جابر بن یوسف۔ تیرا غلام تیری اعانت کا طالب ہے۔''

اس کی آنکھیں میرے چہرے پر ٹک گئیں اور میرا جسم مرتعش ہو گیا۔ میں نے پھر کچھ کہنے کی ہمت کی۔ ''میں جو چاہتا ہوں، وہ تجھ سے مخفی نہیں ہے اگر میری خواہشیں خام ہیں تو انہیں ناتمام رہنے دے اور مجھے اپنے آپ پر قربان کر لے کہ میرا بہترین مصرف یہی ہے۔ ورنہ مجھے شادکام واپس کر۔ مجھے اپنے تھوڑے سے سحر منتقل کر دے۔ میں صرف اس کا طالب ہوں۔'' میرا اشارہ اقابلا کی طرف تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں سیاہ بچھوؤں کی اشکال کا ہار تھا۔ اس نے اسے میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے چوم کے جوش مسرت سے گلے میں ڈال لیا۔ پھر جاملوش نے گردن جھکا لی اس نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر جاملوش کی نشست خالی پڑی تھی۔ میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا اور میں نے خالی جھونپڑی میں آواز لگائی۔ ''بس یہی بہت ہے کہ تو نے ملاقات کی سعادت بخشی۔ میں شادکام واپس جا رہا ہوں، اگر مجھ سے تاریک براعظم اور اقابلا کے مفاد میں کوئی غلطی ہو رہی ہو تو مجھے ٹوک دینا کیونکہ تیری نظر سب سے وسیع ہے۔ میں اپنی چال بدل دوں گا اور کان اٹھائے تیرے احکام کا منتظر رہوں گا۔''

یہ کہہ کے چلا آیا۔ باہر کچھ فاصلے پر سیاہ فاموں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وہ میرے گلے کا ہار گھور گھور کے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آگے جا کے مجھے قارنیل کے سپرد کر دیا اور میں نے قارنیل کا لہجہ بدلا ہوا محسوس کیا۔ اس نے میرے ساتھ بیٹھ کے میری جھونپڑی میں مشروبات انڈیلے اور ہم نے مسلسل قہقہے لگائے اور جاملوش کی عظمت کے گن گائے۔

☆==========☆==========☆

اصولاً مجھے یہاں سے کوچ کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے کسب علم کے لیے مزید قیام کو ترجیح دی۔ اب جاملوش کے علاقے کے بہت سے راستے میری نظروں کے سامنے خود روشن ہو جاتے تھے۔ طلسمی عکس نماؤں کے ایوان میں بھی میری رسائی ہوتی تھی۔ میں قارنیل اور دوسرے شاگردوں کے ہمراہ شدید مشقیں کیا کرتا، سحر کاری میں فکر و مباحثہ کی گنجائش نہیں ہوتی، اسے بے چون و چرا تسلیم کیا جاتا ہے۔ جاملوش کے طلسم خانے کے باب روز بہ روز میرے لیے کھلتے جاتے تھے اور میں ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے پورے انہماک سے انہیں اپنے حافظے میں محفوظ کر رہا تھا، میں بہت دنوں تک یہاں رہتا، ایک دن طلسمی عکس نما میں میں نے فلورا کو دیکھنا چاہا مگر کوئی نقش نہیں ابھرا، سو وہاں ٹھہرنا دوبھر ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فلورا بینر نار میں نہیں ہے۔ میں نے قارنیل سے اجازت لی اور اسی وقت جاملوش کے علاقے کو الوداع کہنے کا ارادہ کر لیا۔

اس بار آبادی تک قارنیل مجھے چھوڑنے آیا، میں نے اس کے شانے تھپتھپا کے اسے الوداع کہا اور بینر نار کی سرحد میں داخل ہو گیا اور حسب روایت میں نے خلاؤں میں وہاں کے کاہن اعظم کو ایک پیغام دیا کہ جابر بن یوسف بینر نار کی سرداری کے لیے ارمیگا کے مقابلے پر آمادہ ہے۔ کچھ ہی دور جا کے مسلح آدمیوں نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا اور احترام کے ساتھ کاہن اعظم کی عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ میرے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

جس وقت میں عبادت گاہ میں داخل ہوا، نیزہ بردار شخص مجھ سے دور ہو گئے اور ایک بوڑھا سیاہ فام شخص خمیدہ کمر کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا۔ اس کی داڑھی کے گنتی کے بال اس کی ٹھوڑی پر لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے عقب میں کچھ اور بوڑھے اور عورتیں تھیں۔ عبادت گاہ مختلف رنگ کے پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں جزیرہ امسار کی سی شان و شوکت تو نہیں تھی مگر ایک عبادت گاہ کا سا جلال طاری تھا۔ یہ لوگ پہلے ایک نظر مجھے غور سے دیکھتے رہے۔ پھر بوڑھا شخص نپے تلے قدموں سے آگے بڑھا اور اس نے متانت کے ساتھ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''جابر بن یوسف الباقر؟'' وہ کپکپاتی اور گرجتی آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرے سینے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''ہاں۔'' میں نے گردن اٹھا کے فخر سے کہا۔ ''جابر بن یوسف اب بینر نار میں نازل ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، میں یقیناً بینر نار کے مقدس کاہن سے مخاطب ہوں۔''

''تمہارا اندازہ درست ہے۔'' بوڑھے کاہن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''کیا تم بینر نار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کے لیے یہاں وارد ہوئے ہو؟''

''بے شک!'' میں نے جوشیلے لہجے میں جواب دیا۔ ''میرا مقصد یہی ہے، میں بینر نار کے مقدس کاہن سے درخواست کروں گا کہ وہ جلد از جلد اس جنگ کا اہتمام کرے تاکہ میری روح کو قرار آ جائے اور میں ارمیگا کے خون سے مقدس جارا کا کی کھوپڑی کو سیراب کروں۔''

''اور یقیناً یہ فیصلہ تم نے اپنے ہوش و حواس میں کیا ہے۔'' کاہن اعظم نے رسمی انداز میں پوچھا۔ ''کیا تم ارمیگا کی عظمت سے پوری طرح واقف ہو اور جانتے ہو کہ اس نے یہ منصب اپنی برتری کی بنیاد پر حاصل کیا ہے؟ تمہیں اپنے دعوے پر مزید غور کرنے کے لیے وقت دیا جا سکتا ہے۔''

''میرا خیال ہے، یہ بات تم ارمیگا سے کہو کہ وہ کسی معرکے کے بغیر خاموشی سے جابر بن یوسف کے سامنے ہتھیار ڈال دے اور اپنی جان

بچالے یا پھر ایک ہول ناک جنگ کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ اصل میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے اسے کچھ وقت کی مہلت ملنی چاہیے اور تم......'' میں نے تیکھے انداز میں کہا۔''تم بیزنار کے سردار سے اپنے گزشتہ خصوصی تعلق کی بنا پر اسے یہ ہمدردانہ رعایت دے سکتے ہو۔''

میرے لہجے کی تندی کا کاہن اعظم پر اثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی لہریں اُبھریں اور ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھا جن کی نظروں میں ابھی تک میرے لیے حیرت ہویدا تھی۔ انہوں نے اپنے سر جھکا لیے اور کاہن اعظم نے اپنا شکستہ ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ کسی طبیب کی طرح چند لمحے میرا ہاتھ ٹٹولتا رہا۔ پھر اس نے ایک نس پر اپنے نوکیلے ناخن چبھو دیے اور کچھ توقف کے بعد بولا۔''تمہارا دعویٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب تم جزیرہ بیزنار کے کاہن اعظم طالام کے مہمان ہو۔ تمہاری حیثیت بیزنار میں اُس وقت تک ایک عام شخص کی سی ہے جو ارمیگا کی رعایا ہے، مگر وہ رعایا سے برتر ہے کہ سردار سے مقابلے کا خواہاں ہے اور اُسے مقابلے تک کاہن اعظم کا خصوصی تحفظ حاصل ہے۔ بیزنار کی زمین کے قوانین کا احترام تم پر لازم ہے۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ جو باتیں تم نے میرے کانوں میں انڈیلی ہیں۔ وہ میرے دماغ میں پیوست ہوگئی ہیں۔ میں ان پر کاربند رہوں گا کیونکہ یہی ایک بہترین راستہ ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مقابلے سے پہلے ارمیگا کی گردن توڑنے اور اس کا خون پینے سے گریز کروں گا اور اس کے چمنستان کی نوخیز کلیوں کی مہک سے دُور رہوں گا۔'' میرے لہجے میں بتدریج تیزی آتی گئی۔

''اندر آجاؤ۔'' اُس نے ایک طرف ہٹ کے کہا۔

میں نے اس کے سامنے احترام سے سر جھکا دیا اور عبادت گاہ کے اندر داخل ہوگیا۔ میرے آگے کاہن اعظم پشت پر ہاتھ رکھے ہوئے چل رہا تھا اور پیچھے کاہن اور کاہناؤں کا مجمع تھا۔ عبادت گاہ میں بڑے بڑے پتھروں پر مجسمے ایستادہ تھے اور چھوٹے بڑے حجرے بنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک حجرہ مجھے دے دیا گیا۔ میں نے پلٹ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی سے بات کی۔ خاموشی سے حجرے میں آگیا اور خشک پتوں کے بستر پر دراز ہوگیا۔ میرے بوجھ سے پتے چرمرا گئے لیکن پھر مجھے اچانک ایک خیال آیا۔ میں لپک کے باہر آیا۔ وہاں سے سب جا چکے تھے۔ میں کاہن اعظم سے کہنا چاہتا تھا کہ زیادہ تاخیر میری برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ میں اپنا غبار اپنے سینے میں لیے حجرے میں واپس آگیا۔

اگر جاملوش کی خانقاہ کے طلسمی عکس نما میں فلورا کا چہرہ نمودار ہو جاتا تو میں وہاں کچھ دیر اور ٹھہر جاتا۔ جاملوش کے علاقے کے بعد میری منزل بیزنار ہی تھی لیکن بیزنار کے لئے مخصوص، جاملوش کے طلسمی عکس نما میں فلورا کا کوئی نقش نہیں ابھرا تھا۔ میں نے وحشت میں مقدس ساحروں کے طلسمی زمین چھوڑ دی اور یہاں چلا آیا۔ یہاں سے چند میل...... ممکن ہے اس سے بھی کم فاصلے پر فلورا موجود ہو، یا وہ بیزنار میں کہیں موجود نہ ہو۔ یہ احساس مجھے ایک کروٹ قرار سے نہیں لیٹنے دیتا تھا۔ بجلیاں سی رگ و پے میں کوندرہی تھیں۔ اسے جب یہ معلوم ہوگا کہ جابر بن یوسف زندہ ہے اور معرکے سر کرتا ہوا، اب بیزنار میں وارد ہوگیا ہے، وہ اس کے بہت قریب ہے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ میری بے تابی بڑھتی گئی۔ میں پچھتا رہا تھا کہ مجھے سردار ارمیگا کی اقامت گاہ کی طرف جا کے حقیقت حال جاننا چاہیے تھی۔ اگر فلورا ارمیگا کی خلوت سے کہیں دُور ہے تو وہ کہاں ہے؟ کیا ارمیگا نے کاہنوں سے میرے آنے کا وقت پوچھ کے اُسے کہیں چھپا دیا ہے؟ اور ارمیگا خود کہاں ہے؟ میں یہ معما حل نہ کر سکا اور میری تشویش نے خلجان کی صورت اختیار کر لی۔ ارمیگا

نے کیا سوچ کے یہ فیصلہ کیا ہوگا۔ کاش میں کاہن اعظم طالام کی خدمت میں دعویٰ پیش کرنے سے پہلے ارمیگا کی خلوت میں درانہ گھس جاتا اور فشار برپا کرتا، غارت گری کرتا ہوا حقائق کا اندازہ کر لیتا لیکن اب میں نے رسمی طور پر کاہن اعظم کو اطلاع کر دی تھی اور میرا اب کوئی اقدام کاہن اعظم کی ناراضی کا سبب بن سکتا تھا۔ بیزنار کی زمین یوں بھی کوئی مشکل اور سخت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ارمیگا بچ کے کہاں جائے گا، وہ کب تک اور کہاں تک فرار ہوگا، او رکب تک فلورا کو میری دستبرد سے محفوظ رکھے گا؟ اب میرے سامنے ایک ہی صورت تھی کہ میں جبر کر کے کاہن اعظم طالام کے دوسرے حکم کا اذیت ناک انتظار کروں اور احتیاط کروں، احتیاط جو آلودگی سے پاک عقل ہے۔ اس خوبی کے بغیر کوئی خوبی ممکن نہیں۔

☆==========☆==========☆

میں اُس وقت بیزنار کی سرحدوں کے اندر تھا، میرے قلب و دماغ میں غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی۔ خون رگوں میں سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح اچھلتا تھا۔ میرے جسم کے اندر آتش فشاں تھا جو اُبلنے کے لئے بے قرار تھا۔ مجھ جیسے پر لگ گئے تھے اور میں آسانوں میں اڑنے کے لئے پر تول رہا تھا۔ میرے فولاد کے ہاتھ ہر چیز مسمار کرنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ بار بار بے اختیار میرے ہاتھوں کی گرفت میں ارمیگا اور نربگا کی گردن آ جاتی اور میں جھنجلا کے کروٹیں بدلنے لگتا۔ نیند بھی نہیں آتی تھی۔ میں نے بیٹھ کے اپنے سینے کے نوادر کی طرف دیکھا اور مجھے ایک سکون سا ہوا۔ میں انہیں گننے لگا۔ جارا کا کی کھوپڑی، متعدد مالائیں، انگروما کی سحر زدہ زمین کا عطیہ، ہربیکا کی مقدس آنکھیں...... اسمار کی فضیلت کی سند طلسمی ہیرا، چوبی اژدہا، صحرائے زارشی کا تحفہ شپالی، ڈبگی کے نوکیلے سینگ اور ان سب سے اوپر ساحر اعظم جاملوش کی خوشنودی کی ضمانت، اس کا عظیم تحفہ، ان گنت سیاہ بچھوؤں کی اشکال میں ترشا ہوا ہار...... پھر میں نے اپنے جسم پر زخموں کے نشان گنے۔ میرے ماتھے پر جاملوش کی انگلیوں کے نشان، ہاتھوں پر جگہ جگہ فضیلت کی مہریں یہ سب سامنے کی چیزیں تھیں۔ اندر صرف وہی آنکھیں میری باطنی قوت کا اندازہ لگا سکتی تھیں جنہیں ساحروں اور دیوتاؤں نے مشاہدے کی قوت بخشی ہو۔ قریبا کا خون، لیبغو، جارا کا کی عبادت گاہ میں نوجوان لڑکیوں کے سرخ خون کا غسل، زارشی کی آگ، غلیظ بوڑھی عورت کا حیات آفریں دودھ، متعدد انسانوں کا گوشت' ہربیکا کا مغز اور جاملوش کی انگلیاں...... یہ تمام غذائیں میرے معدے میں اتر چکی تھیں اور یہ تو مادی چیزیں تھیں۔ میری آنکھوں نے جو مناظر دیکھے اور میرے کانوں نے جو بول سنے اور میرے دماغ نے لفظوں کی جو ترکیب حفظ کی اور میرے اعصاب نے جو سختیاں برداشت کیں اور میرے پیروں نے جن جن زمینوں کو روندا، وہ ان پر مستزاد ہیں۔

نربگا اور ارمیگا کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کیونکہ میں بیزنار میں آچکا ہوں۔ فی الحال مجھے ارمیگا سے نمٹنے پر ہی اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ وہی فلورا اور بیزنار میں رہنے والے ہر شخص کی کلید ہے۔ یہ ستون ڈھے جائے گا تو بیزنار کی ہر گلی میرے لیے روشن ہو جائے گی۔

مجھ سے حجرے کی زمین پر نہ بیٹھا گیا۔ کچھ دیر بعد میں باہر آ گیا اور عبادت گاہ کے در و بام کا جائزہ لینے لگا۔ کاہن اور کاہناؤں نے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ عبادت گاہ کی اس سیاحی کے بعد بھی بے قراری کم نہ ہوئی۔ اضطراب سوا ہوتا گیا۔ میں عبادت گاہ سے نکل کر بستی میں گھومنے لگا۔ جدھر میں نکلتا، لوگ کترا کے ایک طرف ہو جاتے۔ ان کی نظریں جھک جاتیں اور خون ان کے چہروں پر مسلط ہو جاتا، نوجوان لڑکیاں اپنا سراپا سمیٹتی ہوئی بھاگنے لگتیں، چلتے چلتے میں دور نکل گیا، بیزنار کی آبادی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، سیاہ فاموں کی بے ترتیب جھونپڑیاں خودرو پودوں کی طرح جگہ جگہ اُگی ہوئی تھیں۔ ''ادھر آؤ'' ایک جگہ رُک کے میں نے ایک نوجوان لڑکی کو حکم دیا۔

وہ جواب دینے کے بجائے دہشت سے زمین پر گر گئی۔ میں نے اس کے پاس جا کے دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ کوئی اس کے قریب مدد کرنے کے لیے نہیں آیا کیونکہ میں وہاں کھڑا تھا۔

''ڈرو نہیں لڑکی۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

وہ کانپنے لگی۔ اس کا پھڑکتا ہوا جسم دیکھ کے میرے ہاتھوں میں اور سختی آ گئی۔ سامنے اب کوئی نہیں تھا۔ بستی پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی اور تمام لوگ اپنی جھونپڑیوں میں چھپ گئے تھے۔ ''آؤ مجھے ارمیگا کی اقامت گاہ کی طرف لے چلو۔'' میں نے اس کے نرم و نازک شانوں پر

اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں یاد رکھوں گا۔"

وہ لڑکھڑاتی، ڈگمگاتی ہوئی میرے ساتھ چلنے لگی۔ اس کا سارا جسم مرتعش تھا اور زمین پر نظریں گڑی ہوئی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ بستی میں میری دھوم ہو چکی ہے یا بستی کے لوگ میرے گلے کے نوادر دیکھ کے دہشت زدہ ہو گئے ہیں۔ اس نے جھجکتے ہوئے دُور سے مجھے اشارہ کیا اور ارمیگا کا چھوٹا سا محل دیکھ کے میں حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ خاصا جدید طرز کا مکان تھا جیسے مہذب دنیا میں قدیم طرز کا بنگلا ہو۔ سامنے ترتیب سے درختوں کی قطاریں تھیں۔ سبزہ کاٹ کر خوش نما بنایا گیا تھا۔ مختلف رنگوں سے چھتیں اور دیواریں رنگی ہوئی تھیں۔ تاریک براعظم کے ایک دُور افتادہ جزیرے میں کسی مکان کی یہ ساخت یقیناً ایک عجوبہ تھی۔ اس مکان کی بناوٹ، سجاوٹ میں مہذب دنیا کا کوئی ذہن کار فرما تھا اور وہ فلورا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ فلورا بیزنار کے سردار ارمیگا کو بہت عزیز ہے۔ اس نے ارمیگا پر اپنا اثر خوب جمایا ہے۔ فلورا کو ارمیگا کی خاص عورت یعنی ملکہ ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس نے اس نئی زندگی سے پوری طرح مفاہمت کر لی ہے۔ میں بیزنار کی نوجوان لڑکی کے کاندھوں پر ہاتھ ڈالے اس عمارت کے اندر کا تصور کر رہا تھا جہاں فلورا فروکش ہو گی اور دوسری خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ وہ مکان تباہ کرنے کے لئے میرے ہونٹ بدبدانے لگے تا کہ محل کی حسینائیں بھاگتی ہوئی باہر نکلیں۔ ارمیگا نے سحر کا ایک جال بچھا رکھا تھا میں وہ سحر توڑ سکتا تھا مگر یہ بات مقابلے سے پہلے ارمیگا کی سرداری میں مداخلت کے مترادف ہوتی۔ بیزنار میں ہر جزیرے کی طرح اپنے الگ قوانین تھے۔ اب ایک صبر آزما انتظار ہی کیا جا سکتا تھا میری نگاہیں جدید طرز کے اس مکان کا طواف کر رہی تھیں۔ میرے دل میں کوئی چٹکیاں بھرنے لگا۔ ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ میں دیر تک گم صم کھڑا رہا اور اپنے اردگرد مسلح سیاہ فاموں کے ہجوم سے بھی بے خبر رہا۔ انہوں نے مجھے اپنے دائرے کے نرغے میں لے لیا تھا اور مستعد کھڑے تھے میں نے ہنس کے انہیں دیکھا۔ شاید وہ میری کسی حرکت یا کسی جنبش کے منتظر تھے۔ کہیں میں ارمیگا کے محل میں داخل ہونے کی جرات تو نہیں کرتا؟ میں یہ جرات بھی کر سکتا تھا لیکن اس انتشار سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ البتہ ارمیگا کی اس مستعدی اور خوف نے میرے اندر آتشِ انتقام اور بھڑکا دی۔

میرے ساتھ کھڑی ہوئی لڑکی ابھی تک لرز رہی تھی "راستہ دو۔" میں نے گرج کے مسلح آدمیوں کو مخاطب کیا۔ "اور ارمیگا سے کہہ دو، اس کا سحر کارگر نہیں ہو گا۔ ایک دن یہ محل میرے قدموں کے نیچے ہو گا اور اس کی حسین عورتیں میری آغوش میں ہوں گی اور ہاں، ارمیگا سے کہہ دو کہ بہتری کے فیصلے وہ کسی وقت بھی کر سکتا ہے۔" میری غضب ناک آواز سے وہ مشتعل نہیں ہوئے۔ شاید انہیں یہی ہدایت ملی تھی مگر میری تلخ کلامی کا یہ اثر ضرور ہوا کہ انہوں نے اپنا دائرہ توڑ دیا۔ میں اس راستے سے گزرتا ہوا ارمیگا کی اقامت گاہ سے دور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ واپس عبادت گاہ پہنچ گیا۔ راستے میں میں نے اُس نوجوان لڑکی کو چھوڑ دیا تھا۔ مجھے کاہنوں کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ شام ہو چکی تھی اور عبادت گاہ میں جگہ جگہ مشعلیں روشن ہو گئی تھیں جب کاہن اعظم طالام کے حجرے میں، میں اور وہ تنہا رہ گئے تو اس کی آواز گونجی۔ "جابر بن یوسف، ارمیگا تم سے مقابلے کے لئے تیار ہے۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"کب؟" بے اختیار میں نے پوچھا۔

"سات سورج کے عروج و زوال کے بعد۔"

''یہ بہت دیر کی بات ہے۔'' میں نے مشتعل ہو کے کہا۔

''وہ عبادت کے لئے وقت چاہتا ہے۔ وہ آج ہی نالنگتر سے آیا ہے، دیوتاؤں کے قوانین کے مطابق اسے یہ مہلت دی جاسکتی ہے۔''

''کیا وہ اب تک نالنگتر میں تھا؟'' میں نے تذبذب سے پوچھا اور میرے ذہن میں چنگاریاں لپکیں۔ فلورا بھی اسی کے ساتھ ہوگی۔ اس لیے وہ طلسمی عکس نما میں نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے طالام سے فلورا کا ذکر نہیں کیا۔

''ہاں نالنگتر میں ساحروں کی قدیم عبادت گاہ کا وہ اکثر رخ کرتا رہتا ہے۔'' طالام نے جواب دیا۔

''وہ کس قدر بے وقوف ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اس کے زوال کا وقت شروع ہو چکا ہے۔''

''اس کا فیصلہ دیوتا کریں گے کہ وہ کیسے سُرخرو کرتے ہیں۔''

''اور تم نے اسے بہتر مشورہ نہیں دیا۔'' میں نے تنک کے پوچھا۔

''کاہن اعظم ایسے معاملے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔'' وہ ناراضی سے بولا اور اس نے میری جانب تلخی سے دیکھا۔

''اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔'' میں نے جھنجلا کے کہا۔ ''وہ اپنی عافیت کا ایک اچھا موقع کھو رہا ہے۔ کیا یہ بات صحیح نہیں ہے؟''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' کاہن اعظم نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

''آہ یہ سات سورج، سات صدیاں ہیں جو میں فضول گزاروں گا۔'' میں نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔ پھر میں نے خود ہی کاہن اعظم سے اپنا تعارف کرانا شروع کر دیا۔

''میں سب کچھ جانتا ہوں۔'' وہ درمیان ہی بول پڑا۔

''اور تم آئندہ کی باتیں بھی قیاس کرنے پر قادر ہو؟''

جواب میں اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ ایک زیرک اور بُردبار شخص تھا میں نے اس کے سپاٹ چہرے پر کچھ پڑھنے کی ناکام کوشش کی۔ اس کی گہری آنکھوں میں اسرار پوشیدہ تھے۔ ''چھوڑو۔'' میں نے کہا۔ ''یہ گفتگو بلاشبہ قبل از وقت ہے۔ مجھے تمہاری مجبوری کا علم ہے لیکن کیا ہم اس پُراسرار سرزمین کے حیرت انگیز مظاہر اور نادیدہ علوم کے متعلق گفتگو نہیں کر سکتے؟''

پہلی بار اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ ''ضرور۔'' وہ تپاک سے بولا۔ ''میں تمہارے تجربے شوق سے سنوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کہاں کہاں خاک چھانی ہے۔ طلام کو ہمیشہ باعمل عالموں سے دلچسپی رہی ہے۔''

''مقدس طالام۔'' میں نے خوش گوئی سے کہا اور اطمینان سے پاؤں پسار کے بیٹھ گیا۔ ''اصل میں میں تمہارے لیے وہ احترام ادا نہیں کر سکا، جو مجھ پر واجب تھا۔ جب میں بیزنار میں داخل ہوا تو اتنا مست و بے خود تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔'' میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

اس نے اپنے قریب رکھا ہوا گھڑا میری طرف اُچھال دیا۔ میں نے اُسے منہ سے لگا لیا۔ منہ صاف کر کے میں نے کہنا شروع کیا۔ ''میں بھی کیا عجیب شخص ہوں۔ اقابلا کی طلب کا مدعی ہوں۔ اسی طلب نے مجھے صحرا صحرا پھرایا ہے۔'' میں نے اسے اپنی سرگزشت کے جستہ جستہ واقعات

سنائے اور ماورائی علوم کے متعلق تبصرے کرنے لگا۔ وہ مسکرا مسکرا کے سننے لگا۔ میں اسے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ ارمیگا وقت کی یہ مہلت لے کے بُرا وقت ٹال رہا ہے۔ اُس نے بھی اپنی ریاضتوں کے قصے دوستانہ فضا میں مجھے سنائے۔ اُس کے دل میں جالموش کے علاقے میں جانے کی حسرت تھی۔ میں وہیں سے آ رہا تھا۔ تاریک براعظم کے دو برگزیدہ شخص آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ہم نے بیزنار میں ہونے والے مقابلے کے متعلق کوئی بات نہیں کی لیکن اس کی بے تکلفی کے انداز سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میرے وجود کی اہمیت وعظمت سے واقف ہے۔

اس دن کے بعد سے فلورا کی دید کے اشتیاق کے سبب میں نے خود کو عبادت گاہ سے اندر ہی محصور رکھا۔ میں صرف دو بار باہر گیا، نربگا اور ارمیگا میں سے کوئی میرے سامنے نہیں آیا اور نہ ہی میں نے فلورا کو دیکھا۔ بستی میں ایک دہشت بیٹھی ہوئی تھی۔ نیز ابردار لوگ دُور دُور سے میرے تعاقب میں رہتے تھے۔ نربگا اور ارمیگا نے مجھے اشتعال دلانے اور بیزنار کے قوانین کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی ہر ممکن انتظام کیا تھا۔ میں اس کے جال میں نہ آ سکا۔ میں نے بستی میں جانا ہی ترک کر دیا۔ ایک ہفتے کی یہ جان لیوا مدت جیسے تیسے گزر گئی۔ ان چند ہی دنوں میں عبادت گاہ میں میرا طوطی بولنے لگا۔ طلب علم اور میری دید کے لئے کاہن جوق در جوق میرے گرد اکٹھے ہونے لگے تھے۔ وہ دیوتاؤں سے قربت اور ساحر اعظم جالموش کی خوشنودی کا راز مجھ سے جاننا چاہتے تھے۔ میں انہیں ایک ہی نصیحت کرتا تھا کہ جو تمہارے پاس ہے، اس کا بہتر استعمال کرنا سیکھ جاؤ اور کچھ کرنا ہے تو پہلے اندیشے چھلنی کر لیا کرو۔'' وہ میری پُراز معنی گفتگو سن کر میرے قریب رہنے کی کوشش کیا کرتے اور آکسفورڈ کا صف اوّل کا یہ طالب علم اپنی ذہانت اور انداز بیاں سے ان سیاہ فام ساحروں کو متاثر کرتا رہتا۔ یہ سات صدیاں میں نے انہی لوگوں کی معیت میں گزار دیں۔

کسی نہ کسی طرح آٹھواں سورج طلوع ہو گیا اور حسب دستور عبادت گاہ کے کاہن مجھے سجا سنوار کے وقت سے پہلے میدان میں لے گئے۔ یہ بھی ایک رسم تھی کہ دعویٰ کرنے والا شخص میدان میں پہلے سے موجود ہوتا۔ اس وقت میدان میں بیزنار کی آبادی نے آنا شروع کیا تھا۔ مقابلے کے مقررہ وقت میں ابھی خاصی دیر تھی۔ ہر طرح لوگ دائرہ بنا کے بیٹھے رہے تھے۔ کاہنوں کے سامنے جگہ جگہ آگ جل رہی تھی، جس میں وہ کچھ ڈالتے تھے اور دھواں اٹھ کے سارے میدان میں پھیل جاتا تھا۔ کاہنائیں میرے ارد گرد کھڑی میرے جسم پر میدان کی مٹی مل رہی تھیں کہ ایک شور سا اٹھا اور کاہناؤں کے ہاتھ جہاں تھے، وہیں رک گئے۔ ''وہ وقت سے پہلے آ گیا ہے۔'' کسی کاہن نے کہا۔

کاہنوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ایک صحت مند شخص سر جھکائے ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی گردن میں مختلف مالائیں اور جارا کا کا کی کھوپڑی جھول رہی تھی اور کان، ناک میں بڑے بڑے بالے پڑے ہوئے تھے۔ وہ مکمل طور پر ایک سیاہ فام شخص تھا۔ کوئلے کی طرح کالا، آتے ہی وہ ان چوکیوں کے پاس رک گیا جہاں ہم لوگ بیٹھے تھے اور مجسمے ایستادہ تھے۔ طالام اُسے دیکھ کے کھڑا ہو گیا اور حیرت سے بولا۔ ''ارمیگا! تم کیا چاہتے ہو؟''

ارمیگا کا نام سُن کے میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ بیزنار کا سردار تھا۔ وجیہہ، توانا، سنجیدہ اور بردبار، میری نظریں اُسے اندر سے ٹٹول رہی تھیں۔

ارمیگا نے کاہن اعظم طالام کے جواب میں اپنے گلے سے مالائیں اور جارا کا کا کی کھوپڑی اتارنی شروع کر دی اور انہیں خاموشی کے ساتھ کاہن اعظم کے سپُرد کر دیا۔ اس کا گلا ننگا ہو گیا۔ کاہن اعظم کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

''ارمیگا'' وہ شفیق آواز میں بولا۔''ارمیگا۔تم نے فیصلہ کرلیا ہے؟''

''ہاں!'' ارمیگا کی یاس بھری آواز اُبھری۔''میں نے یہی راستہ اپنے لیے بہتر سمجھا ہے۔''

''تم دست بردار ہو رہے ہو؟'' کاہن اعظم نے تعجب سے پوچھا۔

''جابر بن یوسف ہی بیزنار کی سرداری کا اہل ہے۔مقدس طالام! میں تم سے امان چاہتا ہوں۔اور خود کو عبادت گاہ میں مقید کرنا چاہتا ہوں۔'' ارمیگا شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

''اوہ۔تمہارے خالی سینے پر دیوتا کا سایہ رہے۔'' طالام نے الجھتے ہوئے کہا۔''تمہارے زوال کا وقت آچکا ہے۔''

ارمیگا نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔سر جھکائے ایک طرف کھڑا ہوگیا،ابھی تک بیزنار کی آبادی میدان میں جمع ہو رہی تھی۔انہیں کیا معلوم تھا کہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اب وہ اس تماشے سے لطف اندوز نہیں ہوسکیں گے جس کا انتظار انہوں نے سات دن تک بے چینی سے کیا ہوگا۔نڈھال ارمیگا کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کے مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہوگئی۔ارمیگا نے موقع پر ایک دانشمندانہ مگر ہتک آمیز فیصلہ کیا تھا جو ایک سردار کے شایان شان نہیں تھا۔امسار کی ملکہ شوطارا مسار سے فرار ہوگئی تھی تاکہ وہ اپنے زیرنگیں لوگوں کی ملامت انگیز نظریں نہ دیکھ سکے مگر ارمیگا میں نہ شوطارا کی سی دھمک تھی' نہ وہ امسار جیسے خوب صورت جزیرے کا سردار تھا۔وہ ذلت کی زندگی گزارنے پر آمادہ تھا۔شاید اس کے ذہن ناقص میں اُمید کی یہ ہلکی سی کرن موجود ہوگی کہ مستقبل میں کبھی دیوتا اس پر مہربان ہوجائیں۔بہر حال یہ ایک بڑے حوصلے کی بات تھی کہ ارمیگا اپنے فتح یاب حریف کے سامنے کھڑا تھا گو نظریں ملانے سے ہچکچا رہا تھا۔

طالام چند لمحوں تک اس غیر متوقع صورتحال سے الجھتا رہا۔پھر اس نے ارمیگا کے گلے سے حاصل شُدہ تمام مالائیں اور جارا کا کا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔اس کے ساتھ ہی ایک گجر بجا اور کاہنوں کے سامنے ایک بڑا الاؤ روشن ہوگیا۔تمام لوگ چیخیں مارتے ہوئے زمین بوس ہوگئے اور انہوں نے اپنے سر پٹکنے شروع کر دیئے،اس رسم کے خاتمے کے بعد کاہن اعظم نے ڈھول تاشوں کی گونج میں اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا۔ایک لمحے میں ماحول پر قبرستان کی ویرانی چھا گئی اور کاہن اعظم نے بلند آواز میں ارمیگا کی دست برداری اور میری تخت نشینی کا اعلان کیا۔اس اعلان نے مجمع پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا۔ماحول پر جیسے اُداسی کے بادل منڈلانے لگے۔ہر شخص کا چہرہ بجھ گیا۔دوسری طرف بیزنار کے محافظوں نے ایک ساتھ ہزاروں نیزے بلند کر کے آسمان کی طرف پھینک دیے اور انہیں چابک دستی سے اپنے ہاتھوں میں اُتار لیا۔یہ نئے سردار کے لئے ان کی اطاعت کا اعلان تھا۔

''جابر بن یوسف!'' طالام کی لرزتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔''بیزنار کا نیا عہد شروع ہو چکا ہے،تم توری باگمان اور امسار کے بعد اب بیزنار کے بھی سردار ہوگئے ہو۔''

''تم جانتے ہو،مجھے اس کا پہلے سے اندازہ تھا۔'' میں نے چلا کر نخوت سے کہا۔''لیکن اس فتح سے مجھے طمانیت نصیب نہیں ہوئی ہے۔مجھے افسوس ہے مقدس کاہن! اس تماشے کا انجام بہت مایوس کن ہے۔میرا سینہ کھولتا ہی رہ گیا۔ارمیگا کی مسخ لاش پر لوگ جشن منانے کی سعادت سے

محروم رہے۔ انہوں نے اپنے نئے سردار کی طاقت وعظمت کا مظاہرہ بھی نہیں دیکھا۔ ارمیگا نے اپنی غیرت کے عوض اپنی جان کا سودا کر کے انہیں ایک پُر لطف کھیل سے ناآسودہ رکھا لیکن ابھی میں بیزنار میں ہوں۔ میں کسی بھی وقت ان کے سامنے ان کی دل بستگی کے لئے آج کی کمی پوری کروں گا۔ ابھی نربگا باقی ہے جو ارمیگا کا بھائی ہے۔''

ارمیگا میری باتیں سن رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا، اس نے طے کر لیا ہے کہ وہ زمین کے سوا کبھی نظر اُٹھا کے ادھر نہیں دیکھے گا۔ میں خود اس کے پاس پہنچا اور میں نے آہستہ سے کہا۔ ''ارمیگا!''

جیسے ہی اس نے اپنا چہرہ اُٹھایا، میں نے پوری طاقت سے ایک طمانچہ اُس کے گال سے پیوست کر دیا۔ ارمیگا ڈگمگا گیا مگر اپنی جگہ سے ہٹا نہیں۔ اس نے بے بسی سے کاہن اعظم کی جانب رُخ کیا۔ طالام نے درمیان میں آ کے میرے بڑھتے ہوئے ہاتھ روک دیئے تھے۔ ''معزز جابر!'' اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔ ''اس نے خود کو میری امان میں دے دیا ہے، وہ اب عبادت گاہ کا ایک فرد ہے اور اس کا یہ عمل بیزنار میں دیوتاؤں کے قوانین کے عین مطابق ہے، میں تمہیں صبر وضبط کی تلقین کرتا ہوں۔''

طالام کا جملہ مکمل ہوتے ہی ارمیگا کو کاہنوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا، وہ اُسے لے کے نظروں سے دُور ہو گئے پھر چند کاہن اور طالام ہی میرے ساتھ رہ گئے۔ ارمیگا کے غیر متوقع اعلان سے بہت سی رسموں میں افراتفری پیدا ہو گئی تھی۔ جلد ہی کاہن اعظم نے مختلف احکام صادر کر کے منتشر مجمع قابو میں کر لیا۔ میں نے ایک نظر اس سہمے ہوئے ہجوم پر ڈالی جو تا حد نظر پھیل گیا تھا اور بے اختیار میرے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھ گئے۔

''سنو بیزنار کے لوگو!'' میرے گرج دار تخاطب کے ساتھ ہر طرف سکوت چھا گیا اور میرا بیان اس گہری خاموشی میں گونجنے لگا حالانکہ یہ ایک مختصر بیان تھا لیکن اتنا ہی پُر اثر تھا جتنا میرے امکان میں تھا۔ میں ان خوف زدہ لوگوں کے دلوں سے مایوسی کی کائی دُور کرنے اور اپنا سکہ بٹھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میرے خاموش ہوتے ہی طالام نے نئے سردار کے لئے اپنی حمایت کا یقین دلایا تو سب کے مُرجھائے ہوئے چہرے کھل اُٹھے۔ لمحوں میں مایوسیوں کا یہ ماحول خوشیوں کی آماجگاہ بن گیا، ہم دونوں نیچے اُترے تو ارمیگا کے نائب ناکری کے علاوہ بیزنار کے سرکردہ مسلح افراد نے زمین پر لیٹ کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ ناکری وہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے میری راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اسے حکم دیا کہ وہ جلد از جلد نربگا کو پابہ زنجیر اس میدان میں پیش کرے۔ سرداری کے بعد بیزنار میں یہ میرا پہلا حکم تھا۔ اسے سنتے ہی وہ ایک طرف بھاگے اور میں طالام کو چھوڑ کے لوگوں کے درمیان آ گیا اور ان کے رقص میں شریک ہو گیا۔ بہکے ہوئے مرد دوشیزاؤں کو کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور عورتیں بے طرح چیخ رہی تھیں، سب ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے مجھے راستہ ملا۔ میں فلورا کو دیکھنا چاہتا تھا، بیزنار کے سردار کی معزولی کا سب سے بڑا محرک وہی تھی۔ میں اپنے اردگرد عورتوں اور مردوں کو دھکیلتا اور نظروں سے بچتا ہوا میدان سے باہر آ گیا۔ میرا رُخ ارمیگا کے محل کی طرف تھا اور میں جیسے زمین پر نہیں، ہواؤں میں اُڑ رہا تھا۔ میری سانس تیز رفتاری سے اُکھڑنے لگی تھی، ہر لمحے فلورا کو دیکھنے کی تڑپ بڑھ جاتی تھی۔ وہ ایک مدت بعد میرے سامنے جلوہ گر ہونے کو تھی۔ بیزنار کی بستی سنسان تھی کیونکہ ساری آبادی مقابلے کے میدان میں جمع ہو گئی تھی۔

ارمیگا کے محل کا فاصلہ شاید میرے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھ جاتا تھا۔ فلورا کس عالم میں مجھے نظر آئے گی؟ اب اسے مجھ سے کوئی

نہیں چھین سکتا کیونکہ وہ تاریک براعظم کے ایک طاقت ور شخص کی محبوبہ ہے، میں خیالوں کی ایک دنیا بسائے اور فلورا کے تمام گناہ معاف کرتے ہوئے فاصلہ کاٹتا رہا۔ آخر وہ خوب صورت عمارت میری نظروں کے احاطے میں آگئی، میں کچھ دیر باہر ٹھہر کے سانس درست کرتا رہا۔ عمارت نے جیسے ماتمی چادر اوڑھ لی تھی، بالکل ویران اور سنسان۔ ایک خیالی سے میرا دل دھڑ کنے لگا اور دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں اُبلنے لگیں میرے جسم میں آگ بھرگئی۔ پھر میں برق رفتاری سے وہ سبزہ زار پھلانگ گیا جو عمارت کے درمیان حائل تھا۔ میری آمد پر دروازہ خود بخود کھل گیا، اندر سے خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ ''فلورا......فلورا......'' میں نے چیخ کر آواز لگائی۔ میری آواز عمارت کے در و بام سے ٹکراتی ہوئی کہیں گم ہوگئی۔ اس سجی ہوئی عمارت میں آدم زاد نظر نہیں آتا تھا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ صرف شراب کے مٹکے ہیں اور دیوتاؤں کے مجسمے ہیں۔ فلورا کو روپوش کر دیا گیا ہے۔ ارمیگا نے اپنی معزولی سے پہلے یہ چرکا میرے دل پر لگایا ہے اور خود عبادت گاہ میں پناہ لے لی ہے۔ غصے سے میرا جسم لرزنے لگا، میں نے شپالی اٹھائی اور وہ عمارت نذر آتش کرنے کا تہیہ کیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ارادہ بدل لیا۔ یہ عمارت تو بیزنار میں میرے کام آئے گی، سارے بیزنار میں اس سے اچھی کوئی عمارت نہیں ہے بلکہ سارے تاریک براعظم میں۔ غصے میں، میں نے شراب کے کئی مٹکے توڑ دیئے اور باہر آ کے دوبارہ میدان کی طرف بھاگنے لگا۔ میں ارمیگا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے فلورا کو کہاں چھپایا ہے؟ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ ناکری اپنے آدمیوں کے ساتھ ہانپتا کانپتا میرے درمیان آگیا اور آتے ہی زمین پر دراز ہوگیا۔ ''کدھر ہے وہ؟'' میں نے ان سے پوچھا۔

''وہ بیزنار سے فرار ہوگیا ہے۔'' ناکری نے غضب ناک آواز اور خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

اس جملے نے میرے کانوں میں گرم سیسہ پگھلا دیا۔ ''کب؟'' میں نے گرج کے پوچھا۔

''آج ہی آج صبح معلوم ہوا جب میدان میں ارمیگا اپنی معزولی کا اعلان کرنے جا رہا تھا تو نربگا فرار ہوگیا۔'' ناکری نے زمین پر لیٹے لیٹے جواب دیا۔

''فرار ہوگیا؟'' میں نے جزبز ہو کے کہا۔ ''فلورا کہاں ہے؟'' جواب میں چند لمحے کی تاخیر ہوئی تو میں نے دوبارہ چیخ کر پوچھا۔

''وہ اُسے بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔'' ناکری نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''کیا تم لوگ اس کے منصوبے سے واقف تھے؟'' میں نے نفرت سے پوچھا۔ ''کیا تم سب لوگوں کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے؟''

''مقدس سردار جابر بن یوسف! دیوتا گواہ ہیں، ہم اس کے منصوبے سے لاعلم تھے۔ اس نے آخری وقت میں جب ساری بستی میدان کی طرف کوچ کر رہی تھی۔ یہ فیصلہ کیا ہے۔ وہ سمندر میں پہنچ کر بیزنار سے دُور ہوگیا۔''

میں نے تلملا کے کہا اور خود بخود میرے ہاتھ گلے میں لٹکی ہوئی ہربکا کی مقدس آنکھوں پر چلے گئے۔ ''ٹھہرو میں اس کا پتہ چلاتا ہوں۔'' میں نے تیزی کے ساتھ اپنے گلے سے ہربکا کی مقدس آنکھیں نکالیں اور کھڑے کھڑے ان میں جھانکنے لگا۔ ہربکا کی پُراسرار آنکھوں نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ چند لمحوں کی کثافت کے بعد میری نظروں کے سامنے وسیع ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور سمندر میں ایک کشتی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ میں نے آنکھ پر بے چینی سے نگاہیں جما دیں۔ نربگا اس میں موجود تھا۔ کشتی میں مشروبات، پھل اور غذاؤں کے علاوہ حسین و جمیل فلورا انڈھال سی

اوندھے منہ لیٹی تھی۔ ناکری اور اس کے ساتھی سب حیرت سے ہر بیکا کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ''ہاں وہ چلا گیا ہے۔'' میں نے آخر افسردگی سے کہا۔ ''اور میری حدود سے باہر چلا گیا ہے۔''

اگر صرف فلورا میرا مقصود ہوتی تو میں اس صدمے سے جاں بر نہ ہوتا۔ فلورا تو میری ضد تھی۔ وہ میری جواں مردی اور ذہانت کی غیرت تھی، میں فلورا سے مل کے اس کے شگفتہ و شاداب رخساروں سے کھیلنے کا ایسا متمنی نہیں تھا جتنی سرخوشی مجھے اس پر قبضہ کرنے میں ہوتی پھر میں اس سے کھیلتا۔ اُس سے بہت سی باتیں پوچھتا، میں اُس سے پوچھتا کہ اس نے ڈاکٹر جواد کے ہاتھوں مجھے مارنے کے لئے زہر بھیجا تھا؟ میں اس سے پوچھتا کہ اس نے انتخاب کے دوران میں میرے بجائے شوالا کو کیوں منتخب کیا تھا، اس نے میری صلاحیتوں کے بارے میں اتنے غلط اندازے کیوں قائم کیے تھے لیکن میرے تمام شعلے میرے جسم کے اندر ہی سلگتے رہے۔ اسمارسے میں بیزنار آیا اور میں نے جالوش کی سحر زدہ درس گاہ کو الوداع کہنے میں عجلت کی۔ بیزنار کے یہ دونوں بھائی ارمیگا اور نربگا بہت چالاک نکلے۔ وہ توری کی طرح بیزنار سے فلورا کو بھگا کے لے لیا اور ارمیگا نے کاہن اعظم طالام کی امان حاصل کر کے اپنے زندہ رہنے کا سامان پیدا کر لیا۔ میں اپنی برتری کے نشے ہی میں ڈوبا رہا۔ میں نے اپنی خفیہ صلاحیتوں سے کوئی کام نہیں لیا کیونکہ میں ایک دیوزاد تھا۔ دیوزاد کو بونوں نے کیا خوب شکست آمیز فتح سے نوازا۔ ارمیگا کے یہ نائب اور مسلح محافظ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے میرا منہ چڑا رہے تھے اور مجھے اپنے آپ پر لعن طعن کرتے ہوئے بھی شرم آتی تھی۔

میں نے چیخ کر انہیں حکم دیا کہ وہ میری نظروں سے دُور ہو جائیں۔ انہوں نے میرے ہذیانی حکم کی فوراً تعمیل کی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ تنہائی نے مجھے اور پریشان کیا اور میں عبادت گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں کاہن اعظم طالام سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا یہ سب بیزنار کے مروجہ قوانین کے تحت ہوا ہے یا میں اس کی موجودگی میں کسی سازش کا شکار ہوا ہوں۔ اور کیا کاہن اعظم نے اپنے منصب کے خلاف بیزنار کے پُرانے سردار سے اس کے آخری وقت میں مروت سے کام لیا ہے۔ عبادت گاہ پہنچتے پہنچتے تمام گتھیاں میرے ذہن میں سلجھتی گئیں۔ جب تک ارمیگا سردار تھا۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ اسے فلورا پر تصرف حاصل تھا اور وہ اپنے بھائی کو بیزنار کی سرحدوں سے دُور بھی بھیج سکتا تھا اور کاہن اعظم اس امر کا پابند نہیں تھا کہ وہ غیر متعلقہ باتیں میرے گوش گزار کرے۔ ساری کوتاہیاں میری تھیں کہ میں نے اسمار کی طرح بیزنار میں اپنی ذہنی استعداد کا مظاہرہ نہیں کیا۔ میں فلورا کی عدم موجودگی سے واقف ہونے کے باوجود غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیتا رہا اور میں نے بیزنار کی سرحد پر قدم رکھتے ہی وہاں کے کاہن اعظم کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ میں بیزنار کی سرداری کے لئے ارمیگا سے مقابلے کا خواہاں ہوں۔ مجھے یہاں اپنے طور پر پہلے بعض معرکے سر کرنے چاہیے تھے بعد میں کاہن اعظم کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرنا چاہیے تھا، اُس وقت نربگا بیزنار میں تھا، سب سے پہلے مجھے اس کو نشانہ بنانا چاہیے تھا۔

یہ ساری باتیں بعد از وقت تھیں، ان پر سوچنا مزید بے عقلی تھی۔ عبادت گاہ میں طالام نے میرا استقبال کیا اور مجھے ایک بار پھر بیزنار کی سرداری پر مبارکباد دی۔ میں نے سرسری طور پر اس کے کلمات سنے اور کسی تمہید کے بغیر حرف مطلب زبان پر لے آیا، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور وہ طیش میں کہنے لگا۔ ''نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں ممکن نہیں ہے، یہ عبادت گاہ بھی بیزنار میں واقع ہے اور ارمیگا بیزنار کا باشندہ ہے۔ میں اسے عبادت گاہ سے کسی وقت بھی باہر

لاسکتا ہوں۔''میں نے اشتعال انگیز لہجے میں کہا۔

''اس عبادت گاہ پر میرا حکم چلتا ہے اور ارمیگا اب یہیں کا باشندہ ہے، تم دیوتاؤں کے لافانی قوانین سے سرتابی کی جرات کرو گے تو انہیں ناراض کرو گے۔'' طالام نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

''میں ارمیگا کا خون چاہتا ہوں۔''

''تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔'' طالام نے اٹل انداز میں کہا۔

''میں بیز نار کی سرداری سے دست برداری کا اعلان کر سکتا ہوں۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' وہ تلخی سے بولا۔

''میں کیا چاہتا ہوں، تم یہ بات جانتے ہو، کاہن اعظم طالام! سنو اگر تم اپنے منصب کے خلاف ارمیگا کے سلسلے میں بے جا رعایت کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہو تو تم سے دیوتا محاسبہ کریں گے۔''

''میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں اور دیوتا جانتے ہیں کہ کاہنوں کی اتنی توہین کسی شخص نے نہیں کی جتنی تم نے کی۔'' وہ بے دلی سے بولا۔

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کس شخص سے گفتگو کر رہے ہو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''میں تاریک براعظم کی ملکہ اقابلا کا مقرب خاص، میں جالوش کا غلام، میں چار جزیروں اور پانچ قبیلوں کا سردار ہوں، میں دیوتاؤں سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بیز نار کی عبادت گاہ میری تحویل میں دے دیں اور یہاں کے کاہن اعظم کو زارشی کی بھوری پہاڑیوں پر ریاضت کے لئے بھیج دیں۔''

''تم اس میں کامیاب ہو سکتے ہو تو تمہیں کون روکتا ہے۔'' وہ زچ ہو کے بولا۔ ''میں تمہیں حکم دوں گا کہ تم اپنی زبان اُس وقت تک قابو میں رکھو جب تک تم عبادت گاہ کے کاہن کا درجہ حاصل نہیں کر لیتے اور میری جگہ نہیں آ جاتے۔''

''میں بیز نار کے ایک سردار کی حیثیت سے تم سے ایک مشورہ چاہتا ہوں اور تم بیز نار کے ایک کاہن ہونے کی حیثیت سے اپنے سردار کو بہتر مشورہ دینے کے پابند ہو۔'' میں نے کہا۔

''کیا تمہیں کسی مشورے کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟'' وہ طنز سے بولا۔ میں نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا، پوچھا۔ ''میں ارمیگا کو عبادت گاہ سے باہر لانے کے طریقے معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم اگر میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے تو تم ایک نامناسب انسانی فرض انجام دو گے۔''

اس کی زبان میں لرزش آ گئی۔ ''میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا۔ یہ ارمیگا پر منحصر ہے کہ وہ عبادت گاہ سے باہر جانا کب پسند کرے یا کبھی نہ جائے۔'' طالام نے بیزاری سے کہا۔

''کیا بیز نار میں ارمیگا کی عظمت کا ہمسر کوئی اور شخص ہے؟''

''ارمیگا بیز نار میں ہر اعتبار سے سب سے اعلیٰ شخص تھا۔''

میں نے خاموشی اختیار کر لی اگر میں دست بردار ہو جاتا ہوں تو کیا ارمیگا سرداری کے منصب کے لئے عبادت گاہ سے باہر نہیں آئے گا۔

مگر یہ اُسی وقت ممکن ہے جب اسے یہ یقین ہو کہ میں بیزنار کے علاقے سے دُور نکل گیا ہوں، میرا دماغ ارمیگا کی ذات کے گرد گردش کر رہا تھا۔ شروع شروع میں طالام اور میرے درمیان تلخ نوائی ہوتی رہی۔ آخر مجھے اسی نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ ارمیگا عبادت گاہ میں سب سے زیادہ محفوظ ہے اور میں اس وقت تک سکون سے بیزنار کی زمین سے نہیں نکل سکتا جب تک ارمیگا اندر موجود ہے، میں نے کاہن اعظم کے مٹکے سے مشروب کا ایک قدح اپنے منہ میں تیزی سے گرالیا اور غصے میں پھنکارتا ہوا بولا۔ ''لیکن اسے باہر آنا ہوگا۔''

پھر دفعتاً میں اُٹھا اور میں نے نہایت مہذب لہجے میں طالام سے کہا۔ ''مقدس طالام! کیا میں ارمیگا سے مل سکتا ہوں؟''

''کیوں نہیں۔'' وہ جھجک کر بولا۔

''تو اس سے میری ملاقات کا اہتمام کر دو۔''

''وہ عبادت گاہ میں کہیں موجود ہوگا۔ تم اس سے کہیں بھی مل سکتے ہو۔'' طالام نے بے دلی سے جواب دیا۔

☆==========☆==========☆

جب میں عبادت گاہ میں ارمیگا کی تلاش کرتا ہوا اُس کے پاس پہنچا تو وہ جارا کا کا کی عبادت میں مصروف تھا۔ میرا جی چاہا یہیں جارا کا کا کے مجسمے کے سامنے جلتی ہوئی آگ میں اُسے جھونک دوں لیکن میں اس کی فراغت کا انتظار کرتا رہا۔ میری آہٹ سے اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو اس کے سیاہ چہرے پر لکیریں اُبھریں۔ ''ارمیگا!'' میں نے بدقت تمام ملائمت سے اُسے پکارا۔

''جابر بن یوسف! تم؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''ہاں میں۔ مجھے اعتراف ہے کہ تم نے اپنی بہترین ذہانت سے مجھے شکست دے دی ہے، تم نے تمام حقائق پر اچھی طرح غور کر کے یقیناً ایک بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔'' وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

''ارمیگا!'' میں نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں ہمیشہ کے لئے نہیں آیا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک اور جزیرے کی فتح کی مالا اپنے گلے میں ڈال لوں اور فلورا کو تمہاری دست بُرد سے نجات دلا دوں مگر تم نے مشکل وقت میں ایسا فیصلہ کیا جس میں تم خود بھی محفوظ رہے اور فلورا بھی تم نے مجھے نہیں بخشی، تم ایک ذہین آدمی ہو۔''

''نربگا میری اجازت کے بغیر فلورا کو لے گیا ہے۔''

مجھ پر ہنسی کا دورہ پڑا۔ ''خوب یہ کیا دلچسپ مذاق ہے۔''

''تمہیں مجھ پر یقین کرنا چاہیے۔'' وہ آنکھیں پٹ پٹا کے بولا۔ ''اگر ایسا ہوتا تو کیا میں جزیرہ نالنگتر میں فلورا کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔''

''ہاں یہ بھی ہو سکتا تھا۔'' میں نے اس کے بیان سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ ''مگر یہ نہیں ہوا فلورا تمہارے بھائی کے ساتھ چلی گئی اور جزیرہ نالنگتر کے سردار کی بدنیتی سے بھی تم محفوظ رہے کیونکہ اس سے زیادہ تمہیں اپنا بھائی عزیز تھا جو فلورا سے محبت کرتا تھا اور تم دونوں ہی اس حسین اور ذہین لڑکی سے میری طرح متاثر تھے، آخر تم دونوں نے ایک کے حق میں دست بردار ہونے کی شریفانہ مثال قائم کی لیکن ارمیگا! نربگا میرے عتاب سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چار جزیروں پر میری حکمرانی ہے، وہ یہاں داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ بیزنار سے تو ری واپس جانا چاہتا تھا لیکن اب نہ معلوم کب میں اپنے لوگوں سے ملوں؟ تم میری فکر اور میری جدوجہد کا رُخ موڑنے میں کامیاب ہو گئے ہو، اسی وجہ سے میں تمہاری عزت کرتا ہوں، میں ذہین اور شجیع لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔''

''مجھے نہیں معلوم، تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ نربگا کے فرار میں میری ایما شامل تھی تو تم غلطی پر ہو۔ مجھے ابھی ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ نربگا اور فلورا جزیرے پر موجود نہیں ہیں۔'' وہ وضاحت کے انداز میں بولا۔

''کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں۔'' میں نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ ''میں تمہاری یہ وضاحت تسلیم کیے لیتا ہوں۔ میں تم سے جزیرہ بیزنار کے مستقبل کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''اب بیزنار کی حکومت اور دیگر امور سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔''

''تعلق دوبارہ ہوسکتا ہے۔''میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''دلچسپی نہیں ہے؟''میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔''اس لیے کہ فلورا موجود نہیں ہے۔تم بھی فلورا کے کتنے قدر دان ہو۔ہمارے تمہارے درمیان یہ ایک قدر مشترک ہے۔میں اپنے رقیب کو ایک اعزاز دینا چاہتا ہوں۔''

''میں تمہاری باتیں توجہ سے سن رہا ہوں۔''

''یہ بہت اچھا کر رہے ہو کیونکہ میرے نطق سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے،اس کی قدر و قیمت کا اندازہ تمہیں شاید اس وقت نہ ہو مگر جب تاریک براعظم میں تم ہر طرف جابر بن یوسف کا شہرہ سنو گے تو تمہیں اُس وقت اِس صحبت کی ایک ایک بات یاد آئے گی۔''

''میں تمہاری فضیلت کا دل سے قائل ہوں۔''وہ مہذب انداز میں بولا۔

''تو سنو ارمیگا! بیزنار میں صرف دو اشخاص ایسے ہیں،طاقت میں،جن کی ہم سری کوئی نہیں کر سکتا۔ایک تم۔ایک میں۔میں تمہاری تجربے،شجاعت اور ذہانت کو اس عبادت گاہ میں محبوس کرنا نہیں چاہتا اور خود میرا ارادہ یہ ہے کہ میں یہاں چند دنوں کا مہمان ہوں۔چند روز آرام سے گزارنے سے تمہاری دلکش عورتوں کے گداز کا اندازہ کرنے کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔پھر یہاں کون رہے گا؟''میں نے چند لمحے اپنی زبان کو لگام دی اور خلاؤں میں گھور کے کہنے لگا۔''ہاں پھر یہاں کون رہے گا۔کوئی نیا سردار؟نہیں۔یہاں جابر بن یوسف ہی رہے گا اور دوسرے جزیروں کی طرح یہاں بھی اسی کی حکمرانی ہوگی۔سمجھ رہے ہو؟''میں نے پوچھا۔

وہ حیرانی سے میرا چہرہ تکنے لگا۔

''اور میں نے سوچا ہے کہ میری نیابت کے لئے تمہی سارے بیزنار میں ایک لائق شخص ہو۔اسی لیے میں تمہیں نیابت کی پیش کش کرتا ہوں۔''میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ جیسے سکتے میں آ گیا۔کش مکش میں پڑ گیا۔اس کے حلق کی رگیں کھنچیں،میں اس کے چہرے کے تاثرات کا غور سے جائزہ لیتا رہا۔''کیا سوچ رہے ہو؟''میں نے تجسس سے پوچھا۔

''مقدس جابر!مجھے فلورا نے بتایا تھا کہ تم ایک مہم جو شخص ہو۔''

تمہارے اندر غیر معمولی قوت برداشت ہے اور تم نے مہذب دنیا کا ایک فرد ہونے کے باوجود یہاں خود کو مقبول اور محبوب بنایا ہے۔میں تمہاری اس پیش کش کا خیر مقدم کرتا ہوں مگر نہایت احترام سے اپنی معذوری کا اظہار کر رہا ہوں۔''

''کیا؟''میں ایک دم دہاڑنے لگا۔''تم میری پیش کش ٹھکرا رہے ہو۔''

''نہیں۔میں خود کو اب اس کا اہل نہیں سمجھتا۔''اس نے بے باکی سے کہا۔

''تم ایک غلط فیصلہ کر رہے ہو،میں تمہیں سوچنے کا وقت دے سکتا ہوں۔''

''میں نے اپنی باقی زندگی عبادت گاہ میں گزارنے کا عہد کیا ہے۔''

''کیا تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟''

''پہلے تھا، اب نہیں ہوں، اب میں دیوتاؤں کے ساتھ ہوں۔''

''لیکن تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ دیوتا مجھے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ میں غیر معمولی قربانیاں پیش کر کے تمہیں ان سے حاصل کر سکتا ہوں۔ ساحر اعظم جالموش کی خانقاہ سے بھی میرا تعلق ہے۔''

''دیوتا اگر یہ چاہیں گے تو میں اپنا سر جھکا دوں گا۔''

''ارمیگا! ارمیگا!! مجھ پر اعتماد کرنے کی کوشش کرو میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' میں نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

''مقدس جابر! اب مجھے یہیں رہنے دو۔''

''ابھی میں بیزنار میں موجود ہوں۔ تم مزید سوچ سکتے ہو۔''

''وقت گزرنے سے میرے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

ارمیگا نے میری خوش کلامی اور نرمی کے باوجود صاف جواب دے دیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اُسے یہیں بیٹھے بیٹھے قتل کر دوں اور ہمیشہ کے لئے رُسوا ہو جاؤں۔ یا پھر یہ تھا کہ میں اپنی آگ میں جلتا رہوں اور بیزنار سے ناکام و نامراد واپس چلا جاؤں۔ ارمیگا میری توقع سے زیادہ ذہین نکلا۔ عبادت گاہ سے میری واپسی کے وقت بیزنار کے تمام کوچے وہاں کے باشندوں سے لبریز ہو گئے تھے۔ ہر طرف ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور نئے سردار کی کامرانی پر جشن منایا جا رہا تھا۔ میں اپنی الجھنوں میں گرفتار ان کے احترام پر خاموش ردِعمل کا اظہار کرتا ہوا دوبارہ اس محل میں آ گیا، جو پہلے ارمیگا کے تصرف میں تھا۔ جہاں صبح تک فلورا موجود تھی محل میں وہ تمام حسینائیں جمع ہو گئی تھیں جو مقابلہ دیکھنے کے لئے میدانِ کارزار میں چلی گئی تھیں۔ میں ایک چوکی پر بیٹھ کے دیواریں گھورنے لگا۔ پھر میں نے تنگ آ کے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ سامنے کے دروازے سے خوان سجائے حسین ترین لڑکیاں برآمد ہوئیں۔ میں ان کے جلوے میں کھو گیا اور میں نے حکم دیا کہ محل کی ساری عورتیں میرے سامنے لائی جائیں۔

کمرہ پوری طرح روشن کر دیا گیا۔ میرے مقابل کے دروازے سے حسن کا ایک سیلاب امڈا امڈ کے اندر آ رہا تھا۔ اسمارے آ کے جالموش کے علاقے میں ایک مدت گزارنے کے بعد اب کہیں ستانے کا موقع ملا تھا اور وہ بھی ایسے وحشت ناک عالم میں، جب ذہن پر پہاڑوں کا بوجھ تھا اور دل میں سمندروں کا تلاطم برپا تھا۔ جزیرہ بیزنار کو نیست و نابود کرنے کی خواہش رہ رہ کے دل میں اُٹھتی تھی اور اِدھر دروازے سے ایک کے بعد ایک لڑکی، جیسے خوش رنگ پھولوں کے دستے خود بخود چل کے آ رہے ہوں۔ گداز سمٹ سمٹ کے کمرے میں بکھر رہا تھا۔ ان سے اپنا شباب سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ ان کے دلکش سیاہ جسموں میں شعلے لپک رہے تھے۔ دیوانگی کی چال، بہکی ہوئی نگاہیں، چہرے رس بھرے پھل، لچکتی ہوئی شاخیں، آوارہ رونقیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ارمیگا کے پاس بدن تراشنے کا کوئی افسوں تھا۔ تمام لڑکیاں مہذب انداز میں میرے سامنے جھک گئیں۔ میں ان کا نظارہ کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں کمرہ نوجوان لڑکیوں کی خوشبو سے معطر ہو گیا تھا اور میں اس مہک میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ یہ ایسا دلچسپ منظر تھا، جس

نے جسم میں لطافتیں پیدا کر دی تھیں۔ تمام لڑکیاں فلورا کی تربیت یافتہ معلوم ہوتی تھیں۔ اس لیے انہیں خود کو پیش کرنے کے آداب آتے تھے۔

میں نے کسی ہوس کار کی طرح اشارہ کیا کہ وہ باری باری میرے سامنے سے گزریں تا کہ میں قریب سے ہر پری جمال کے حسن شر بار کا نظارہ کر سکوں۔ وہ اٹھلاتی اور شرماتی ہوئی یکے بعد دیگرے میرے سامنے سے گزرنے لگیں۔ یہ شکوہ حسن، یہ جمال، یہ زیبائی، یہ تمکنت، سیاہی کی یہ رعنائی، اندھیرے کی روشنی میری عقل انہیں دیکھ کے گم ہونے لگی اور جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ کون اس مدہوشی میں ہوش کا خیال رکھتا؟ انتخاب تو ہوش ہے۔ میں ایسی کیفیت میں انتخاب کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ میں تو شعر پڑھ سکتا تھا۔ گنگنا سکتا تھا۔ میں تو اس دریائے حسن میں ڈوب جانے کی آرزو کرتا تھا۔ ساری لطافتیں کھنچ کے میری نگاہوں میں مرکوز ہو گئی تھیں۔ میں ایک تشنہ صحرا تھا جس پر حسن کا یہ قافلہ شوخیاں بکھیرتا اور چہلیں کرتا ہوا چل رہا تھا۔ میں ایک آسمان تھا جو زمین کے ہنگامے ایک ٹک دیکھا کرتا ہے اور جب اس کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے تو گرجنے برسنے لگتا ہے۔

جب یہ نمائش ختم ہو گئی اور آخری لڑکی اپنے جمال دل افروز سے میری نگاہیں خیرہ کر گئی تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے غلاموں کو طلب کیا۔ ناکری ان میں سب سے آگے تھا۔ وہ نیزے تانے کمرے میں در آئے۔ میں نے چیخ کر حکم دیا کہ خوان سجایا جائے۔ وہ میرا یہ حکم سمجھ نہیں سکے۔ میرے اشاروں پر پتھر کی تھالیوں میں رکھے ہوئے گوشت کے پارچے ہیولے اور پھل ایک قطار میں رکھ دیئے گئے۔ پھر بڑے بڑے برتن کھولے گئے اور قدحوں میں سے مشروبات لے کر ایک دوسرے پر پھینکے گئے۔ عورتیں ایک دوسرے پر قدح میں بھرا ہوا مشروب اچھالنے لگیں اور بُری طرح چیخنے چلانے لگیں۔ ان سے قہقہے ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ سب بار بار میرا چہرہ دیکھتے تھے۔ میں ہنس ہنس کے انہیں یہ کھیل جاری رکھنے کا حکم دیتا تھا۔ میری شہ پا کے وہ اور ترنگ میں آ گئے۔ ناکری کے مسلح محافظوں نے نیزے ایک طرف رکھ دیے اور مشروبات اپنے گلوں تک بھر لیے۔ یہی حال بدمست عورتوں کا ہوا۔ میں بھی ان میں شریک ہو گیا۔ ان سب نے مجھے نہلا دیا۔ دیکھتے دیکھتے تمام خوان خالی ہو گئے۔ جب میں نے دوبارہ اپنی چوکی سنبھالی تو انہوں نے دزدیدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ناکری اور اس کے ساتھی بھی ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک لمحے میں موت کا سکوت مسلط ہو گیا۔ مجھے ان کے چہروں کا ہراس اور سکوت بہت اچھا لگا۔ چند لمحے انہیں سکتے میں رکھنے کے لطف کا بیان ممکن نہیں۔ میرے اشارے ان کی حرکت اور ان کے انجماد کی کل تھے۔ یہ کل چھیڑ دی تو طوفان آ گیا۔ یہ کل ساکت کی تو موت نافذ ہو گئی۔ اوہو! حکم رانی کا یہ کیسا دلچسپ مشغلہ تھا۔

پھر ان کے بدن ٹوٹ گئے۔ ان کے اعضا بکھر گئے۔ حسن کا شیرازہ بکھر گیا۔ حسن کے رنگوں کے شفق کبھی اس سمت، کبھی اُس سمت اترنے چڑھنے لگی۔ سارا کمرہ ان کی ستم ناک چیخوں سے لرزنے لگا۔ ایک رقص، دیوانوں کا رقص نہ ساعت کا ہوش، نہ بصارت کی خبر۔ میں ان کے دائرے کے درمیان بیٹھ گیا اور میں نے جارا کا کی کھوپڑی درمیان میں رکھ دی اور شپالی سے آگ روشن کر دی۔ میرا چوبی اژدہا متحرک ہو کے آگ کے گرد رقص کرنے لگا۔ پھر میں نے قارنیل سے اخذ کیا ہوا جاملوش کا ایک عمل پڑھا۔ کمرہ نادیدہ آوازوں سے گونجنے لگا۔ لڑکیوں کی مستانہ روی میں اور شدت پیدا ہو گئی اور میں نے جاملوش کا ایک نعرہ بلند کیا۔ ''جاملوش! تیرے لیے، تیرے غلام کی طرف سے۔'' اور اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی اور مخلوق ہوں اور جیسے میری آنکھیں آسمانوں کے اُس پار سمندروں کی تہوں میں دیکھنے کی استطاعت رکھتی ہوں۔ اس وقت میں نے جابر بن یوسف کو حقیر سمجھا اور میرے اندر کوئی عظیم الجثہ شخص بیدار ہوا جس کے ہاتھ بہت لمبے، ناخن بڑے بڑے ٹانگیں بہت دراز اور جس کا منہ بہت چوڑا

تھا۔ یہ شخص دہاڑ دہاڑ کے رقص میں شامل ہوگیا۔ میرے ہاتھوں کے تناور درخت لڑکیوں کے بازوؤں پر گرے۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر گئیں۔ میری انگلیوں کے نیزوں نے ان میں سے کئی کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ آبادی میں ایک پاگل ہاتھی داخل ہوگیا تھا۔ میرا ہاتھ جہاں پڑ جاتا، بدن منہدم ہو جاتے۔ میں نے ان کے ہاتھ ان کے جسموں سے جُدا کر دیے اور ٹانگیں چیر کے پھینک دیں۔ میں انہیں اٹھا کے ایک دوسرے پر پھینک دیتا۔ کہیں ان کے بال میرے ہاتھ میں آ جاتے تو وہ چیختی ہوئی بھاگتیں اور ان کی گردن شدت کرب سے ٹوٹ جاتی۔ جو ہاتھ آیا، میں نے اُسے نوچ لیا۔ اس نوچ کھسوٹ سے میرا اضطراب بڑھ گیا۔ یہ عذاب ناک فریادیں۔ یہ جہنم کی چیخیں میری روح کو ایک ناقابل بیان سرور پہنچا رہی تھیں۔ ناکری دم بخود کھڑا تھا۔ وہ سامنے نظر آیا تو میں نے اس کا نیزا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انہوں نے اپنے سردار کی پیروی کی۔ ایک ساتھ کئی نیزے بلند ہوئے اور سیاہ فام لڑکیوں کے سینوں میں اور کولہوں میں پیوست ہوگئے۔ خون کے کئی فوارے ایک ساتھ پھوٹ پڑے۔ ناکری اور اس کے ساتھیوں نے وہ لہولہان بدن جارا کاکا کی کھوپڑی پر ڈال دیے۔ کمرے کا فرش، دیواریں خون سے رنگ گئیں۔ جب آخری لڑکی کی سسکتی ہوئی چیخ اُبھری تو مجھے ہوش آیا۔ میری ٹانگیں اور ہاتھ سُرخ ہوگئے تھے، جارا کاکا کی کھوپڑی بالکل ڈھک چکی تھی۔ میں نے اُسے بہ مشکل تمام لاشوں کے ڈھیر سے نکالا۔ پھر ہم سب باہر آ گئے۔ ایک ثانیے میں ارمیگا کا محل شپالی کے شعلوں کی نذر ہوگیا۔ کھلی فضا میں آ کے ہم نے دور سے دیکھا۔ آگ تیزی سے آسمان کی طرف بلند ہو رہی تھی۔ میں درختوں کے سائے میں اڑتی ہوئی چنگاریوں کا منظر دیکھنے کے لئے لیٹ گیا اور ناکری مجھ سے کچھ دور مؤدب کھڑا ہوگیا۔ بیز نار میں نئے سردار کی آمد کا جشن پورے تزک و احتشام سے منایا گیا۔

☆==========☆==========☆

میں نے وہ ساری رات پلکیں جھپکائے بغیر گزار دی اور ناکری اور اس کے ساتھی ساری رات کھڑے رہے۔ صبح ہم سے کچھ دُور راکھ کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ میں اس گرم راکھ کے قریب گیا اور اس میں لوٹنے لگا۔ ناکری نے بھی اس متبرک راکھ سے غسل کیا اور مجھے پھر ارمیگا کے دوسرے مکان میں پہنچا دیا جو بڑی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھا۔ اس بڑی عبادت کا جشن منانے کے بعد بھی مجھے سکون نصیب نہیں ہوا تھا۔ ارمیگا عبادت گاہ میں محفوظ تھا اور میں اس کے قدیم مکان میں خود کو مقید محسوس کر رہا تھا۔ میں تمام دن تنہائی کا شکار رہا اور میرا دماغ فکر کی بھٹی میں تپتا رہا۔ اس کش مکش سے نجات پانے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی تھی۔ بیزنار کی سبزہ زار زمینیں، دلکش ہوائیں، شکار، عورتیں، مشروبات بھی مجھے اپنی طرف راغب کرنے میں ناکام رہے توری، امسار، اور باگمان میں ان کی کیا کمی تھی۔ یہاں کی کھلی فضا میں میرا دم گھٹ رہا تھا اور میرے گلے میں کوئی ماورائی شے موجود نہیں تھی، جس کا سحر مجھے قلب کی طمانیت بخش سکے۔ ہاں اگر ارمیگا اور زربگا کا ذرا سا خون پینے کو مل جاتا تو یہ کیفیت نہ ہوتی۔

تین دن میں بستی میں ناکری کے ساتھ گھومتا رہا۔ ان تین دنوں میں، مجھے وہ شخص نہیں ملا جسے میری نظریں ڈھونڈ رہی تھیں۔ ہاں چند نوخیز لڑکیاں اس کی تلاش کے دوران میں مل گئیں۔ نہ جانے ارمیگا کی نظران پر کیوں نہیں پڑی تھی۔ یہ دس لڑکیاں بھی مجھے اپنے ہوش رُبا جلوے سے مسحور نہ کر سکیں۔ رات کو مشعل کی روشنی میں، میں ان کے اعضاء تولتا رہا اور جب میری نگاہیں تھک گئیں تو میں نے انہیں واپس بھیج دیا۔ اسی رات میں بیزنار کے جنگل میں نکل گیا اور اندھیرے میں ان غاروں کو تلاش کرتا رہا جہاں عبادت گزار روشنی اور تازہ ہوا سے دُور تاریک براعظم کے دیوتاؤں کو خوش کرنے میں مصروف تھے۔ گھنے جنگل میں جگہ جگہ غار تھے۔ کسی جگہ میرے قدم نہیں ٹھہرے۔ مگر ایک جگہ میں گرتے گرتے بچا۔ میری چیخ نکل گئی۔ میں نے وحشت میں اپنے سینے پر ہاتھ ڈالا۔ ساحر اعظم جالوش کا عطا کردہ ہار میرے سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ اس کے بچھوؤں نے میرے سینے میں اپنے پنجے چبھو دیے تھے اور تکلیف سے میری سانس گھٹنے لگی تھی۔ میں اس کا ساحرانہ اشارہ سمجھ نہیں سکا۔ میں تکلیف سے پیر ٹپکنے لگا۔ ''اے جالوش!'' میں نے ہانک لگائی۔ کیا میری نظریں صحیح سمت میں کام نہیں کر رہیں؟'' میری آواز کے شور سے سارا جنگل جاگ پڑا۔

جیسے ہی میں نے یہ دل خراش صدا لگائی بچھوؤں نے میرا سینہ چھوڑ دیا اور میں کراہ کے زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے شپالی روشن کی۔ روشنی میں بیک وقت کئی غاروں کے دہانے مجھے نظر آئے جن کے دہانوں پر دیو قامت پتھر رکھے ہوئے تھے۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔ یہی میری منزل تھی اور ان میں سے ایک میں وہ شخص اندر چھپا بیٹھا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔ ان پتھروں کو جابر بن یوسف ہی ہٹا سکتا تھا لیکن میں نے ان سب کو ہٹانے اور ان کے اندر جھانکنے کے بجائے کچھ دیر توقف کیا تاکہ میں ایک عمل کے ذریعے اپنے مطلوبہ غار کی نشان دہی کر لوں۔ پھر میں نے کسی تاخیر کے بغیر مست ہاتھی کی طرح ایک چٹان مطلوبہ غار کے دہانے سے ہٹا دی۔ غار کے اندر سے ایک ناگوار بو آئی۔ اندھیرے اور راستے کی رکاوٹوں کی پرواہ کیے بغیر ایک لمبی سرنگ عبور کر کے جب میں اندر پہنچا تو وہ مجھے نظر آ گیا۔ میری آمد سے اس کا انہماک ٹوٹ گیا تھا، مجھے دیکھ کے وہ سراسیمہ ہو گیا اور میں نے جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔ ''چلو'' میں نے حکمیہ انداز میں کہا۔ ''یہ جگہ تمہارے لیے موزوں نہیں ہے کیونکہ تمہارا نفس ابھی تمہارے تابع نہیں ہے۔''

''تم کون ہو؟'' وہ کراہتا ہوا بولا۔

''میں تمہاری نجات ہوں، تمہارے نفس کی آسودگی کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔ اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔'' وہ کراہتا اور مچلتا رہا لیکن

میری گرفت سے وہ اپنا ہاتھ نہیں چھڑا سکا۔ تمام راستے وہ چیختا چلاتا اور تقریباً روتا رہا۔ جنگل کا راستہ عبور کر کے میں اُسے اپنے مکان میں لے آیا اور میں نے یہاں اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ ایک نوجوان شخص تھا۔ ہڈیاں اس کے گالوں پر اُبھری ہوئی تھیں۔ آواز میں نقاہت، جسم میں لرزش تھی۔ سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے اُس دس لڑکیوں نے جنہیں میں بستی سے پکڑ کے لایا تھا۔ اس کے جسم کے بال تراشے۔ اسے غسل دیا، جسم رنگا اور اس کے حلق میں مشروبات انڈیل دیے۔ میں نے ارمیگا سے حاصل کی ہوئی جارا کا کی کھوپڑی اس کی گردن میں ڈال دی۔ رات بھر لڑکیاں اس کے گرد موجود رہیں تا کہ اپنے زہد شکن شباب سے اس کا نفس اپنا مطیع بنا لیں۔ میں دوسری جھونپڑی میں تنہا پڑا رہا۔ صبح میں نے اس نوجوان بونا ٹا کو دیکھا۔ وہ ایک بدلا ہوا آدمی نظر آتا تھا۔ ایک سردار کے شایانِ شان اسے دیکھ کے میرے ذہن سے وزن ہٹ گیا۔ اسی صبح کاہن اعظم طالام نے میری درخواست پر اس نوجوان کو جزیرہ بیزنار میں میرا نائب مقرر کر دیا۔ نوجوان بونا ٹا نے جس کے لئے یہ تمام باتیں حیران کن تھیں، جارا کا کا کی مورتی کے سامنے میری اطاعت کا عہد کیا۔

اس انتظام کے بعد میرے قدم اکھڑ گئے۔ بیزنار میں سرداری کے بعد یہ میری وحشت کا پانچواں دن تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے فتح کیے ہوئے چوتھے جزیرے پر اس کا نائب مقرر ہو گیا تھا۔ اب بیزنار میں میرے لیے کیا رکھا تھا؟ میں نے دوبارہ جاملوش کے علاقے کا رُخ کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ اس سحر گاہ میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو جاؤں لیکن اُس ماہ وش اقابلا کے چہرے نے دل و دماغ میں ہیجان برپا کر دیا۔

اُس رات بیزنار کے تمام باشندے ساحل پر مشعلیں فروزاں کیے اپنے نئے سردار کو الوداع کہہ رہے تھے اور کاہن اعظم طالام سفر میں میری عافیت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا۔ نوجوان بونا ٹا مجھ سے عہد کر رہا تھا کہ وہ عبادت گاہ سے ارمیگا کے باہر آتے ہی مجھے مطلع کرے گا۔

جب کشتی بیزنار کے پانیوں میں ڈھلک گئی تو میں نے ساحرِ اعظم جاملوش کو مخاطب کیا۔ ''جاملوش!'' میں نے صدا لگائی۔ ''جاملوش! تیرے علاقے سے بہت سے اسرار اپنے سینے میں محفوظ کیے تیرا غلام جا رہا ہے۔ تیری آنکھیں صرف اسی علاقے پر محیط نہیں ہیں۔ میری طرف دیکھتے رہنا اور میرے قدموں کے نیچے نرم گھاس بچھائے رکھنا۔''

سمندر کی پُرشور لہروں نے میری صدا نگل لی۔ کشتی تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی۔ بیزنار سے قریب ترین جزیرہ نالنگتر تھا۔ جزیرہ توری کی زمین مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اب قصرِ اقابلا میں میری باریابی کس طرح ہو گی؟ میں صرف قیاس کر سکتا تھا۔ اگر اب بھی وہی فاصلے قائم رہے تو کیا ہو گا؟ ابھی تاریک براعظم میں ملکہ اقابلا کی رفاقت کی طلب ایک دیوانے کا خواب ہے، شاید اس نے اسی لیے مجھے ایک دور دراز سفر پر روانہ کیا تھا کہ میں اپنا وزن کر لوں؟ جب میں یہ سوچتا تھا تو مجھے سب کچھ ہیچ معلوم ہوتا تھا۔ پھر مجھے اپنا ہندی دوست سرنگا یاد آتا تھا۔ وہ مہذب دنیا میں واپسی کے متعلق ابھی تک پُر امید تھا اور مجھے کاہنوں کی وہ پیشین گوئیاں یاد آتی تھیں جو انہوں نے تاریک براعظم میں میرے عروج کے متعلق کی تھیں۔ میں نے اپنی کشتی کو حکم دیا کہ وہ جزیرہ توری لے جانے کے بجائے مجھے جزیرہ نالنگتر پر اتار دے تا کہ میں چلتے چلتے اپنی گردن اور بھاری کر لوں اور اقابلا کے قریب پہنچنے میں ایک قدم کی رعایت اور حاصل کر لوں۔ تیسرے دن نالنگتر کی سرزمین میرے سامنے تھی۔

☆==========☆==========☆

نالنگتر کی زمین دوسرے جزیروں سے مختلف نہیں تھی۔ میں راستے کی دشواریاں خذف کر رہا ہوں کیونکہ وہ میرے جیسے قد و قامت کے شخص کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ یہ اسمارے آنے سے پہلے کے مصائب نہیں تھے۔ اسمارا اور بیزنار کو فتح کرنے کے بعد بہت سی طلسمی رکاوٹیں خود بخود میرے قدموں کی دھمک سے دور ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ نالنگتر میں بھی یہی ہوا میں ساحل سے اُترا تو راستے میرے منتظر تھے۔ اس بار میں کاہن اعظم سے معانقہ کرنے کے بجائے پہلے یہاں کی فضا سونگھنا چاہتا تھا۔ بستی کے لوگوں نے جب اس اجنبی کو دیکھا تو دہشت زدہ ہو کے پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے ان سے کوئی کلام نہیں کیا۔ نالنگتر کا سارا علاقہ درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان درختوں کے درمیان جھونپڑیاں ایستادہ تھیں اور جھونپڑیوں میں وہی سیدھے سادے لوگ تھے جن کا کام اطاعت کرنا ہے، میں نربگا کو تلاش کر رہا تھا اور میرا باطنی علم میری کوئی مدد نہیں کر رہا تھا۔ فلورا کی بُو دُور دُور محسوس نہیں ہوئی تھی۔ ایک طویل معرکے سے بچنے کے لئے میں نے یہ مختصر راستہ اختیار کیا تھا کہ نربگا کی گردن موقع ہی پر پکڑ لوں۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام تھا۔ جزیرے کی آبادی کم نہیں تھی اور ان دونوں کی بازیابی کوئی معمولی مہم نہیں تھی، ابھی مجھے آئے ہوئے چند ہی ساعتیں گزری ہوں گی کہ میں نے ڈھول تاشوں کی مدھم سی گونج سنی جو بتدریج بڑھتی گئی اور اتنی تیز ہوگئی جیسے نالنگتر کی زمین اور درختوں سے ڈھول پیٹنے کی آواز آ رہی ہوں، ہر طرف ایک گونج مچی ہوئی تھی اور تمام لوگ ایک سمت بڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ ان سب کا رُخ میری طرف ہو گیا ہے اور ایک انبوہ کثیر ناچتا گاتا میری طرف آ رہا ہے۔ احتیاطاً میں نے اپنے نو اور پر گرفت مضبوط کر لی اور خود کو اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کے لئے آمادہ کرنے لگا۔

نالنگتر کی یہ تمام آبادی مجھ پر ٹوٹ پڑے تو......؟ بے اختیار میں نے کسی قریبی درخت پر چڑھنا چاہا مجھے اپنی بزدلی اور بے عقلی پر بڑی ندامت ہوئی۔ میں اپنے آپ سے اجنبی ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے اعضا کس لیے وہ جم غفیر بے ہنگم آوازوں کے ساتھ بھاگتا آ رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ میرا اُس کا درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ بے شمار سیاہ فام غیر مہذب نیزہ بردار اجنبیوں کے سامنے ایک تنہا شخص کھڑا تھا اور آنے والی گھڑیوں کا انتظار کر رہا تھا مگر جیسا کہ میرا خیال تھا۔ انہوں نے مجھ پر یلغار نہیں کی کیونکہ وہ تاریک براعظم کے ایک سرکردہ شخص کے ساتھ ایسی جرات نہیں کر سکتے تھے وہ ایک فاصلے پر ٹھہر گئے اور ہجوم کے درمیان سے چند اشخاص باہر نکلے جو اپنے حلیے سے جزیرہ نالنگتر کے ممتاز افراد نظر آتے تھے، ان میں سے کوئی ایک کاہن اعظم تھا۔ ان کے پیچھے حسین ترین نوجوان لڑکیوں کا ایک پرا تھا جن کے ایک ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے مٹکے اور دوسرے میں خوان سجے ہوئے تھے۔

''دیوتا تمہارے شانوں پر ہیں مقدس جابر کو نالنگتر کی زمین پر تمام عزتیں حاصل ہیں۔'' ایک توانا شخص میرے قریب آ کے خوش گوئی سے بولا۔

''نالنگتر کے معزز سردار کاشکا!'' میں نے اونچی آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف تمہارا احترام قبول کرتا ہے مگر وہ جس زمین پر قدم رکھتا ہے وہ اس کے نام سے موسوم ہو جاتی ہے۔''

''جابر بن یوسف اسی کا اہل ہے کیونکہ آسمان اس پر مہربان ہے۔'' اس نے خوش اطواری سے کہا۔ ''مقدس جابر کی آسودگی کے لئے نالنگتر کی منتخب عورتوں کا دستہ پیش ہے اور اُسے ایک مقدس مہمان کی حیثیت سے نالنگتر میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔''

''کاشکا! بلاشبہ تمہاری یہ جسارت اُن تمام سرداروں سے افضل ہے جن سے میری شناسائی رہی ہے'' میں نے بھاری بھر کم آواز میں کہا۔

''لیکن میں ایک مہمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک خیر خواہ کی حیثیت سے اس جزیرے کی قسمت بدلنے آیا ہوں۔''

اس بار بوڑھا کاہن آگے بڑھا۔ ''کاشکا اسی لیے تمہارے پاس یہ لشکر لے کے آیا ہے کہ وہ سچے دل سے تمہاری برتری تسلیم کرے اور تمہاری اطاعت کا عہد کرے۔''

''ہاں'' میں نے تمکنت سے کہا۔ ''اور کاشکا سب سے ذہین آدمی ہے۔ میں اس کی دست برداری قبول کرتا ہوں اور اس کی سبقت سے متاثر ہو کے اُسی کو اپنے نائب کی حیثیت دیتا ہوں۔ کاشکا کو اس کے خوش آئند اقدام پر یہی صلہ ملنا چاہئے۔ کاہن اعظم تم ابھی اور یہیں متبرک رسمیں انجام دو اور نالنکتر کو آفات سے بچانے کے لئے دعائیں مانگو۔''

کاشکا نے کسی تردد کے بغیر اپنے گلے سے مالائیں اُتار کے کاہن اعظم کے حوالے کر دیں اور کاہن اعظم نے انہیں میرے گلے میں ڈال دیا۔ اسی جگہ نئے سردار کی تخت نشینی کی رسمیں انجام دی گئیں اور اس کارروائی میں بہت مختصر وقت صرف ہوا۔ کاہن اعظم جب دعائیں پڑھ چکا اور میری سرداری کا اعلان کر چکا تو میں نے اپنے نائب کاشکا کو حکم دیا۔ ''بیزنار کے سابق سردار ارمیگا کا بھائی نالنکتر میں پناہ گزین ہے اسے جلد از جلد میرے سامنے پیش کیا جائے۔'' یہ حکم سنتے ہی کاشکا کا سیاہ چہرہ سفید ہونے لگا۔ اس نے ہمدردی کے حصول کے لئے کاہن اعظم کی طرف دیکھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگے۔ میں ان کی خاموشی سے جھنجلا گیا۔ میں نے درشتی سے کہا۔ ''میں کیا کہتا ہوں' تم نے سنا؟ اُسے میرے سامنے حاضر کرو تاکہ میں اس کے گرم خون کا ایک قدح پی کے نالنکتر کی سرداری کا آغاز کروں۔''

''وہ کل ہی سمندر کی طرف کوچ کر گیا۔'' کاشکا کے منہ سے بہ مشکل یہ الفاظ ادا ہوئے۔

''وہ نالنکتر سے فرار ہو گیا ہے؟'' میری آواز سے شعلے نکلنے لگے۔ مجرموں کی طرح ان کے چہرے لٹک گئے۔ صرف کاہن اعظم کا چہرہ بلند تھا۔ میں پیر پٹختا گرجتا برستا رہ گیا۔ نربگا یہاں سے بھی فرار ہو گیا تھا کہ مجھے پانچویں جزیرے کی سرداری مل گئی تھی۔ تاریک براعظم کے پانچ جزیروں کے سیاہ و سفید کا مالک اب میں تھا کیونکہ ان آبادیوں میں بلاشرکت غیرے سب سے منفرد شخص تھا۔ کاشکا خاموشی کی مصلحت سے پوری طرح آشنا معلوم ہوتا تھا۔ وہ تمام تر اطاعت سے میرا ہذیان سنتا رہا۔ دور فاصلے پر نالنکتر کا ہجوم واویلا مچا رہا تھا اور کاشکا کی عورتیں بے حس و حرکت میرے احکام کی منتظر کھڑی تھیں۔

کاہن اعظم کی ہدایت پر مجھے نالنکتر کے سردار کے لئے مخصوص سرخ مکان میں لے جایا گیا۔ یہاں ناؤ نوش رقص و مستی کے باوجود میرے جنون میں کوئی کمی نہیں ہوئی لیکن جزیرہ نالنکتر کی پہلی رات تنہا نہیں گزری، کاشکا نے اپنی چند قوتوں کی خوبیوں کی ایسی تعریف کی کہ میں انہیں خود سے دُور نہیں رکھ سکا۔ کاشکا ان کی خوبیاں اس طرح بیان کرتا تھا جیسے وہ مختلف درختوں کے پھل ہوں یا وہ مختلف جانوروں کا گوشت ہوں یا وہ غذائیں ہوں جن کا ذائقہ مختلف ہوتا ہے اور کاشکا از راہ میزبانی انہیں میرے منہ میں ٹھونس رہا ہو۔ میں نے کاشکا کے اصرار پر انہیں چکھا تو میرے منہ میں شیرینی گھل گئی اور جسم لطیف ہو گیا اور ایسا نشہ رگ و پے میں دوڑ گیا جو شرابوں میں نہیں ہوتا۔ پھر میری لگام میرے ہاتھ سے کھنچ گئی۔ میں نے بے تحاشا ان کا گداز اوڑھ لیا اور انہیں اپنے جسم کی زینت بنا لیا۔ میری روح ان کی روحوں میں تحلیل ہو گئی۔ میں ان میں ضم ہو گیا۔ ایک عرصے بعد میری برف پگھل رہی تھی۔ وہ برف جو جاملوش کے برف خانے میں میرے اندر جم گئی تھی۔

مگر صرف ایک رات چاند نے جیسے ہی آفتاب سے شکست قبول کی میری رات کی بھی صبح ہوگئی اور نربگا کا بھوت مجھ سے لپٹ گیا۔ رسمی طور پر میں نالنگتر کی قدیم عبادت گاہ میں گیا جس کا تذکرہ میں نے ارمیگا کی زبانی بیزنار میں سُنا تھا۔ یہ عبادت گاہ امسارکی عظیم الشان عبادت گاہ کی طرح تو نہیں تھی مگر یہاں دُور دُور سے آئے ہوئے کاہنوں اور کاہناؤں کا اجتماع تھا۔ یہاں میں نے ایک مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا اور نالنگتر کی زمین پر اپنا نام ثبت کرنے کے بعد پھر ساحل پر آ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ نربگا کسی قریب ترین جزیرے ہی پر گیا ہوگا چنانچہ میری کشتی نالنگتر کے الوداعی ہجوم کو خیر باد کہہ کے سب سے قریبی جزیرے کومیکا کے ساحل کی جانب سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی منزلیں سر کرنی لگی۔

کومیکا وہ چھٹا جزیرہ تھا جہاں میں نے اعتمادی اور دلیری کے ساتھ قدم رکھا مگر نربگا یہاں سے بھی فرار ہوگیا تھا۔ کومیکا کے سردار اغاشی نے تھوڑی سی حجت کے بعد دست برداری کا اعلان کر دیا۔ حجت کی سزا اسے یہ ملی کہ وہ جزیرہ کومیکا سے باہر نکال دیا گیا اس کے گلے کی مالائیں میرے گلے میں جھولنے لگیں اور وہاں میرا ایک نیا نائب مقرر ہوگیا جو پہلے اغاشی کا نائب تھا۔ جزیرہ کومیکا کی خوش خرام عورتوں نے نالنگتر کی نازنینوں کی طرح کشادہ دلی سے میری پذیرائی کی لیکن میں تیسرے ہی دن جنون کے عالم میں وہاں سے کوچ کر گیا اور نربگا کے تعاقب میں جزیرہ باسرا پہنچ گیا۔ جزیرہ باسرا ساتواں جزیرہ تھا۔ وہاں کا سردار میری آمد کی خبر ہی سُن کے بھاگ گیا۔ میں بڑھتا رہا۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اس جزیرے میں، کبھی اُس جزیرے میں اور نربگا بھی مسلسل بھاگتا رہا۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے پر، ہر نئے جزیرے میں مجھے جہاں کامرانی کا مژدہ ملتا، وہاں وحشت کی یہ خبر بھی میرا انتظار کر رہی ہوتی کہ وہ دونوں چلے گئے۔ وہ دونوں کہاں تک جائیں گے؟ وہ فلورا کو لے کہاں تک بھاگ سکے گا؟ میں سمندر میں دیوانہ وار اس کے پیچھے بھاگتا رہا اور سمندر اسے اِدھر اُدھر پھینکتا رہا۔ نربگا کے پاس یقیناً کوئی ایسا طلسمی عطیہ تھا جس کے ذریعے وہ اپنی پشت کا حال دیکھ لیا کرتا تھا۔ ارمیگا نے اُسے اپنے نوادر میں سے کوئی ایسی چیز ضرور فراہم کر دی تھی کہ وہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی جزیرے سے فرار ہو جاتا تھا۔ پہلے میں قیاس کی بنیاد پر اس کا تعاقب کرتا رہا پھر میں نے اس کے سُراغ میں اپنے خفیہ علوم سے مدد لی جہاں جہاں وہ پہنچا، میں نے اس کے نقش پا مٹائے۔ ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں، گیارھواں، بارھواں، تیرھواں، چودھواں، تقریباً سبھی جزیروں پر جنگ وجدل کے بغیر مالائیں میرے گلے میں ڈال دی گئیں اور میں حیرت انگیز نوادر بٹورتا ہوا پندرھویں جزیرے میں پہنچ گیا۔ صرف ایک جزیزے ٹانڈا کے قوی ہیکل سردار نے عزت کی موت مرنا پسند کیا۔ میں نے اُسے اس کی خواہش کے مطابق عزت کی موت سے سرفراز کیا۔ وہاں مجھے کچھ دیر لگ گئی۔ میری گردن مالاؤں سے جھکنے لگی اور میں نربگا اور فلورا کے جنون میں تاریک براعظم کا سب سے منفرد شخص بنتا گیا۔

اس تمام تگ ودو کے باوجود نربگا میرے ہاتھ نہیں آیا۔ پندرھویں جزیرے یمتان میں مجھے اس کی سمت کا بھی اندازہ نہیں ہوسکا۔ میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانک کے دیکھا تو وہ یمتان کی سمندری حدود سے دُور جا چکا تھا۔ کہاں؟ میں اس کی نشاندہی کرنے میں ناکام رہا۔ کئی دن تک میں آگ جلاتے یمتان کے ساحل پر پانیوں سے اس کے متعلق پوچھتا رہا لیکن وہ کسی ایسی نامعلوم منزل کی طرف نکل گیا تھا جو میرے باطنی علم وآگہی کی حد سے باہر تھی میں ایک نفسی اور ذہنی بحران کا شکار ہوگیا تھا۔ یمتان میں مجھ پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ میری عقل کسی نے ضبط کر لی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف کوچ کروں؟ جزیرہ توری واپس چلا جاؤں یا اور جزیرے فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتا چلا جاؤں؟

مگر نربگا کہاں گم ہوگیا؟ یہ سوال میرے ذہن سے کنکھجورے کے مانند چمٹ گیا، کیا نربگا کی کشتی مہذب دنیا کے پانیوں نے کھینچ لی؟ یا ......اور اس خیال سے میری آنکھیں اُبلنے لگیں کہ انگروما کے عالموں نے اس کا رُخ اپنی زمین کی جانب کر لیا؟ آخر شدید مایوسی اور نا امیدی کی کیفیت میں، میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اور میں نے سوچا، میں جزیرہ توری سے کس مقصد کے تحت آیا تھا؟ میں نے تاریک براعظم میں ایک عام شخص، ایک سردار بننے کے بجائے اتنے مصائب کیوں برداشت کیے؟ یہ سب میں نے کیوں کیا؟ کیا میرا کام صرف جزیرے فتح کرنا تھا یا فلورا کا تعاقب میرا مقصد؟ فلورا مہذب دنیا کا ایک خواب، کتنی چیزیں بچھڑ گئیں۔ سارا ماضی جُدا ہو گیا، سب کچھ بدل گیا نہ وہ حلیہ رہا، نہ وہ سوچنے کا انداز، مہذب دنیا میں اگر واپسی بھی ہوئی تو لوگ اپنی آنکھیں بند کر لیں گے جب ہر رشتہ ٹوٹ گیا تو فلورا کیوں اعصاب پر طاری ہے؟ مگر فلورا کی خاطر اب میں کہیں اور بھٹکنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے اس عزم کی تجدید کی میرا وجود صرف اسی سے عبارت ہے، یہ سب میں نے اُسی کیلئے کیا ہے جس اونچائی پر وہ متمکن ہے، وہاں پہنچنے کے لیے مجھے یہ سب کرنا ہی چاہیے تھا مجھے ہر امتحان میں ثابت قدم رہنا چاہیے تھا۔ میں نے تمام عقیدتیں اس کے لئے سمیٹ لیں اور جب اس کا خیال آیا تو مجھ سے جزیرہ یمتان میں نہ ٹھہرا گیا۔ میں نے واپس توری جانے کا ارادہ کر لیا تا کہ میں اس کی دید کی شراب پیوں اور فنا ہو جاؤں۔

یمتان سے سمندر کی لہروں کے دوش پر سوار ہوا تو ایک طرف نربگا اور فلورا کی محرومی تھی، دوسری طرف پندرہ جزیروں کی حکمرانی کی شادمانی تھی۔ جزیرہ توری واپس جانے کے خیال سے دل دھڑک رہا تھا۔ وہی حال تھا جو انگروما کی قید سے واپس آتے وقت تھا۔ دل اجنبی زمینوں پر جاتے ہوئے اور خطروں میں کودتے ہوئے اتنا نہیں دھڑکا تھا مگر اب یہ عجب قسم کے احساسات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میرا کام جزیرہ امسار ہی میں ختم ہو گیا تھا جہاں میں نے شوطار سے صدیوں بعد امسار کی عنانِ اقتدار چھین لی تھی۔ میں وہیں سے توری واپس آ کے اقابلا سے اس کی رفاقت چند لمحوں کی رفاقت کا انعام طلب کر سکتا تھا لیکن میں نے اس کی نظر میں اپنے درجے کی بلندی کے لئے بیزنار کی سخت اور مشکل زمین میں جالموش کے دیدار کی مہم بھی سر کر لی۔ میں نے اس کی رفاقت کے لئے کیا نہیں کیا؟ اور مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ میری تشنگی کس قدر سیراب کرے گی؟ یا مجھے کوئی اور حکم عطا کرے گی؟ یہی بات توری کے قریب آتے آتے میرا دل مضطرب کئے ہوئے تھی۔ میں ایک طلسمی دنیا کا اسیر تھا، جہاں کسی بھی لمحے کوئی بھی واقعہ رونما ہو سکتا تھا اس لیے میں کوئی مشکل اپنے ذہن میں واضح نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میری آنکھوں نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا، وہ پُر اسرار ہندی بوڑھے سرنگا نے نہیں دیکھا تھا اور میں نے اس سحر زدہ ماحول کا جو مشاہدہ کیا تھا، وہ مہذب دنیا کے کسی فرد نے نہیں کیا تھا اور مجھے جو عظمت و قوت نصیب ہوئی تھی، اس سے سب محروم رہے تھے میں نے ایک طلسمی جال دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ جب انگلیاں حرکت کرتی ہیں تو دیواریں شق ہو جاتی ہیں۔ آگ برسنے لگتی ہے، پانی اپنا رُخ بدل دیتا ہے، میں نے رُوحوں کا عظیم الشان اجتماع دیکھا تھا جو اپنے مسکنوں کو واپس جانے کے لئے مضطرب تھیں اور غلاموں کی طرح اطاعت کرتی تھیں، میں نے زارشی کی وہ پُر جلال آگ دیکھی تھی جس میں برگزیدہ بوڑھے ہنستے ہوئے کود جاتے ہیں۔ میں نے دیواروں سے موسیقی پھوٹتی ہوئی دیکھی تھی اور طلسمی عکس نما میں دروازے کے منظر دیکھے تھے اور یہ سب جدید دنیا کے ایک مہذب فرد نے دیکھا تھا۔ میں نے ان بوڑھے کاہنوں کی صحبت میں وقت گزارا تھا جو آنے والے وقت کی پیش گوئیاں اس طرح کر دیتے تھے

جیسے آنے والے وقت پر انہیں اختیار ہو، سو میرا کام اب دیکھنا اور ان غیر معمولی مشاہدات کی جوں کا توں قبول کرنا اور راست سمت میں عمل کرنا ہی رہ گیا تھا میں نے وہی کیا جو اس زمین کی سرشت تھی۔

کیا میں نے غلط کیا؟

اور اب جب توری کی طرف میری کشتی کا رُخ تھا اور لہریں مجھے اٹھا اٹھا کے توری کی پُر اسرار زمین کی طرف دھکیل رہی تھی جہاں اقابلا کے قصر کا دروازہ تھا۔ کئی خیال میرے ذہن میں سمندری لہروں کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ ''اب کیا ہوگا؟'' کوئی مجھ سے سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تمہارا کام مکمل ہوگیا؟ کیا تم نے جتنا خون پینا تھا، پی لیا؟ کیا جتنے انسانوں کو جاراکا کی موتی پر قربان کرنا تھا کر دیا؟ کیا تم نے وہ منصب حاصل کر لیا کہ قصر اقابلا کا دروازہ تمہاری ایما سے وا ہو جائے؟''

''مجھے نہیں معلوم، اب کیا ہوگا۔'' میں نے چلا کر کہا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ ''میں کچھ سوچنا نہیں چاہتا۔'' میں نے کرب سے کہا۔ ''کیا میں کچھ سوچنے پر قادر ہوں؟ میں سر نگا تو نہیں ہوں۔''

میں نے خود اپنا مذاق اُڑایا اور ان وحشت انگیز خیالوں سے نجات کے لئے سمندر میں کود گیا۔ کشتی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں نے اندر ڈوب جانا چاہا لیکن کشتی پھر میرے قریب آ گئی، وہ میرے گرد گھومنے لگی۔ آخر میں نے اسے پکڑ لیا اور میری زندگی کی سانس ٹوٹتے ٹوٹتے رہ گئی۔

☆==========☆==========☆

ایک مدت بعد توری کی زمین نظر آرہی تھی۔ دُور تک پھیلا ہوا ساحل اور اس کے بعد گھنا جنگل۔ فرطِ مسرت سے میرے حواس منتشر ہونے لگے۔ میرا وطن آ گیا تھا۔ میرا آشیانہ آ گیا تھا۔ کشتی دھیرے دھیرے ساحل سے آ لگی۔ ساحل پر خموشی طاری تھی اور میرے دل میں شور مچا ہوا تھا۔ ساحل پر اُترنے کے بعد میں نے کئی بھرپور انگڑائیاں اور گہری گہری سانسیں لیں۔ میرے استقبال کا کوئی نہیں آیا تھا، شاید یہ میری خواہش کے مطابق تھا کیونکہ میں توری میں اچانک وارد ہونے اور اپنے لوگوں کو متعجب کرنے کی مسرت کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جھومتا ہوا میں جنگل میں داخل ہو گیا اور میں نے جنگل عبور کرنے کے بجائے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کے چند مسلسل اذیت ناک اور مشکل ترین طلسمی عمل کیے۔ اس دوران میں مجھے اندر ایک خلش سی محسوس ہوئی جیسے میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں۔ جیسے ابھی میں نے توری کی زمین پر آگے بڑھنے کا خراج ادا نہ کیا ہو۔ میرے جسم میں لرزش ہونے لگی اور میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''ہاں مجھے اس کا خیال ہے اور ابھی میں زندہ ہوں اور جب تک تیری طلب باقی ہے اور جب تک تیری نگاہ میں التفات کی کرن نظر آتی ہے میں تیرے لیے یہ مہم بھی کروں گا۔''

میری آواز کا سوز جنگل میں پھیل گیا اور اسی وقت میرے کانوں میں لطیف ترین موسیقی کا جادو جاگنے لگا۔ سارا جنگل ہلکی ہلکی گھنٹیوں کی آواز سے گونج اُٹھا جیسے ہندوستان کے جل ترنگ ایک ساتھ بج اُٹھے ہوں۔ ایک نفیس خوشبو جنگل میں ہر طرف اُڑنے لگی جو اقابلا کی پری چہرہ کنیزوں ہی کے بدن سے آتی تھی۔ میں نے بے چینی سے درختوں کے پار اِدھر اُدھر دیکھا اور دلکش نسوانی قہقہوں نے میرے کانوں میں شربت انڈیل دیا۔ پھر درختوں کے درمیان قصرِ اقابلا کی پری چہرہ نازنینیں مسکراتی گنگناتی جلوہ آرا ہوئیں۔ ان سرخ و سفید ماہ جبینوں کے بدن پھولوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ان کے تراشیدہ لبوں پر ایک توبہ شکن شوخی تھی۔ وہ اپنے مرمریں بازو وا کیے جھوم رہی تھیں۔ ان کی آمد سے جنگل کا یہ حصہ چشم زدن میں بہشت بریں بن گیا تھا۔ ان کے بدن کی چاندنی سے میری آنکھیں بار بار بند ہوئی جاتی تھیں۔ میں یہ نظارہ دیکھ کے دنگ رہ گیا۔ آہ! یہ مجھے اُس کے پاس لے جانے آتی ہیں۔ اس تصور ہی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں اپنے قابو میں نہ رہا۔ میں ان کے سینوں میں چھپنے اور بادلوں میں اُن کے ہمراہ اُڑنے کے لئے دوڑا، وہ شوخیاں کرتی ہوئی پیچھے ہٹیں اور لمحوں میں فضاؤں میں کہیں گم ہو گئیں اور میں نہ جانے کب تک ان کے جلوے سے بے خود رہا اور اس تماشے، اس لطف و کرم پر غور کرتا رہا۔

اس کے بعد میں شش و پنج کی حالت میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ سرسبز و شاداب جنگل میری تیز رفتاری کی وجہ سے جلد ختم ہو گیا اور پھر توری کا میدانی علاقہ شروع ہوا۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو کے جھونپڑیوں کی قطاریں دیکھنے لگا اور چپکے سے بستی کی طرف ہو لیا۔ میری خواہش تھی کہ میں سریتا کی پشت پر اس کے گلے میں ساحرِ اعظم جاملوش کا عطیہ، پھوؤں کا ہار ڈال دوں گا اور اس سے آنکھیں بند کر کے پوچھوں گا۔ ''بتاؤ کون ہے؟''

لیکن میں بستی کی طرف چند قدم ہی بڑھا تھا کہ میں نے دیکھا بوڑھا سرنگا میری طرف بھاگتا اور چیختا ہوا آ رہا ہے۔ ''جابر بن یوسف! سیدی جابر! پہلے میری بات سنو۔''

میں نے جوشِ مسرت میں جواب دیا۔ ''سرنگا۔ سرنگا! میرے بوڑھے دوست! تم کیسے ہو؟''

لیکن میری آواز سننے والا وہاں کون تھا؟ کوئی بھی نہیں، سارا راستہ سنسان پڑا تھا۔

میں نے بستی کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اُس طرف جانے لگا جہاں ہندی بوڑھا سرنگا غار میں اپنی چھوٹی سی مورتی کے ساتھ ریاضت کرتا تھا۔

میری رفتار تیز ہوگئی۔

اور ایک غبار نے میرے وجود کا احاطہ کر لیا۔ کیا میری عدم موجودگی میں توری میں کوئی انقلاب برپا ہو گیا ہے؟

ابھی ابھی اس جنگل کی خاموش فضاؤں میں اقابلا کی پری جمال کنیزوں کی نقرئی گھنٹیوں نے موسیقی بکھیری تھی اور ان کے شباب زار بدن نمودار ہو کے میرے دل و دماغ معطر کر گئے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ میرے طویل سفر کو شرف قبولیت بخشا گیا ہے اور میری کامرانیوں پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ خود میں نے جالوش کی خانقاہ کے طلسمی عکس نما میں سریتا کا جلوہ دیکھا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ توری کا سارا نظام جوں کا توں موجود ہے۔ ایک مدت بعد توری کی سرزمین پر میرے قدموں کے نیچے تھی اور اس بار میں پہلے سے زیادہ توانا اور مضبوط شخص بن کے آیا تھا کسی میں اتنی جرات نہیں تھی جو توری میں جابر بن یوسف کا اعزاز غصب کر سکے۔ کیا وہ شخص ایک ذلت آمیز موت کا خواہاں تھا؟

پھر سرنگا، میرا پُر اسرار درست کیا کہنا چاہتا تھا؟ کون سی ایسی خبر تھی جو وہ مجھے بستی میں داخل ہونے سے پہلے سنا دینا چاہتا تھا۔ وہ سرشاری، وہ ایک اضطراب آمیز مسرت جو توری میں قدم رکھتے ہی مجھ پر طاری تھی، اس کی جگہ تشویش نے لے لی تھی۔ میں جھنجھلاہٹ میں سرنگا کے غار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک عرصے تک غار میں اس کی موجودگی مستقبل کے بارے میں اس کی خوش فہمی کا ثبوت تھی۔ اس حماقت پر ایک خفیف سی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر کھیل گئی۔ غار کھلا ہوا تھا۔ میں دندناتا ہوا اندر داخل ہو گیا اور میں نے سرنگا کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح میں توری سے جاتے وقت اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہی اس کی مخصوص نشست اور آنکھوں کا مورتی کی جانب شدید قسم کا ارتکاز...... بالکل ساکت و جامد، جیسے کوئی مجسمہ یا کوئی دیوار، بڑھی ہوئی داڑھی، شکستہ چہرہ ماتھے پر شکنوں کا وسیع جال...... یہ سرنگا تھا میں اسے غور سے دیکھتا رہا اور اس کی جنبش کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں دبے قدموں اس کے قریب چلا گیا۔ غار میں موت کا پُرسکون مگر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ میں نے مورتی اٹھانے کی کوشش کی۔ اسی لمحے سرنگا نے اپنی آنکھوں کا زاویہ بدل دیا۔ مجھے وہ آنکھیں اس بار بہت گہری اور پُر اسرار لگیں۔ چند لمحے ہم دونوں ایک دوسرے سے نگاہیں ملائے خاموش رہے۔ پھر سرنگا کی آنکھوں کی سُرخیاں ماند پڑ گئیں اور اس کی ٹھوس آواز غار کے ویرانے میں گونجی۔ ”سیدی جابر! مجھے اُمید تھی کہ تم صحیح سلامت واپس آ جاؤ گے۔“

”ہاں۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”میں واپس آ گیا ہوں۔ سرنگا! تم سناؤ تم کیسے ہو، کیا اسی غار میں زندگی گزارنے کا ارادہ ہے؟“ میرے لہجے میں طنز کا عنصر شامل تھا۔

”میں تمہاری آمد کا انتظار کر رہا تھا۔“ سرنگا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے، تم وہی بات کہو گے جو ناممکن ہے۔ کیا تم نے بستی میں جانے سے پہلے ایک ہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے اپنی رونمائی کا تماشا کیا تھا؟“ میں نے بے دلی سے پوچھا۔

جواب میں سرنگا نے لب نہیں ہلائے۔ زمین سے مٹی کی ایک چٹکی بھر کر اسے غار کے دہانے کی جانب اچھال دیا۔ میں نے دھوئیں کے

سفید بادل غار میں لہراتے دیکھے۔ سرنگا نے حسب عادت غار محصور کر لیا تھا۔ ماورائی طاقتیں اب غار کے اندر ہماری باتیں نہیں سن سکتی تھیں۔ میں ہمہ تن گوش تھا۔ کچھ توقف کے بعد سرنگا نے مہر سکوت توڑی اور بھاری بھرکم آواز میں دوبارہ مخاطب ہوا۔ ''تمہارا سینہ اور شان دار ہو گیا ہے۔ تمہارے لیے یہ یقیناً فخر کی بات ہے مگر کیا ہمیشہ کے لئے تم نے اپنی گردن اتنے بوجھ سے آلودہ کرنے کی ٹھان لی ہے؟''

سرنگا کے تیکھے لہجے کا مجھ پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ میں اب اس سے اس تمکنت کے لہجے کی توقع نہیں کرتا تھا جب کہ وہ اپنی آنکھوں سے میری فضیلت کی اسناد میرے گلے میں آویزاں دیکھ رہا تھا۔ میں نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔ ''معزز سرنگا! میں نے اس زمین کے شایان شان اپنے آپ کو ڈھالنے کی سعی کی ہے اور اس وقت جب تم مجھ سے مخاطب ہو۔ بیک وقت کئی جابر بن یوسف تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ میں کوئی ایک شخص نہیں ہوں۔''

''میں نے تمہاری پیمائش کر لی ہے۔'' وہ بے نیازی سے بولا۔ ''بلاشبہ یہ ایک قابل فخر بات ہے، تم نے میرا راستہ اور قریب کر دیا ہے۔''

''تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''مجھے یقین ہے، تم کوئی اہم بات نہیں کہو گے۔''

''ہاں سیدی جابر۔'' وہ سرد آہ بھرتے ہوئے اعتماد کے لہجے میں بولا۔ ''ضروری نہیں جو بات میرے لیے اہم ہو، تمہارے لیے بھی ہو مگر تمہیں میری سفیدی کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔ یہ درخواست نہیں، ایک مشورہ ہے، یہ خواہش نہیں ایک حکم ہے۔ ایک بڑے کا چھوٹے کو حکم۔ گو تم ساحر اعظم جاملوش کی رفاقت سے سرفراز ہو کے آئے ہو۔ اس پُر اسرار دنیا میں تمہارے مشاہدات یقیناً حیرت انگیز ہیں اور تمہاری زندگی بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ یہ تمام فتوحات اور سرفرازیاں میری توقع کے عین مطابق ہیں۔ مگر تمہیں اب بھی میرے مشوروں اور ہدایتوں کی ضرورت ہے۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا اور کسی برتر شخص کی طرح مجھ سے مخاطب تھا۔ میں اس کے انداز تخاطب سے خاصا متاثر ہونے لگا۔ ''کیا تم سمجھتے ہو۔'' وہ ہاتھ اٹھا کے کہنے لگا۔ ''کہ کام ختم ہو گیا اور تم نے منزل مراد پالی؟ ابھی بہت کام پڑا ہے۔ اب تم پوری طرح ایک مسلح شخص ہو تاہم میں دیکھ رہا ہوں کہ تم عمر میں اور چھوٹے ہو گئے ہو۔ فضیلت کے ساتھ ساتھ تمہاری عمر میں اضافہ نہیں ہوا۔ جب تک یہ خلا پُر نہیں کر لو گے اُس وقت تک کوئی بات آسانی سے تمہاری عقل میں نہیں آئے گی۔ تمہیں سفید و سیاہ سمجھنے کے لئے ایک دیدہ جہاں گزیدہ کی ضرورت پڑتی رہے گی اور میں اپنا فرض نبھاتا رہوں گا۔''

''تم بالکل نہیں بدلے۔'' میں نے مسکرا کے کہا۔ ''مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تم میری برتری سے احساس کمتری میں تو مبتلا نہیں ہو جاتے۔ ایسے لوگ عموماً مستقبل کا خوف دلاتے رہتے ہیں اور اپنی بزرگی کا احساس جتاتے رہتے ہیں۔ سرنگا! تم غار میں بیٹھے ہو اور تم نے وہ کچھ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا ہے۔ وہ نہیں سنا جو میں نے سنا ہے۔ تم اپنی ریاضت و عبادت کے متعلق خوش فہمیوں اور خوش اعتقادیوں کا شکار ہو۔'' میں نے جھنجلا کے کہا۔

''میری آنکھوں میں جھانکو، ان آنکھوں نے جاملوش کا طلسم خانہ دیکھا ہے اور خود جاملوش کا دیدار کیا ہے۔'' کہتے کہتے میری آواز بلند ہو گئی۔

سرنگا نے اشارہ کر کے مجھے خاموش کر دیا، میں اس کے رویے سے کسمسانے لگا۔ ''زیادہ باتیں نہ کرو سیدی!'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''میں سب جانتا ہوں، سنو میرے عزیز! تم ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس جا رہے ہو۔ تم جو سوچ رہے ہو، وہ میں جانتا ہوں لیکن یقین کرو، جو میں کہتا ہوں، اسی میں نجات ہے۔ اب وہ وقت قریب آ چکا ہے جس کا سرنگا برسوں سے منتظر تھا۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ اگر تم نے دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا تو بہت جلد ہم یہ سحر توڑ کے نجات حاصل کر لیں گے۔''

''ہوں۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔ ''وہی بات۔ گویا تم یہ کہنا چاہتے تھے اس لیے میرے راستے میں مزاحم ہو گئے تھے؟'' پھر میں نے نرمی سے اُسے خطاب کیا۔ ''میرے بوڑھے دوست سرنگا! تم یہ سوچتے سوچتے اور بوڑھے ہو جاؤ گے۔ اسی غار میں تمہاری ہڈیاں سرمہ بن جائیں گی۔ اور تمہارا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ آؤ میرے ساتھ باہر آؤ، کچھ زندگی کا لطف اٹھاؤ۔''

''یہ سب ایک سراب ہے سیدی!'' سرنگا نے کمال سکون سے کہا۔ ''تمہاری آنکھیں صرف چیزوں کی اشکال و ہیئت دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں مگر وہ ان عناصر کو دیکھنے سے محروم ہیں جن کا یہ مرکب ہیں۔ تم کہتے ہو، یہ طلسم کا کارخانہ ہے اور تم نے خود دیکھا ہے کہ غیر متوقع طور پر یہاں کی زمین بگڑ جاتی ہے اور آسمان رنگ بدلنے لگتا ہے۔ اس حقیقت سے آگاہی کے باوجود تم نے اس طلسم کو ایک دائمی مظہر کے طور پر تسلیم کر لیا ہے، طلسم کا کیا ہے؟ آج ہے کل نہیں۔ طلسم طلسم کی زد پر آ جاتا ہے۔ تم عجیب و غریب مظاہر سے کھیلنے اور لطف اندوز ہونے کے بجائے ان میں ڈوب جانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ تم مجھے میرے منصب سے نہیں ہٹا سکتے لیکن میں تمہاری آنکھوں کا پردہ ہٹانے کی قدرت رکھتا ہوں۔ سیدی جابر! ماورائی طاقتوں کا سنہرا جال تمہارے گرد بُنا جا رہا ہے۔ میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان فتوحات اور اس کامرانی کے بعد کوئی بڑی توقع قائم مت کرنا۔ دانائی اور تحمل کی ضرورت ختم نہیں ہوئی بلکہ اب اس کی مزید ضرورت پڑ گئی ہے۔ تمہارے پیش نظر ایک ہی مقصد رہنا چاہیے کہ تم اس طلسم سے آزاد ہو کے کبھی مہذب دنیا میں واپس جاؤ گے۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ اگر یہ مقصد سامنے رہا تو صحیح طور پر فیصلہ کرو گے۔''

''ہاں۔ میرا مقصد۔'' میں نے چلا کر کہا۔ ''خوب، کیا اب بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے؟ میرا مقصد یقیناً تم جانتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے جزیرے سر کرنے، سرد و گرم برداشت کرنے، رنگ برنگی زمینوں کا طلسم دیکھنے اور ستم اٹھانے، جگہ جگہ خون سے اپنے ہاتھ رنگنے اور اتنے دور دراز سفر کے مصائف جھیلنے کی ضرورت محض اس وجہ سے پیش آ گئی تھی کہ میں مہذب دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا؟ نہیں، میں بہت پہلے اس طرف سے مایوس ہو چکا تھا۔ میرا مقصد میرے پیش نظر تھا اور وہ تھا اس ذات با کمال، اس حسن کامل کا حصول، وہ جو اس طلسم کی نگراں ہے جو حسن و جمال کا دریا ہے۔'' میں نے جذباتی ہو کے کہا۔

''اور میں یہی نکتہ تمہارے گوش گزار کرنا چاہتا تھا کہ تم اس کے قرب کی ہر رعایت حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے رہو گے اور کبھی اس کی طلب سے دست بردار نہیں ہو گے۔ اس کے لئے تمہاری دیوانگی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ تم اس کے خرمن دل میں اپنا چراغ روشن کرو گے۔ تم اس سنگ دل کو اپنی طلب صادق کی گرمی سے پگھلا دو گے۔ تم ایسی دھوم مچاؤ گے جو کسی نے نہیں مچائی...... پھر ایک دن میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں تم وہی فیصلہ کرو گے جو میں چاہتا ہوں، یا یوں کہہ لو کہ دونوں صورتوں میں نتیجہ ہمارے حق میں برآمد ہوگا۔ اس سے پہلے یہ ناممکن تھا کیونکہ پہلے تم اس کی رفاقت کے مدعی تھے۔ اب مستحق ہو۔ اب تم نے اپنا سینہ اور سجا لیا ہے اور اپنا احترام اس کی نظر میں بڑھا لیا ہے۔ اب تم آسانی سے اپنے جذبات منتقل کر سکتے ہو اور آسانی سے کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہو۔ ایک دن تمہاری عقل میری عقل سے ضرور مفاہمت کرے گی۔ میں مہذب دنیا کی واپسی کا اسی لیے ذکر کرتا ہوں کہ ایک گوشہ تمہاری عافیت کا ضرور رہنا چاہیے۔ ممکن ہے، تم کسی دن سنجیدگی سے سوچنے لگو مگر ابھی زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ابھی وقت اتنے قریب بھی نہیں آیا ہے۔''

''تم بہت بے معنی باتیں کر رہے ہو سرنگا!'' میں نے تلخی سے کہا۔'' کیا تم ہوش وحواس میں ہو؟ ایک طرف تم اقابلا کی طلب سے دست بردار ہونے کو منع کرتے ہو۔ دوسری طرف واپسی کا ایک خیال ذہن میں رکھنے پر زور دیتے ہو۔ ایک مرتبہ کہتے ہو کہ وقت آ گیا ہے، دوسری مرتبہ کہتے ہو کہ وقت ابھی دور ہے۔ کبھی کہتے ہو کہ یہ طلسم واسرار کا کارخانہ ہے۔ ہم چاروں طرف سے بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہو کہ ہمیں نجات کی کوشش کرنی چاہیے۔ کبھی اعتراف، کبھی انکار، شاید تم سٹھیا گئے ہو۔ تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو۔''

''میں نہیں......'' سرنگا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔'' ہاں تمہاری عمر پہلے سے کم ہو گئی ہے، تم اپنی گوناگوں طاقتوں کے نشے میں بہک سکتے ہو۔ میں کہتا ہوں اس نشے میں خود کو بھلانہ دینا۔ یہ مت بھول جانا کہ تمہاری نام کیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تاریک براعظم کی سحر خیز فضاؤں کی طرف اور بہت سی ماورائی طاقتوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دن ''

سرنگا نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔'' ایک دن......'' مگر وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''خاموش کیوں ہو گئے؟ مجھے بتاؤ تم نے کیا سونگھا ہے؟ بولو چپ کیوں ہو گئے؟'' میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' سرنگا بے رُخی سے بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے سے ہٹ کر مورتی پر جم گئی تھیں۔

''تم مجھے پریشان ہی کرتے رہتے ہو۔''

''وقت۔'' سرنگا نے دبنگ آواز میں کہا۔'' صرف وقت فیصلہ کرے گا کہ کس نے کس کو کتنا پریشان کیا ہے؟''

میں نے اپنے گھٹنوں میں سر دے لیا اور مجھے احساس ہوا کہ سرنگا کو میرے لہجے سے دکھ پہنچا ہو گا۔ میں چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔'' شاید میں غلط کہہ گیا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں بھول گیا تھا کہ تم میرے محسن ہو اور تم ہی نے مجھے انگروما کے باغیوں کے نرغے سے نکالا تھا۔ تم نے ہر موقع پر میری رہبری کی ہے۔ میں بڑا گستاخ ہوں۔ میں نے تمہاری بزرگی کا خیال بھی نہیں کیا۔ سرنگا۔'' میں نے خوشامدانہ الفاظ میں کہا۔'' سرنگا مجھے صاف صاف بتاؤ تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟''

''میں کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔ میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ میرے محترم بچے کہ اپنی آنکھوں سے وہی کام لینا چاہیے جن کے لئے وہ تمہارے چہرے پر نصب ہیں۔ اپنے حواس قابو میں رکھنا اور بدترین نتائج کے لئے تیار رہنا، تم نے بہت سی منزلیں سر کر لیں مگر یہ خیال رکھنا کہ تم سے پہلے بہت سے لوگوں نے اس سرزمین میں بڑا رتبہ حاصل کیا ہے۔ اس کا حاصل کیا نکلا؟ میں تمہیں یہ باور کرانا نہیں چاہتا ہوں کہ تم بھی دل شکستہ عالموں کی طرح کسی منفی نتیجے پر پہنچ جاؤ گے۔ یہیں تمہاری ذہانت کی آزمائش ہو گی۔ نہیں، یہ ضروری نہیں کہ تم بھی وہی راستہ اختیار کرو...... اگر تم سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکے تو ایسے وقت میں اپنی فکر میرے حوالے کر دینا۔ میری طرح سوچنے لگنا۔'' سرنگا نے شفقت سے کہا۔

میں زمین سے مٹی کریدنے لگا سرنگا کی باتیں بعید از فہم نہیں تھیں حالانکہ ان میں بڑا الجھاؤ تھا تاہم میں نے اپنے کان اسی کی سمت مرکوز کر رکھے تھے۔'' تمہیں اور کچھ کہنا تھا؟'' میں نے دبی زبان میں کہا۔

''نہیں'' سرنگا نے دھک سے کہا۔'' مجھے یقین ہے، اب تم توری کے بے تاب اور مشتاق ہجوم میں واپس جاؤ گے تو دانائی کا رویہ اختیار کرو گے اور اس شک سے ذہن خالی نہ کرو گے جو انسانی فطرت کا خاصہ ہے تشکیک نہ ہو تو زندگی جم جاتی ہے اور تشکیک ہو تو عذاب بن جاتی ہے۔ مگر کہاں

تشکیک ہو کہاں یقین، یہی دانائی کی کسوٹیاں ہیں۔ تم مجھ پر شک کر سکتے ہو، بظاہر اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مجھ پر شک کرنا دانائی سے بعید ہے کیونکہ زندہ حقیقتوں پر شک کرنے سے تم اپنے لیے اور الجھنیں پیدا کر لو گے۔ تمہیں دو حقیقتوں میں تمیز کرنا ہے۔ ایک میں ہوں۔ میرے پیچھے مہذب دنیا، میرا تمہارا ماضی ہے اور ایک یہ نامعلوم پُراسرار زمین۔ کون سی حقیقت قرین عقل ہے، کون سی بعید؟ سمجھ رہے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں۔''

''تم میرا سکون لوٹ رہے ہو؟''

''مجھے جو کچھ کہنا ہے، کہہ دیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔'' سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

''تم آبادی میں کیوں نہیں چلتے تاکہ میں تم سے رہبری حاصل کرتا رہوں، یہاں کب تک بیٹھے رہو گے؟''

''میں یہیں ٹھیک ہوں سیدی جابر! مجھے تم سے زیادہ تیز کام کرنا ہے کیونکہ میں ایک لڑکی کا باپ ہوں۔'' سرنگا کے لہجے میں تھکاوٹ تھی۔

''اوہ، ہو۔'' میں نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تم ایک روایتی مشرقی باپ ہو۔ تمہیں اُس کا کتنا خیال ہے، میرے غریب سرنگا، میرے ستم رسیدہ سرنگا! مگر وہ تو یہاں ایک شہزادی کی طرح رہ رہی ہے۔ جابر بن یوسف نے اسے ہمیشہ سب پر فوقیت دی ہے۔ وہ اسی طرح تر و تازہ اور سربلند رہے گی۔ جب تک میں موجود ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے جوش سے کہا۔

''وہ تمہارے پاس میری امانت ہے۔''

''میں نے اپنے تمام تر بے اختیار جذبوں کے باوجود اسے امانت ہی سمجھا ہے میں نے اس کی زہد شکن جوانی سے نظریں چرائی ہیں حالانکہ اس ماحول میں یہ ایک مشکل ترین کام ہے۔''

''جاؤ جزیرہ توری کے باشندے اپنے فضیلت مآب سردار کو خوش آمدید کہنے کے لئے بے تحاشا جنگل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہیں اپنا وزنی سینہ دکھاؤ اور سریتا جو ایک مدت سے تمہاری راہ تک رہی ہے، اس کی نگاہیں سیراب کرو میرے بعد تم ہی اس اجنبی دیس میں اُس کا سہارا ہو۔''

''سرنگا!'' میں نے مسرت سے چیخ کر کہا۔ ''میں تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھ رہا ہوں۔''

مگر دوسری ہی لمحے میرے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ سرنگا اپنی طویل ترین ریاضت میں ڈوب گیا۔ اس کی نگاہیں مورتی پر ٹک گئیں اور جسم بے جان ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ باقی کام میرا ہے کہ میں اپنی ذہنی استعداد کے مطابق اس کے پُر معنی بیان کی تشریح کرتا پھروں۔ میں نے اُسے دوبارہ نہیں چھیڑا۔ ہاں میرے ذہن پر اس کی عظمت اور بزرگی کا نقش اور گہرا ہو گیا۔ میں یہاں آنے سے پہلے سرنگا کے سامنے اپنی طاقتوں کے مظاہرے کی خواہش رکھتا تھا۔ میں اس کے سامنے اپنی سفلی طاقتوں کے ذریعے ایک اور سرنگا کا خیالی روپ پیدا کر کے اُسے چونکا دینا چاہتا تھا لیکن میری خواہش دل ہی میں رہ گئی۔ ان سب کرشموں کی نمائش مجھ سے نہ ہو سکی۔ میرے نوادر میرے سینے پر جھولتے رہے۔ جب میں غار سے واپس ہوا تو ذہن پر افکار کا ہجوم تھا۔ سرنگا کے جملے دماغ سے پیوست ہو گئے تھے۔ اس نے میرے اُبلتے ہوئے جذبات کا رخ موڑ دیا تھا۔ غار میں آنے سے پہلے میرے قدم بہک رہے تھے۔ آنکھوں میں گہرا نشہ تھا۔ دل مچلا جاتا تھا۔ غار سے آنے کے بعد مجھے اپنے پیروں کے نیچے سخت زمین کا احساس ہوتا تھا اور آنکھیں سفید و سیاہ کی تمیز کرنے میں پہل کر رہی تھیں دل کی دھڑکنوں میں اعتدال سا آ گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

میری رفتار میں اب پہلے جیسی تیزی نہیں رہی تھی۔

توری کے لوگوں کو میری واپسی کی خبر مل گئی تھی۔ میں اپنی سوچوں میں گم بستی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک مدہم سا شور سنائی دیا جس میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ وہ میری پذیرائی کے لئے ایک پرشکوہ جلوس کی صورت میں ناچتے گاتے میری سمت امڈ رہے تھے۔ جب درمیانی فاصلہ کم ہوگیا تو میں نے دیکھا توری کا کاہن اعظم سب سے آگے تھا۔ اس کے دائیں بائیں میرے نائبین فزار اور زارے تھے۔ یہ پُرشوق ہجوم دیکھ کر میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیرنے لگی۔ خود بخود میرے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ سرنگا کا ہیولا غائب ہوگیا جو غار سے اب تک میرے ذہن پر مسلط تھا۔ میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہوگیا۔ سیاہ فام انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میرے قریب آ کے رک گیا تھا اور زمین پر عقیدت و احترام سے دراز ہوگیا تھا۔ ان میں صرف ایک شخص کھڑا تھا۔ وہ سمورال تھا جو حیرت سے میرا سینہ دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ گیا، میرے سینے پر جالموش کی مالا اور دیوتاؤں کے نوادر دیکھ کے اس کے چہرے پر استعجاب کے جو تاثرات اُبھرے، وہ میرا غرور دو چند کر گئے۔ میرے دونوں نائب میرے قدموں میں سجدہ ریز تھے۔ یہ ایک دل خوش کن منظر تھا حالانکہ مختلف جزیروں میں اس قسم کے مناظر میرے لیے عام تھے لیکن یہ توری کی سرزمین تھی جہاں سے میں ابھرا تھا اور جہاں شناسا چہرے ہر طرف دکھائی دیتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ میرے لوگ ہیں اور میں ان کا پروردہ ہوں۔ جیسے وہ میری بلند اقبالی سے مرعوب و متاثر نہیں ہیں بلکہ مسرت سے کھلے جا رہے ہیں۔ مجھے یہ امید تھی کہ سمورال میرا سینہ دیکھ کے استعجابیہ کلمات ادا کرے گا' کہے گا کہ آہ! یہ تم ہو جابر بن یوسف؟ تم تو پہچانے نہیں جاتے' کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ سچ بتاؤ' تم ساحر اعظم جالموش سے بھی ملے ہو؟ میں تمہاری عظمتوں کے سامنے سر جھکاتا ہوں مگر سمورال نے کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا یا جھجک رہا تھا۔ میں نے ہی آگے بڑھ کے اس کی ہاتھ تھام لیے اور مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔ ''کیوں مقدس سمورال' جزیرہ توری کے کاہن اعظم تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا تمہیں میری واپسی کا یقین نہیں تھا۔''

''جابر بن یوسف' تمہارا شاندار سینہ میری نظریں خیرہ کر رہا ہے۔'' سمورال کے لب کھلے اور اس نے اپنی آواز میں تمام تر تاثر سمیٹتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے ساتھ دیوتاؤں نے نوازشوں میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ یقیناً تم اس کے مستحق سمجھے گئے ہوگے۔ دیوتا اس کو سرفراز کرتے ہیں جو سرفرازی کا اہل ہوتا ہے۔''

''لیکن مجھے اپنا وہ وعدہ یاد ہے جو میں نے تمہاری عبادت گاہ میں کیا تھا۔ میں تمہیں اپنا اتالیق سمجھتا ہوں۔ تمہارا درجہ میری نظروں میں اب بھی وہی ہے' جو پہلے تھا۔ مجھے تمہاری نوجوان لڑکی ترام بار بار یاد آتی ہے۔ جس کی افسوس ناک موت کا ذمہ دار میں ہوں۔ مجھے تمہاری پناہ گاہ یاد آتی ہے۔ تم نے بوڑھے زاہد کے غار میں مجھے جو علوم سکھائے' وہ میرے علم و فضل کی ابتدا تھے۔ میں یہ اعانت کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔'' میں نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ ''تم ایک عظیم آدمی ہو۔'' سمورال کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''آہ مجھے جلد از جلد یہ مژدہ سناؤ کہ اب اس ماہ لقا کی رفاقت میں کتنی فصیل حائل رہ گئی ہے۔ میں نے اس پری چہرہ ہی کے لیے ہی تو یہ سب کیا ہے۔ مقدس سمورال بتاؤ! کیا میں اس کی نگاہ التفات کے انداز کا مستحق ٹھہرا یا نہیں؟''

''ابھی تو تم توری آئے ہو جابر بن یوسف! دیکھو وہ تمہیں کیا نوید سناتی ہے اور اس کی طرف سے کیا پیغام آتا ہے۔ وہ سب سے برتر ہے، کون اس کی منشا کے متعلق قیاس کر سکتا ہے۔ تم اپنے جذبے کی صداقت پر ہمیشہ پُرامید رہ سکتے ہو۔'' سمورال نے خوش اطواری سے کہا۔

''ہاں۔'' میرے لہجے پر اداسی طاری ہوگئی۔ ''اور اگر اب بھی اس نے بخل سے کام لیا تو میرے زندہ رہنے کا کیا سبب رہ جائے گا؟''

''تمہیں اس کی طرف سے کسی پیغام کا انتظار کرنا چاہیے۔''

''انتظار؟'' میں نے دل گرفتگی سے کہا۔ ''تا کبے؟''

''جب تک تمہارا سانس تمہارے حلقوم میں جاری ہے۔''

''تم سچ کہتے ہو، میں ایسا مثبت انتظار کر سکتا ہوں۔''

''وہ تمہارے احساسات سے پوری طرح واقف ہوگی۔''

''وہ بڑی سنگ دل ہے، بڑی مردم آزار ہے۔''

''وہ تم سے ناراض ہو جائے گی۔ اضطراب کی یہ کیفیتیں کم کرو جابر بن یوسف! وہ تاریک براعظم کی حکمراں ہے۔ دیکھو، تمہارا قبیلہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ اسے زمین سے اٹھنے کا حکم دو اور اپنا چہرہ دکھاؤ...... انہیں اپنا سینہ دکھاؤ۔''

''میں سوچتا تھا کہ توری میں وارد ہوتے ہی سب سے پہلے میں اس کے قصر کا دروازہ تلاش کروں گا اور تم سے اصرار کروں گا کہ تم مجھے اس کے روبرو لے چلو۔ میں صرف ایک نظر اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ آہ کتنی مدت ہوگئی اس ستم بر کو دیکھے ہوئے۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''وہ تمہیں اپنے قرب سے ضرور نوازے گی۔''

''انتظار کرتے کرتے میرا دم نکل جائے گا۔''

''اور یہ ایک سرفراز موت ہوگی۔'' سمورال نے کہا۔

''لیکن میں یہ موت قبول کرنے سے پہلے ہر طرح کی جدوجہد کروں گا۔ میں تاریک براعظم کے ان عاملوں کی طرح تھک کے نہیں بیٹھ جاؤں گا جو اس کی طلب سے دست بردار ہوگئے۔'' میں نے نخوت سے کہا۔

''فرزاروں اور زارے کو اٹھنے کا حکم دو۔'' سمورال نے موضوع بدلتے ہوئے مجھے ہدایت کی۔ میں نے اپنے حلق سے مختلف قسم کی آوازیں نکالیں جن کا مطلب تھا کہ ان کی عقیدت ان کے سردار تک منتقل ہوگئی ہے۔ اب وہ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں۔

جیسے ہی میری آواز ان تک پہنچی، زمین پر لیٹے ہوئے انسانی ہجوم میں بھونچال سا آگیا۔ وہ گرتے پڑتے، اچھلتے کودتے میری طرف بڑھے اور ایک فاصلے سے ٹولیوں کی شکل میں واپس ہونے لگے۔ پھر ایک شور چہار اطراف مسلط ہوگیا۔ انہوں نے اپنے اعضا کو حرکت دینے میں ایسی پھرتی، ایسی تیزی دکھائی کہ نظر ٹھہرنی مشکل ہوگئی۔ نقارے بجے اور ہڈیوں، پتھروں کے بنے ہوئے باجوں سے فضا گونجنے لگی۔ ''ہو ہا، ہا ہو، رامی راہو، ہو راہی ہا، غورا ہا غورا ہا ہا۔'' کا آہنگ ان کے رقص میں شامل ہو کے اور شدید ہوگیا۔ اس صوتی تاثر کو الفاظ کی شکل دینا مشکل ہے۔ میرے

سامنے توری کی ان نوخیز لڑکیوں کا غول آ گیا جن کا انداز اپنے نئے سردار پر وارفتہ وشیدا ہونے کا اظہار کرتا تھا۔ وہ سیاہ گلاب۔ ان کے لب ایسے تر، ایسے شاداب تھے جیسے شبنم پھولوں کی پنکھڑیوں پر مسکراتی ہے۔ جب میں ان میں شامل ہو گیا تو ان کے مستانے پن کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ فورِ مسرت سے چیخنے لگے اور نوجوان لڑکیوں نے میرے گرد گھیرا تنگ کر لیا۔ اس جھنڈ میں مجھے ان کے جسموں کے کانٹے چبھنے لگے اور رگ و پے میں ایک شیریں درد وکرب کا احساس بپا ہوا۔ میں سرتیا کو تلاش کر رہا تھا۔ میری تلاش بے سود تھی۔ اس کی نخوت کا عالم میں بھول گیا تھا مجھے خود جا کے اسے اپنی آغوش میں سمیٹنا تھا۔ چنانچہ میں نے اس غول بیاباں سے نکلنے میں عجلت کی۔ میں چلا تو میرے عقب میں انسانوں کا ایک سیل چلا۔ کاہن اعظم سمورال اس ہنگامے میں کہیں گم ہو گیا۔ فزار واور زار ے بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

میں اپنے مکان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا۔ سرتیا نے اس کا حلیہ تبدیل کر دیا ہے۔ پتھر کے دروازے کے باہر پھول کھلے ہوئے ہیں اور تناور درخت بکھرے ہوئے ہیں۔ سرتیا۔ فروزیں، جولیا، مارشا اور سیاہ فام کنیزوں کا ایک دستہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ مجھے اپنی جلو میں لینے کے لیے مضطرب تھا۔ میں نے سرنگا کی لڑکی سرتیا کا جلوہ دور ہی سے دیکھا۔ اس کی صحت پہلے سے اچھی نظر آتی تھی۔ ساتھ کھڑی فروزیں کا چہرہ چمک رہا تھا۔ وہ ایرانی لڑکی جو میری دست برد سے محفوظ رہ گئی تھی۔ قریب جا کے مجھے اپنے آپ پر اختیار نہ رہا۔ میں نے لپک کے سرتیا کا ہلکا پھلکا سراپا اٹھا لیا اور اس کی پیشانی پر ان گنت بوسے ثبت کیے۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لیے کہیں سے اتنی محبت سمٹ آئی کہ میرا اظہار ماند پڑنے لگا۔ میں اسے اپنے سینے میں چھپا لینا چاہتا تھا مگر میرے نو اور اس کے نازک بدن کو ٹھیس پہنچاتے۔ چنانچہ میں اسے کسی شاخِ ثمر بار کی طرح ہاتھوں پر اٹھائے رہا۔ وہ مشرق کی بیٹی کی طرح شرمانے لگی۔ ''سیدی جابر! تم آ گئے۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، کیا تمہیں اپنی آنکھوں پر شبہ ہے۔''

''تم بالکل وحشی ہو گئے ہو۔'' اس کی آنکھوں میں قندیلیں روشن تھیں۔

''تم بھی جنگلی ہو گئی ہو۔''

''تم اتنے دنوں بعد کیوں آئے؟'' اس نے شکایت کی۔

''میں جزیرے پر جزیرے فتح کرتا رہا۔ میں نے سوچا یہاں رہنے کے لیے ضروری ہے کہ برتری ہی سے رہا جائے سو تم دیکھو، میرا سینہ کیسا بھاری ہے۔''

''کیسی اول جلول چیزیں لٹک رہی ہیں۔ کیا یہ تمہیں اچھی لگتی ہیں۔''

''ارے، یہ عظمت وطاقت، فرزانگی ومردانگی کی علامتیں ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہیں کہ جابر بن یوسف ایک بہت بڑا درخت بن گیا ہے جس کی چھاؤں میں تم اطمینان سے چہلیں کر سکتی ہو۔'' میں نے اس کی زلفیں اڑاتے ہوئے کہا۔

''اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔''

''کون کافر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ تو اوپر سے حکم آتا ہے۔ اوپر کا حکم ٹالنے کی جرأت نہ تم میں ہے، نہ مجھ میں۔ ہم سب سردار ہونے

کے علاوہ غلام بھی تو ہیں۔"

"پتہ نہیں۔ یہ غلامی کی رات کب ختم ہو؟"

میں نے اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ فروزیں میری طرف مشتاق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ان سب کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ تاریک براعظم میں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے۔ فروزیں کی آنکھیں اور گہری، چہرہ اور سرخ ہو گیا تھا۔ یہی حال جولیا اور مارشا کا تھا۔ میں نے فروزیں کی ٹھوڑی اوپر اٹھا کے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "اب میرے متعلق کیا ارادہ ہے؟" اس کے ایرانی نقش و نگار جھینپنے لگے۔

"سیدی! اب بھی وہی حال ہے۔"

"تمہارے دل نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا؟"

"اب تم آئے ہو تو دیکھو کیا ہوتا ہے" وہ نگاہیں جھکا کے بولی۔

"میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"جیسا کہ تم نے مجھے اجازت دی ہے، میں اس پسندیدگی کا یقین چاہتی ہوں، ورنہ تم یہاں کے سردار ہو اور میں تمہاری رعایا۔"

"اوہ۔ تم تو بالکل نہیں بدلیں، وہی باتیں، بہرحال میں اپنی اجازت کی توسیع کرتا ہوں۔"

"لیکن، میں نے ایسی کوئی اجازت حاصل نہیں کی ہے۔" جولیا نے درمیان میں آ کے کہا۔

"تم نے یہ زمانہ کس طرح گزارا جولیا؟"

"تمہاری یاد میں، تنہائی میں، تمہاری رفاقتوں کا تصور کر کے، ہر چند کہ یہاں کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی لیکن ہم نے جبراً خود ایسا کر لیا۔"

جولیا اور مارشا کی بے حجاب باتیں سرتیا معصومانہ انداز سے سن رہی تھی، جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔ پھر مجھے ڈاکٹر جواد بھی نظر آیا۔ میں نے اسے پاس بلا کے کہا۔ "وہ بھاگ گئی۔"

"کون سیدی؟" مجھے متوجہ دیکھ کے وہ بوکھلا کر بولا۔

"فلورا۔ وہ شاید باغیوں کے جزیرے انگروما چلی گئی۔"

"وہ تمہیں اب تک یاد تھی۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا؟"

"نہیں، اس کو دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔"

"سیدی! تمہارے جانے کے بعد بڑی اداسی رہی۔"

"ڈاکٹر جواد، تم منافقت کی باتیں نہ کرو۔"

"شاید تم نے صدق دل سے میرے سابق گناہ معاف نہیں کیے"

"نہیں، مگر تمہاری باتوں پر شبہ ہی ہوتا ہے۔"

''میں بڑا بد بخت ہوں۔ تم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ سچ پوچھو تو جابر بن یوسف، ہم سب تمہاری وجہ سے زندہ ہیں، سیدی! کیا ہم اس مٹی کو عزیز ہو جائیں گے۔''

''یہ مٹی تو بہت دلکش ہے جواد! یہاں برہنہ لڑکیاں دعوت دیتی ہوئی جلوہ آرا ہیں اور تم جیسا ہوس پرست شخص موجود ہے۔ یہاں تمہارے پاس کیا کمی ہے؟ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔ کیا وہ رشتے جن میں تم مہذب دنیا میں جکڑے ہوئے تھے، دائمی رشتے تھے۔ وہ سب بتائے ہوئے رشتے تھے، تم وہی روایت دہرا سکتے ہو۔ زندگی وہاں بھی گزارنا تھی، یہاں بھی گزر رہی ہے، سب کچھ بھول جاؤ اور خود کو حالات کے سپرد کر دو۔''

''تو کیا اب ہم کبھی واپس نہیں جائیں گے؟''

میں نے سرمستی سے ایک قہقہہ اٹھایا۔ ''واپسی؟ اندھے راستہ ڈھونڈ سکتے ہیں؟ ڈاکٹر جواد، تمہاری حیثیت یہاں ایک اندھے کی سی ہے۔''

''مگر تم نے تو روشنی پالی ہے۔ کیا تمہاری آنکھیں ہماری رہبری نہیں کریں گی؟'' ڈاکٹر جواد نے پُر امید لہجے میں کہا۔

''میری آنکھیں چکا چوند ہو گئی ہیں ڈاکٹر جواد!'' میں نے رسانیت سے کہا۔ ''میں نے اتنا کچھ دیکھا ہے کہ اب مزید کچھ دیکھنے کی تاب نہیں۔''

سرتیا نے میری انگلی پکڑلی اور اشارے سے مجھے اندر آنے کو کہا۔ اندر دو کمرے نہیں، کئی کمرے تھے، پتھر کے بنے ہوئے کمرے، پتھر کے فرنیچر سے آراستہ، میں یہ ساز و سامان دیکھ کے تعجب میں پڑ گیا۔ گویا سرتیا اور اس کی مہذب ساتھیوں نے یہ سارا عرصہ اس مکان کی تعمیر اور آرائش میں صرف کیا تھا۔ مجھے اندر ایک چوکی پر بٹھا دیا گیا اور سرتیا میرے پہلو میں بیٹھ گئی۔ باقی لڑکیاں زمین پر بیٹھ گئیں۔ میں باری باری ان سب کی خیریت پوچھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں فزارو اور زارے بھی ہانپتے کانپتے اندر داخل ہو گئے اور سمورال کی آمد کا گجر بجا۔ مشروبات، پھل، گوشت کے پارچے زمین پر سجا دیئے گئے۔ میں نے زارے کا خنجر لے کر ایک بڑے گھڑے کو نشانہ بنایا۔ خنجر لگتے ہی گھڑے سے مشروب بہنے لگا اور میرے اشارے پر سیاہ فام لڑکیوں جولیا، مارشا اور زارے اور فزارو نے زمین چاٹ چاٹ کر اپنا حلق تر کرنا شروع کر دیا۔ پھر لڑھکتی ہوئی لڑکیوں نے مجھے ایک گھڑا پیش کیا جو میں نے فروزیں پر لوٹ دیا۔ وہ چیختی ہوئی اٹھی۔ اس کا سارا بدن بھیگ گیا تھا۔ کمرے میں قہقہے گونجنے لگے۔ فروزیں کا سرخ و سفید عریاں سراپا مشروب میں بھیگا ہوا اور دلکش بن گیا تھا۔ قطرے اس کے جسم پر نیچے کی طرف بہہ رہے تھے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے دوبارہ اپنے پاس بٹھایا اور نیچے ڈھلکتے ہوئے قطروں پر زبان لگا دی۔ سرتیا نے میرا بازو پکڑا۔ ''سیدی جابر تم کیا یہی طور طریق سیکھ کے آئے ہو؟''

فروزیں کسی بھیگی ہوئی فاختہ کی طرح میرے قریب بیٹھی تھی اور مجھے اس کی حواس باختگی، سراسیمگی، وحشت دیکھ کے اور لطف آ رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے سرخ بدن میں خنجر بھونک دوں اور ابلتے ہوئے خون سے منہ لگا دوں۔ سرتیا نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا ورنہ میں کیا کر گزرتا کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میری آمد کے سلسلے میں سجی ہوئی یہ بزم کاہن اعظم سمورال کی آمد کے سبب درہم برہم ہو گئی۔ تمام لڑکیاں یکے بعد دیگرے کمرے سے چلی گئیں۔ میں نے سمورال کو خود سے اونچی نشست پر بٹھایا اور اپنے گلے کے تمام نوادرات اتار کے اس کے سامنے رکھ دیئے۔ وہ انہیں ٹٹول ٹٹول کے دیکھتا رہا۔ میں ان میں سے ہر ایک سے وابستہ کہانی سناتا رہا۔ جزیرہ امسار کی فضیلت کی سند طلسمی ہیرا اور جالوش کا عطیہ پھوؤں کا ہار سمورال نے بطور خاص توجہ سے دیکھا۔ ''یہ حیرت انگیز نوادر ہیں۔'' سمورال نے اپنا تاثر ظاہر کیا۔

''اور صرف یہی نہیں۔ یہ تو ظاہری علامتیں ہیں۔ میرے دن ضائع نہیں گئے۔ میں نے امسار میں جارا کا کی عبادت گاہ اور جالوش کے طلسم خانے کی ساری ریاضتوں کی تفصیل سنائی۔ ''میں باطنی طور پر بھی خود کو بہت آسودہ محسوس کرتا ہوں۔''

''جسے ساحر اعظم کے علاقے میں داخلے کی اجازت مل جائے، اس کا شمار تاریک براعظم کے برگزیدہ اشخاص میں ہو جاتا ہے۔'' سمورال نے افتخار سے کہا۔ ''اور تم نے یہ اعزاز حاصل کر لیا ہے۔''

''میں نے جالوش کی انگلیاں چابی ہیں اور وہاں ایک بوڑھی مکروہ عورت کے خشک پستانوں سے شیر طاقت پیا ہے لیکن توری میں آ کے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مجھے ان مصائب سے گزرنے اور توانائیاں حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں نہ ان طاقتوں کا اظہار ہو سکتا ہے اور نہ اتنے مناصب حاصل کرنے کے بعد قصر اقابلا کے دروازے میرے وجود کے استقبال کے لیے وا ہوئے۔ مجھے یہاں حبس سا محسوس ہو رہا ہے۔'' میں نے کسمسا کے کہا۔

''نہیں نہیں جابر بن یوسف! توری میں تمہاری خالی الذہنی کا یہ احساس بے جا ہے۔ یہ تمہارا علاقہ ہے۔ یہاں تم اپنی طاقتوں کا اظہار کس سے کرو گے؟ مقابلے پر کوئی بھی موجود نہیں ہے سبھی نے تمہیں اس علاقے کا طاقت ور شخص سمجھ لیا ہے۔ تمہیں کسی سے ڈر نہیں، کیا یہ کوئی کم بات ہے؟ اب تاریک براعظم میں بہت سے سحر تم پر کارگر نہیں ہو سکتے تم ایک ناقابل تسخیر شخص کی صورت میں ابھر رہے ہو۔ اگر تمہاری جستجو اور علم کی طلب کا یہی جوش رہا تو جو آنکھیں تمہاری طرف اٹھیں گی وہ بینائی سے محروم ہو جائیں گی۔'' سمورال نے بلاغت سے میری مدح سرائی کی۔

''کیا تمہیں اس کی طرف سے کوئی اشارہ ملا ہے۔''

''مجھے حکم دیا گیا تھا کہ جزیرہ توری کے سردار کو عزت و تکریم سے بستی میں لایا جائے کیوں کہ اس کا مرتبہ بڑھ گیا ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کے کہا۔ ''ستم ظریفی، لب کشائی بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ تیور کیسے دلبرانہ ہیں۔ صرف ایک حکم کیوں جاری نہیں کیا جاتا، تا کہ تم میرا سر اس کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرو۔''

''تم اپنی زندگی سے مایوس معلوم ہوتے ہو۔ ابھی وقت بہت پڑا ہے۔'' سمورال نے نرمی سے کہا۔

''سمورال! اس کی خدمت میں میرا پیغام پہنچا دو کہ دیر ہوئی تو میں اپنی سانسوں کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس سے کہہ دو کہ اب اور امتحان میں نہ ڈالے۔'' میں نے کرب سے کہا۔

''میری پیغام رسانی سے پہلے ہی وہ تمہارے قلب کی ہر کیفیت سے آشنا ہو گی۔ ممکن ہے وہ خود ہی تم سے رابطہ قائم کرے۔''

میں صرف اقابلا کی بابت بات کرتا تھا اور کاہن اعظم سمورال بلاغت سے اسے ٹال دیتا تھا۔ ابھی بھی مجھے توری میں آئے دیر نہیں ہوئی تھی لیکن مجھے یہ افسوس ہو رہا تھا جیسے میں برسوں سے یہاں ہوں اور برسوں سے اقابلا کی طرف سے سلسلہ جنبانی نہیں ہوئی ہے۔ میں اپنی مضطرب حالت سے خود خوف زدہ تھا کہ توری آنے کے بعد اسے دیکھنے، اس کے پاؤں کو بوسہ دینے اور اس کے بدن سے خوشبو چرانے کا اشتیاق فزوں ہو گیا تھا چنانچہ میں بار بار سمورال سے اسی کا تذکرہ کرتا تھا اور میرا دل انجانے وسوسوں سے دھڑکنے لگا تھا۔ ایک بے اعتباری کی سی کیفیت درون خانہ

سرایت کر گئی تھی۔ میں نے شاید توری آ کے غلطی کی تھی۔ توری میں اس کے قصر کا دروازہ تھا۔ توری میں اس کی قربت کا احساس سوا ہو جاتا تھا جو بڑا عذاب ناک تھا۔ اتنی ہی دیر میں وہ شمع ماند پڑنے لگی جو توری آنے تک جولانی کے ساتھ میرے خانہ دل میں فروزاں تھی۔ جسم دکھنے لگا تھا، کہیں گردن ڈال کے درخت کے سہارے بیٹھ جانے کو طبیعت کرتی تھی۔ سمورال نے میرے نوادر میرے گلے میں ڈال دیئے۔ مکان کے باہر میری آمد کا غلغلہ تھا۔ سارا جزیرہ مسرت سے چیخ رہا تھا۔

سمورال کے لب و لہجے میں خاص فرق آ گیا تھا۔ آج وہ میری ہر بات پر حیرت کا اظہار کرتا تھا اور مجھے اس طرح گھورنے لگتا تھا۔ جیسے میں اس کے لیے گلے میں لٹکنے ہوئے عجائب میں سے کوئی عجوبہ ہوں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کے کھلی فضا میں لے آیا۔ باہر توری کی گلیوں میں بے قابو انسانوں کا جم غفیر تھرک رہا تھا۔ ہمارے احترام میں انہوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ بستی کے آخری سرے کی اونچائی پر کھڑے ہوئے ہم نے سامنے کا منظر دیکھا۔ یہاں سے توری کے دونوں قبیلوں کی آبادیاں میلوں تک پھیلی ہوئی صاف نظر آتی تھیں۔

''تم نے اپنے لیے ان لوگوں کا جوش و خروش دیکھا؟'' سمورال نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ان میں پہلے سے زیادہ شدت آ گئی ہے۔''

''جب وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا سردار ناقابل تسخیر ہے، دیوتا اس پر مہربان ہیں تو وہ خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے سردار کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ تمہاری طاقت دیوتاؤں کی خدمت میں ان کی سفارش ہے۔ کیا اس منظر میں تمہارے لیے کوئی دلکشی نہیں؟'' سمورال نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں۔'' میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ ''بعض اوقات مجھے ان کی پرستش، ان کی غلامانہ سرشت، ان کی محکومی سے نفرت ہوتی ہے، میں ان سے سرکشی کی خواہش رکھتا ہوں۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اطاعت کے سوا کہیں کچھ اور نہیں ہے تو میں ایک اداسی محسوس کرتا ہوں۔ تم یہ بات بخوبی جانتے ہو کہ میں غلاموں کی تعداد بڑھانے کی لذت سے بہرہ ور ہونے کے بجائے صرف اسی کا طالب تھا۔ میں تاریک براعظم کے جزیروں کے ان سرداروں سے مختلف ہوں جنہوں نے غلاموں کی حاکمیت پر قناعت کر لی ہے۔ اگر میں چاہتا تو اور جزیرے سر کرتا اور اگر میں چاہوں تو تاریک براعظم میں کوئی جزیرہ میری حاکمیت سے بچا نہ رہے۔ جیسے جیسے میں زمینوں سے گزرتا گیا۔ انہوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور اپنی مالائیں میرے گلے میں ڈال دیں لیکن میں اتنے غلاموں کا کیا کروں گا۔ یہ سب تو میں نے بینرنار کے مفرور زبرگا اور اس کی محبوبہ فلورا کے تعاقب میں کیا تھا اور جب وہ سمندر میں کہیں روپوش ہو گئے یا انگروما چلے گئے تو میں مزید جزیرے سر کرنے کے بجائے توری واپس چلا آیا۔ توری ہی میرا مقصود تھا۔ توری میری منزل تھی۔ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو؟''

سمورال نے اثبات میں گردن ہلائی اور کسی گہری فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے توری کی طرف دیکھا۔ مجھے قطاروں میں بنی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تاحد نظر دکھائی دیں۔ انہیں دیکھ کے مجھے جزیرہ اسماریاد آ گیا۔ جہاں سرخ و سفید پتھروں کے محلات بنے ہوئے تھے۔ جزیرہ توری عمارتی اعتبار سے بڑا پسماندہ تھا۔ میرے دل میں شدید خواہش ابھری کہ توری جزیرہ اسمار کی طرح خوب صورت ہو جائے۔ سو میں نے جاملوش کا ہار اپنے ہاتھ میں دبا لیا اور میری آنکھیں آگ اگلنے لگیں جسم لرزنے لگا۔ سمورال مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ میری دیوانگی پر کیا سوچ رہا ہوگا۔ یقیناً

وہ طلسمی علوم کی ان بلندیوں تک پہنچا تھا جو مجھے ساحر اعظم جالموش نے ایک نظر میں عطا کر دی تھیں اور جن سے کام لینے کا مجھے کم ہی موقع ملا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور بستی کی جانب گردش کرنے لگا۔ سمورال کبھی میری جانب دیکھتا، کبھی بستی کی جانب، میں اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہراتا رہا۔ میرے ہاتھوں میں جالموش کا ہار موجود تھا۔

''جالموش تیرے لیے۔'' میری آواز توری کی تمام آوازوں پر چھا گئی۔ ''تیرا غلام جابر بن یوسف تجھ سے مخاطب ہے، اپنے سحر سے اسے فیض یاب کر اور اسمار کی طرح توری کی سرزمین کو جنت کدہ بنا دے کہ جابر بن یوسف اپنے قبیلے کے لوگوں کو تیرے علاقے سے واپس آ کے تحائف سے نوازنا چاہتا ہے اور اگر یہ خواہش غلط ہے تو میری زبان سی دے تاکہ میں مزید کچھ نہ کہہ سکوں۔ مجھے توری کے لوگوں سے یک گونہ رفاقت ہے۔ ان کے سردار کی عز وشان میں اضافہ کر اور زمینوں سے پتھروں کے بنے ہوئے محل اجاگر کر دے۔''

میری زبان پر کسی نے قفل نہیں ڈالا۔ میں جالموش کی خدمت میں رطب اللسان رہا۔ میرے منھ سے شعلے اگلتے رہے اور سمورال دہشت زدہ انداز میں میرا دیوانہ پن دیکھتا رہا۔ میں یہی عمل دہراتا رہا۔ اچانک مجھے اپنے قدموں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوئی اور اندھیرا سا ہر طرف طاری ہو گیا۔ فضا میں دھند ہی دھند چھا گئی اور ایسی شدید کڑک چمک ہوئی کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ دو گز کے فاصلے کی چیز نظر آنی مشکل ہو گئی۔ برق ورعد کا یہ طوفان اتنا بڑھا، ایسا بڑھا کہ جزیرہ توری کی ہر چیز اس کی لپیٹ میں آ گئی اور قیامت خیز شور مچاتے بے گھر لوگ اپنے سردار کی طرف فریاد کرتے ہوئے بڑھے، ان کا سردار مصروف عمل تھا اور وہ اندھیرے میں جب بجلی چمکتی تو اسے وحشت ناک انداز میں ہاتھ اٹھائے دیکھتے۔ ان کی فریادیں بلند ہو جاتیں، ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا۔ لوگ محفوظ جگہوں پر بھاگ رہے تھے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا۔ وہ میری پہاڑی کے نیچے زمین پر لیٹ گئے۔ انہوں نے جارا کا سے مدد مدد پکارنا شروع کر دیا۔ فضا اور دھندلا گئی۔ طوفان کا شور گڑ گڑاہٹ، آہ و بکا۔ لیکن میں اس شور و غوغا اور انتشار سے بے پروا اپنا ہیبت ناک عمل پڑھتا رہا۔ یہ میرے انتشار ہی کا ایک مظاہرہ تھا۔ یہ اس کرب کا اظہار تھا جس نے توری میں آنے کے بعد میرے اندر تلاطم پیدا کر دیا تھا۔ ممکن ہے یہ زمین مٹ جائے، ممکن ہے ہم سب ختم ہو جائیں، اب میں وہ عمل واپس نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اس کے شدید نتائج زمین سے ابھرنے لگے تھے۔ غول کے غول چیختے، بھاگتے، روتے اور فریادیں کرتے میرے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ ہر شخص خس و خاشاک کے مانند ادھر ادھر بکھر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے تھے اور تیز ہوائیں انہیں اٹھا اٹھا کے مختلف جگہوں پر پھینک رہی تھی۔

''جابر بن یوسف! محترم سردار، بس کرو، بس کرو، کیا تم دیوانے ہو گئے ہو؟'' سمورال کی آواز میں ارتعاش تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر سمورال نے میرا ہاتھ پکڑ لیا لیکن میں نے بڑی آسانی سے اسے چھڑا لیا۔ ''اپنی زبان قابو میں رکھو جابر بن یوسف! ساحر اعظم جالموش ناراض ہو سکتا ہے۔''

میری وحشت میں سمورال کی دخل اندازی سے کوئی کمی نہیں آئی۔ نیچے توری کے باشندوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں میرے اشتعال کو اور ہوا دے رہی تھیں۔ جزیرہ توری یکسر بدل گیا تھا۔ جھونپڑیاں اڑ کے ادھر ادھر منتشر ہو گئی تھیں اور ہر طرف چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ توری میں جیسے کوئی زلزلہ آ گیا تھا۔ توری کی یہ ابتر حالت دیکھ کے میرے نفس کو بہت سکون ملا۔ میرا سینہ چوڑا ہو گیا۔ یکا یک میرے ہاتھ اور تیزی سے گردش کرنے لگے۔ دھند نے سارا منظر، پیش منظر نگل لیا تھا۔ اب میرے قریب کھڑے ہوئے سمورال کی شناخت بھی مشکل سے ہونے لگی۔ میرا جادو چار دانگ عالم میں بول رہا تھا۔ میرے علم کی نمائش ہو رہی تھی۔ میرا طوطی بول رہا تھا۔ معاً دھند کی یہ دبیز چادر فضا سے ہٹنے لگی۔ زمین لرز لرز کے بے ہوش ہو

گئی۔ ارتعاش نے سکوت کا لباس پہن لیا۔ یہ ہیجان خیز حرکت معدوم ہونے لگی اور شور نے سکون کا تیور اختیار کر لیا۔

سموران پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ایک عجیب وغریب منظر تھا۔ میں اور وہ اسی ٹیلے پر کھڑے تھے اور ہمارے اردگرد توری کے تمام باشندے زمین بوس تھے۔ ان کے چہرے زمین کی طرف تھے اور سامنے ایک پُرشکوہ بستی موجود تھی۔ جھونپڑوں کی جگہ سرخ وسفید محلات کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ توری پر اسرار کا گمان ہوتا تھا۔ اونچے اونچے ستونوں کے قدیم محلات اپنے مکینوں کے منتظر تھے۔ سموران سکتے کی سی حالت میں انہیں دیکھ رہا تھا جب میں نے زمین پر اوندھے منہ لیٹے ہوئے مردوں اور عورتوں کو بیدار کیا اور انہوں نے پیچھے مڑ کے یہ طلسمی نظارہ دیکھا تو ان کے چہرے دہشت سے ستے گئے۔ ''تمہارے سردار کی طرف سے جزیرہ توری کے باشندو!'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''تمہارے لیے مقدس جاملوش کی اعانت سے محلات کی یہ سرخ وسپید زمین موجود ہے۔ دیوتاؤں نے تمہارے سردار کی اطاعت سے خوش ہو کے اسے نوازا ہے۔'' انہیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ سب کچھ فریب نظر ہے۔ سریتا بھاگی بھاگی میری طرف آئی۔

''یہ سب کیا ہے سیدی؟'' اس نے دزدیدہ نظروں سے پوچھا۔

''سریتا! یہ میری باطنی قوتوں کا حقیر سا اظہار ہے۔'' میں نے انکسار سے کہا۔ ''اب تم مجھ سے خوف زدہ ہو جاؤ۔''

''تم ایک بڑے جادوگر بن گئے ہو۔'' وہ سراسمیگی سے بولی۔

''یہ محض ایک ادنٰی کرشمہ ہے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''مگر یہ سب کیا ہے؟'' وہ الجھن میں مبتلا تھی۔

''یہ مذاق نہیں ہے تم اپنے لیے سب سے خوب صورت محل منتخب کر سکتی ہو تا کہ باقاعدہ شہزادیوں کی طرح رہو۔''

''اوہ سیدی!'' وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں بولی۔ ''میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیا یہ سب سچ ہے؟''

''میں نے سوچا۔ سرنگا کی نازک اندام لڑکی کے شایان شان ایک بستی تعمیر ہونی چاہیے۔ سو میں نے سوچا اور جب میں نے سوچا تو خود بخود یہ سب ممکن ہو گیا۔''

''سیدی! میں ہلاک ہو جاؤں گی۔''

''سریتا! کاش تم سرنگا کی بیٹی نہ ہوتیں۔''

''تو کیا ہوتا؟'' وہ حیرانی سے بولی۔

''میں اسے جواب دینا چاہتا تھا مگر کوئی لفظ میرے منہ سے نہیں نکل سکا۔ میں اس کا جواب طلب چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ لمحوں کی یہ کیفیت ختم ہو گئی۔ کیونکہ توری کے باشندوں نے اپنے سردار کی شان وشوکت کے بارے میں جاراکا کی عبادت شروع کر دی تھی اور سموران نئی بستی میں منتقل ہونے سے پہلے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے مقدس رسمیں انجام دینے لگا تھا۔ سریتا کے ساتھ مجھے اس میں شریک ہونا پڑا۔ اس رسمی عبادت کے بعد چیختا چنگھاڑتا ہوا جلوس نئی بستی کی طرف چلا اور دیوانگی میں لوگ ستونوں اور چھتوں پر چڑھ گئے۔

☆==========☆==========☆

ان کے لیے یہ سب کچھ نیا تھا اور بہت حیرت انگیز تھا۔ توری کا نظارہ ہی بدل گیا تھا۔ صرف چند نشانات درختوں اور ٹیلوں کے ایسے رہ گئے تھے جن سے یہ زمین توری ہی کی معلوم ہوتی تھی۔ سبزہ زار توری میں رات کے وقت محلات کے ستونوں پر مشعلیں روشن ہوگئیں اور ایک عجیب سماں پیدا ہوگیا۔ صرف ایک ہی کمی تھی کہ اسمارا میں سرخ و سفید دوشیزاؤں کے جھرمٹ گلیوں اور محلوں میں نظر آتے تھے اور یہاں مہذب دنیا کی حسین لڑکیوں کے سوا سب لڑکیاں سیاہ فام تھیں۔ مرد سیاہ فام تھے۔ اس رات توری میں لوگ سونے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ میری لیے سنگ سرخ اور سنگ سفید سے بنی ہوئی ایک پُرشکوہ عمارت علیحدہ چھوڑ دی گئی، جہاں سریتا نے داخل ہوتے ہی احکام جاری کرنے شروع کر دیئے اور ایک بڑے وسیع و عریض کمرے میں جس کے درمیان میں چوکی تھی، مجھے بٹھا دیا گیا۔ اول شب یہاں رقص ہوتا رہا۔ ناؤ نوش کا بازار گرم رہا۔ سریتا اور مہذب دنیا کی دوسری لڑکیاں شہزادیوں کی طرح بیٹھی رہیں۔ پھر جولیا اور مارشا بھی رقص میں شامل ہوگئیں۔ صرف فروزیں اور سریتا میرے قریب دوسری چوکی پر بیٹھی عیش و نشاط کے اس منظر سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ سمورال جا چکا تھا۔ کچھ دیر بعد جولیا اور مارشا نے مجھے اس رقص میں شامل کرنا چاہا۔ ان کے انداز سپردگی کے تھے اور وہ سیاہ فام لڑکیوں سے کہیں زیادہ بدمستیاں کر رہی تھیں۔ سریتا کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور فروزیں خواب و خیال کی سی کیفیت میں گم تھی۔ میرے ہاتھ جارا کا کا کی ان کھوپڑیوں پر چلے گئے جو میرے گلے میں لٹکی ہوئی تھیں۔ میری آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ خنجر پر میرا ہاتھ پڑا اور میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے نشانہ بنا کے اسے رقص گاہ میں پھینک دیا ایک سیاہ فام لڑکی کرب ناک انداز میں چیختی ہوئی زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ رقص ایک دم تھم گیا اور سب حیرت سے میرا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے لگے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی اس خون میں غسل دینے کے لیے زمین پر چھوڑ دی۔ جہاں تڑپتی ہوئی لڑکی کے بدن سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ خنجر اس کے سینے میں پیوست تھا۔ تمام لڑکیاں دہشت کے ساتھ دیواروں سے چپک گئیں۔ صرف سریتا ایک ایسی لڑکی تھی جس نے میرے قریب آنے کی جرأت کی۔ اس کی نگاہوں میں میرے لیے نفرت آمیز ہمدردی تھی۔ اس نے بڑی خاموشی کے ساتھ لڑکی کے سینے سے خنجر کھینچا اور اسے میری طرف اچھال دیا۔ ''سیدی جابر!'' وہ شدید اشتعال میں بولی۔ ''مقدس جارا کا کا کی روح یقیناً میرے خون سے خوش ہوگی۔''

میں نے خنجر ہاتھ میں لے کر سریتا کے سینے پر تولنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی چمکدار آنکھوں سے میں سراسیمہ ہوگیا اور میں نے وحشت میں چلا کے کہا۔ ''چلی جاؤ۔ چلی جاؤ، تم سب یہاں سے چلی جاؤ۔''

تمام لڑکیاں رخصت ہوگئیں۔ صرف سریتا کھڑی رہ گئی۔ میں خنجر ہاتھ میں لیے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے سریتا سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر سریتا وہاں سے چلی گئی اور میں نے اٹھ کے دیکھا۔ عالی شان محل خالی پڑا تھا۔ صرف ایک لاش تھی اور میں تھا۔ میں نے شپالی روشن کر کے وہاں آگ جلا دی اور دور بیٹھا بڑھتے ہوئے شعلے دیکھتا رہا اور آگ جل رہی تھی اور لڑکی کی لاش اس میں جل رہی تھی اور میں اپنی آگ میں جل رہا تھا۔ میرے سینے میں آتش فشاں سلگ رہا تھا۔

جزیرہ توری کی یہ پہلی رات بیت رہی تھی۔ میں اپنی چوکی پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر طرف سے چنگاریاں میرے وجود پر گر رہی ہیں اور خون کے قطرے میرے مساموں میں جذب ہو رہے ہیں۔ میں جل رہا ہوں اور خون کے چھینٹے یہ آگ بجھانے کی کوشش کر

رہے ہیں۔ نہ جانے میں کب تک یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر اس وقت میرے وجود میں جنبش ہوئی جب میں نے ہلکی موسیقی کی آوازیں سنیں۔ میں نے گھور کے دیکھا۔ سفید بادلوں میں چند پرچھائیاں، چند ہیولے اپنے خطوط واضح کر رہے تھے۔ میرے سامنے قصر اقابلا کی دو حسین ماہ جبیں دوشیزائیں رقص کناں تھیں جیسے سیل رنگ ونور اس ایوان میں در آیا ہو۔ ان کے بازو لچک رہے تھے۔ پھولوں سے ان کا سراپا ڈھکا ہوا تھا اور مشعل کی روشنی ان کی دودھ اور خون کی رنگت پر پڑ کے رنگوں کا ایک خواب ناک امتزاج پیدا کر رہی تھی۔

''کون؟'' میں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھ کے کہا۔ ''کون؟''

ان کا رقص رک گیا اور وہ لچکتی ہوئی میری چوکی کے قریب آئیں۔ انہوں نے اپنے سینے سے پھول توڑ کے میری طرف اچھالے اور نگاہوں سے شرارے بکھیرتی ہوئی بولیں۔ ''توری کے معزز سردار کے لیے۔''

میں سیدھا ہو کے بیٹھ گیا اور میری نظر ان کے خدوخال میں کہیں جذب ہوگئی۔ وہ اتنی ہی حسین تھیں جتنا حسن کا کوئی مثالیہ ہوسکتا ہے ہر چیز پیمانوں کے مطابق تھی۔ وہ تناسب پیمائش کا معیار تھیں، ان کا سینہ ان کی آنکھیں، ان کے لب، ان کی زلفیں قطع کر کے عجائب خانے میں رکھنے اور ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کی آرزو پیدا ہوتی تھی۔

''کہاں سے؟'' میں نے بوکھلا کے پوچھا۔

''مقدس اقابلا کے قصر سے تمہاری آسودگی کے لیے۔'' وہ مترنم آواز میں بولیں۔ ''اس نے ہمیں تمہارے لیے بھیجا ہے۔''

''خوب!'' میں نے زہرخند سے کہا۔ ''ازراہ کرم تم واپس چلی جاؤ۔''

وہ حیرانی سے میرا چہرہ تکنے لگیں۔ ''ہمیں تمہارے لیے ہی تفویض کیا گیا ہے۔ تم مقدس اقابلا کے عطیات ٹھکرا رہے ہو؟''

''نہیں!'' میں نے سنبھل کے کہا۔ ''میں اسے اپنی طلب کی پاکیزگی کا یقین دلانا چاہتا ہوں'' مجھے اس کی فیاضی سے ان عطیات سے کہیں زیادہ کی توقع ہے۔''

''ہم پہلی بار کسی مرد کے قرب کی مسرت سے ہم کنار ہوں گی اس نے تمہارے لیے اپنے قصر کی بے شمار کنیزوں میں سے ہمارا انتخاب کیا ہے ہم جانے کے لیے نہیں آئیں، جب تک اس کا حکم نہ ہو، اس وقت تک ہم تمہارے پاس رہیں گی۔'' انہوں نے شیریں لہجے میں کہا۔

''تم یہاں ایوان میں بسیرا کرو اور توری کی نفیس ترین شرابیں اپنے حلق میں اتارو۔ اس کے تحائف میرے لیے زندگی سے زیادہ عزیز ہیں، میں مہمانوں کی طرح تمہاری قدر کروں گا اور اگر یہ اس کی شان میں گستاخی ہے تو اس کے لیے یقیناً کوئی سزا مقرر ہوگی۔ میں اس عذاب کا طلب گار رہوں کیونکہ وہ مجھے تماشا بنائے ہوئے ہے میں اس تماشے کا اختتام چاہتا ہوں۔'' میں نے بے باکی سے کہا۔

وہ اس طرح ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں جیسے میری بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو۔ وہ مجھ سے اور نزدیک ہوگئیں۔ یہاں تک کہ ان کے بدن سے پھوٹتی ہوئی خوشبو نے مجھے حواس باختہ کر دیا۔ پھولوں سے ان کے بدن کی سیمیں چادر جھانک رہی تھی، میں چادر اوڑھ کے ایک گہری نیند سونا چاہتا تھا مگر کیا میرا مآل یہی تھا؟ تو پھر میں نے امسار سے آنے میں عجلت کیوں کی؟ تو پھر میں نے باگمان کی لوریما سے خود کو نا آسودہ کیوں رکھا؟ کیا

میرا اعزاز یہی تھا؟ کیا میں صرف انعام کا مستحق ٹھہرتا ہوں؟ میں نے ان کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی چوکی سے اٹھ کے ایوان سے باہر آ گیا۔ میرے عقب میں ان کے پیکر موجود تھے۔ چلتے چلتے میں جنگل میں آ گیا۔ یہاں بھی وہ میرے ساتھ تھیں جب وہ کہیں مجھ سے جدا نہ ہوئیں تو میں نے جنگل میں ایک درخت کے سائے میں دم لیا اور آگ روشن کر کے ریاضت شروع کر دی، پھر مجھے خبر نہیں رہی کہ وہ کہاں کھڑی ہیں اور میں کہاں موجود ہوں؟ میں نے ساری دنیا سے رشتہ توڑ لیا اور نادیدہ روحوں سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے ایسے جہانوں کی سیر کی جہاں نظر بھٹکتی نہیں، چشم حیرت بن جاتی ہے۔ میں ایک غیر معینہ وقت کے لیے وہیں بیٹھا رہتا کیونکہ جسم و جاں کے جہنم سے بچنے کا یہی ذریعہ رہ گیا تھا۔ ایسی شدید تنہائی تو ری سے باہر رہ کے بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ آنے والے دنوں کا کوئی اعتبار نہیں تھا۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے آگے دھواں ہی دھواں ہو۔ ہڈیاں چیخ رہی تھیں۔ میں نے اس درخت کے نیچے سپر ڈال دی تھی۔ تمام حوصلے ختم ہو چکے تھے اور مجھ پر ناتوانی و نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ جب جنگلی جانور، درندے میرے قریب سے گزرے اور پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دی تو مجھے صبح ہونے کا احساس ہوا۔ میرے سامنے قصر اقابلا کی وہی حور شمائل نازنینیں صبح کی شادابی و نکہت کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں، جب کسی نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے گھبرا کے آنکھیں کھولیں۔ سمورال میرے پہلو میں کھڑا تھا۔ اس نے مجھے انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ دوشیزاؤں نے سمورال کی موجودگی میں پردہ کر لیا تھا۔ کاہن اعظم سمورال انگلی پکڑ کے مجھے اپنے غار میں لے گیا اور اس نے اپنی عبادت گاہ میں طلسمی عمل پڑھ کے غار کا بیرونی دنیا سے جدا کر دیا۔ اس نے کمال شفقت سے میری ویرانیوں اور وحشتوں کے متعلق استفسار کیا اور میں اس کے سامنے کسی آتش گیر مادے کی طرح پھٹ پڑا، میری آواز گلوگیر ہو گئی۔ سمورال پورے سکون سے میرا تمام ہذیان اپنی سماعت پر برداشت کرتا رہا اور جب میں اپنے نزع کے عالم میں ایک طول بیان دے چکا تو اس نے محبت سے میرے ماتھے پر انگلیاں پھیریں جیسے وہ میرے سر سے فشار دور کر رہا ہو۔ اس کے لمس سے یقیناً مجھے کچھ فرحت سی ملی۔ میرے اندر کوئی دریا تھا جو بہہ نکلا۔

''جابر بن یوسف!'' سمورال نے کرب سے کہا۔ ''شاید تمہارا حافظہ کمزور ہے، مجھے یاد ہے، اسی جگہ میں نے تم سے اس طلسمی نظام اور قصر اقابلا کی کارروائیوں کے متعلق کوئی بات نہیں چھپائی تھی۔''

''مجھے یاد ہے لیکن میں خود پر بڑا اعتماد رکھتا تھا۔''

''آہ، تم اس کی جگہ ہوتے تو اس کے احساسات سے آشنا ہوتے، اس بڑے نظام ہائے اسرار و افسوں میں تمہاری حیثیت کتنی ہی بلند ہو جائے مگر وہ صرف تمہاری طرف توجہ کر کے، اطراف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔''

''لیکن کیا اپنے غلام کے لیے چند لمحے بھی عطا نہیں کر سکتی؟ کیا مختلف سردار زمینوں کی نگرانی کے لیے موجود نہیں ہیں؟ کیا یہاں عالموں اور دانش مندوں کی کوئی کمی ہے جو اسے کسی کا اندیشہ ہے؟ کیا جالوش کی خانقاہ کے جید ساحر اس کے لیے شب و روز کام نہیں کر رہے ہیں؟ پھر وہ اپنی ذات سے اتنی بیگانہ کیوں ہو گئی ہے؟'' میں نے ایک غیر مدلل اور سر بسر جذباتی انداز اختیار کیا۔

''سنو جابر بن یوسف!'' سمورال نے گرج دار آواز میں کہا مگر اس کا لہجہ سرگوشی کا تھا۔ ''اس طلسمی نظام کی ابتدا سے چند ہی لوگ واقف ہیں۔ جنہوں نے اسے سمجھنے میں زمانے صرف کر دیئے ہیں۔ وہ حقیقتیں تم پر اتنی کم مدت میں آشکار نہیں ہو سکتیں۔ جانتے ہو، یہ سب کیوں قائم ہے؟

اس لیے کہ یہاں کے ساحروں نے کبھی غفلت نہیں برتی مگر جب سے انگروما میں باغیوں نے پناہ گاہ تلاش کر لی ہے اور انہوں نے جارا کا کا کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی ہے، اس وقت سے یہاں کا طلسمی نظام اور فعال ہو گیا ہے اور مقدس اقابلا کو اپنی ذات کا خیال شدید ہو گیا ہے۔ وہ اس وسیع و عریض سحر کا ایک لافانی پھول ہے جس کی خوشبو ہی میں بقا مضمر ہے، اس نے ازل سے اب تک ایک پُر جلال ملکہ کی طرح حکمرانی کی ہے، اسی لیے وہ ایک لامحدود زمانے پر حاوی رہی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے جذبات کی برانگیختگی اور اپنے جسم کے اشتعال سے اسے اس کے منصب سے دور کر سکتے ہو؟''

''میں یہ سب باتیں سمجھتا ہوں مگر میری اپنی بھی ایک ذات ہے اور میں اپنے جذبوں کی ایما پر سوچتا ہوں۔''

''جابر بن یوسف! اے طفل شیر خوار! ایام طفلی ہی میں تمہارے کانوں میں بڑی بڑی باتیں منتقل کر دی گئی ہیں۔'' سمورال کہہ رہا تھا اور میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے روپ میں سرنگا بول رہا ہے۔ ''کیا انگروما کے باغی نظر انداز کیے جا سکتے ہیں، جنہوں نے ہزاروں مرتبہ اس علاقے پر اپنی پُر اسرار طاقتوں سے یورش کی ہے، کبھی وہ کامیاب بھی ہو سکتے ہیں؟''

''انگروما'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''ایک جزیرہ جہاں سرکش جمع ہو گئے ہیں۔ یہاں تو جزیروں کا ایک جال ہے، غاروں میں ریاضت کرتے ہوئے بے شمار عالم ہیں۔ زارشی کی آگ کے گرد بیٹھے ہوئے عبادت گزار ہیں اور جالموش ہے اور اقابلا ہے۔ کیا وہ ان سب پر حاوی آ جائیں گے؟''

''سب کچھ ممکن ہے، ذرا سوچو کیا انگروما کا زخم اقابلا کے لیے اضطراب و تشویش کا باعث نہیں؟''

''کیا وہ واقعی پریشان ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں یہی سمجھتا ہوں کیونکہ اب وہ طویل طویل عبادتوں میں مصروف ہو جاتی ہے اور میں نے اس کے چہرے پر سوگواری کی ایک کیفیت محسوس کی ہے۔'' سمورال نے کہا۔

''انگروما'' میں نے زیر لب کہا اور انگروما کی سرزمین کی پرچھائیاں میری نگاہوں کے سامنے لہرانے لگیں۔ ''فرض کرو اگر انگروما کے باغیوں کی سرکوبی کر دی گئی تو کیا وہ پہلے کی طرح آسودہ ہو جائے گی؟''

''اس سوال کا جواب تم خود جانتے ہو۔''

''تو کیا تاریک براعظم کے تمام عالم مل کے بھی انگروما پر یلغار نہیں کر سکتے؟ ساحر اعظم جالموش یہ تماشا برداشت کیوں کیے ہوئے ہے؟''

''شاید وہ کسی مناسب موقع کے منتظر ہوں گے۔''

''میں اس سلسلے میں کچھ کر سکتا ہوں؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

''تم یقیناً سوچ سکتے ہو اور کوئی ایسی راہ متعین کر سکتے ہو جس سے اس فتنے کا خاتمہ ہو جائے۔''

سمورال ایک شفیق استاد کی طرح میرے زخموں پر مرہم رکھتا رہا۔ اس نے انگروما کا ذکر اتنی سنگینی سے سنایا کہ میں اپنے دکھ بھول گیا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں آئندہ سرکشی کے یہ تیور جھٹک دوں گا اور اپنی تمام تر توجہ انگروما کی طرف مبذول کر دوں گا۔''

☆==========☆==========☆

جس وقت میں وہاں سے رخصت ہوا، میرے ہیجان میں خاصی کمی آ گئی تھی، گو مجھے انگروما اور تاریک براعظم کے ان علاقوں کی رسا کشی سے کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن اقابلا کے لیے زندگی کی یہ آخری مہم بھی سرانجام دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ میں سمورال کی عبادت گاہ سے منقلب ہو کے آ تو گیا لیکن باہر آ کے پھر انہی جذبات نے میرے جسم میں سوئیاں چھبونی شروع کر دیں، باہر آ کے یہ احساس جاگزیں ہوا کہ انگروما کوئی آسان مہم نہیں۔ جب جاملوش خاموش ہے تو جابر بن یوسف کا شور کیا تبدیلی پیدا کر سکتا ہے اور اگر کسی طرح یہ معرکہ سرانجام دے بھی لیا جائے تو اس عظیم حکمراں کی جنبش نگاہ کی کیا ضمانت ہے؟ وہ اس وقت بھی تاریک براعظم کی حکمراں ہوگی اور سمورال کے کہنے کے مطابق اسے اپنی ذات کی ان الجھنوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ وہ پھول یوں ہی مہکتا رہے گا اور لوگ اس کی خوشبو سے پاگل ہوتے رہیں گے۔ وہ کسی گلے کا ہار نہیں بنے گا کیونکہ تمام گلے اس کے حسن کے آگے ہیچ ہیں۔ نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں محل سے نکل گیا اور کسی مقصد کے بغیر جنگل جنگل پھرتا رہا۔ اچانک ایک خیال میرے ذہن میں در آیا۔ میں نے سوچا جاملوش کے علاقے میں داخل ہونے کے لیے میں ایک بحر سیاہ میں ڈوب گیا تھا۔ جزیرہ توری ہی میں کہیں قصر اقابلا کا راستہ ہے۔ کیوں نہ ہی خود ہی اسے تلاش کروں؟ چنانچہ میں چھپے ہوئے غاروں کا سراغ لگانے کے لیے جنگلوں میں بھٹکتا رہا۔ میں نے ان گنت غار دیکھے، ان کا دہانہ کھولا اور ان کے اندر بیٹھے ہوئے بوڑھے زاہدوں کی عبادت میں خلل ڈالا اور آسانی سے باہر آ گیا۔ جابر بن یوسف پر اب بہت سے سحر کارگر نہیں ہو سکتے تھے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک میں اقابلا کے قصر کا دروازہ تلاش نہیں کر لوں گا بستی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ کئی بار میں نے خلاؤں میں اپنی خواہش سے اسے مطلع کیا۔ کئی بار براہ راست اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنے حوصلہ سے باز نہیں آیا۔ اب صبح و شام جنگل میں میرا یہی کام رہ گیا تھا کہ غار تلاش کر کے ان کے اندر کی دنیا دیکھتا رہوں۔ توری میں داخل ہونے کے کچھ عرصے بعد ایک غار مجھے مل گیا تھا جو قصر اقابلا کا راستہ تھا جہاں سب سے پہلے زولین مجھے ملی تھی۔

میں نے جنگل میں کئی دن گزار دیے، نہ سمورال، نہ سرنگا، نہ سریتا۔ بستی کا کوئی شخص مجھے نہیں ملا اور نہ ہی اقابلا کی کنیزوں نے میرے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش کی۔ دن گزرتے جاتے تھے، میرے عزم میں شدت پیدا ہوتی جاتی تھی۔ دن میں اور رات میں ستائے اور سوئے بغیر میں دیوانوں کی طرح مختلف غار کھودر ہا تھا اور ان عبادت گزاروں کو پریشان کر رہا تھا جو کامل سکون اور استغراق کے لیے باہر کی دنیا سے روپوش ہو گئے تھے۔

گیارھویں دن، شاید وہ گیارھواں ہی دن تھا۔ چاند بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ توری کا جنگل خاموش پڑا تھا۔ پرندے اپنے گھونسلوں اور درندے اپنی کمین گاہوں میں چلے گئے تھے۔ صرف ایک درندہ آوارہ پھر رہا تھا جس کا کوئی مسکن نہیں تھا۔ مجھے اُلو کی طرح کوئی شاخ بھی میسر نہیں تھی۔ جنگل سے کچھ فاصلے پر ایک عظیم الیشان محل میں رنگوں کی دنیا آباد ہوگی۔ توری کے عوام گھڑے توڑ رہے ہوں گے اور عورتیں ان میں نہا رہی ہوں گی اور ڈرم کی تال پر جوان عورتوں کے پاؤں تھرک رہے ہوں گے۔ یہ سب محکوم اپنے آقا سے زیادہ خوش تھے وہ زیادہ ذہین بھی تھے کیونکہ انہوں نے اپنی نگاہ کی وسعت کا اندازہ کر لیا تھا۔ میں اس جنگل میں وہ روزن تلاش کر رہا تھا جہاں میری روشنی چھپی ہوئی تھی۔ میں فریاد کر رہا تھا اور میں نے کسی ضدی بچے کی طرح بار بار فضاؤں میں ہاتھ اٹھا کے اپنے عزم کی تجدید کی تھی۔

آخر اس رات مجھے ایک ایسا غار نظر آ گیا۔ میں نے شپالی روشن کر کے اس کی وسیع سرنگ کا اندازہ کرنا چاہا۔ راستہ تاحد نظر پھیلا ہوا تھا۔ مجھے

چھوٹے موٹے کیڑوں، سانپوں اور اژدھوں کا کوئی خوف نہیں تھا۔ میں اندر چلتا گیا۔ اندھیر کاٹتا ہوا۔ راستے بھر میری کیفیت متزلزل رہی۔ راستہ کئی موڑوں سے گزر کے آگے ہی بڑھتا گیا۔ تھوڑی دیر میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوا کہ یہ سرنگ ایک طویل راستے پر پھیلی ہوئی ہے اور یہ سب ایک فریب ہے۔ ایک طلسم ہے۔ اس سے قبل اگر میں باگمان کی اندھیری بستی اور جالموش کے علاقے کے بحر سیاہ سے نہ گزرا ہوتا تو ممکن تھا، تھک کے واپس آ جاتا۔ کہیں تو یہ راستہ ختم ہوگا، چاہے تحت الثرا تک کیوں نہ ہو۔ میں پتھروں کی بنی ہوئی ایک گشتی چٹان تھا جو کسی خطرے کے بغیر آگے چل رہی تھی۔ راستہ میرے عزم کے آگے شکست کھا گیا۔ خاصی دور آنے کے بعد پتھروں کا ایک بڑا دروازہ دکھائی دیا۔ میں نے شپالی سے اس پر ضربیں لگانی شروع کیں اور چوبی اژدہا متحرک کر کے زمین پر چھوڑ دیا۔ میری ساری توانائیاں دروازے توڑنے میں صرف ہو رہی تھیں۔ چند دن پہلے میرے عمل سے توری میں محلات کی دنیا آباد ہو گئی تھی۔ میں نے وہی عمل دہرایا۔ یہ کہنا تکرار ہوگا کہ دروازہ کھلنے سے پیشتر مجھے کن ہیبت ناک آوازوں، مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

جب یہ دروازہ شق ہوا تو خوشبو کی ایک لپٹ نے سب سے پہلے میرا استقبال کیا اور میری نظر نے باغات کی ایک لہلہاتی زمین کا جلوہ دیکھا۔

''میں اندر داخل ہو گیا ہوں۔'' میں نے آواز بلند کی۔ ''میرا حوصلہ دیکھ اور مجھے جلد سے جلد اپنے روبرو طلب کر۔'' میں درختوں کے درمیان بھاگتا ہوا اس سفید محل کے قریب پہنچ گیا جہاں فوارے رنگ برنگے پانی کی قوس وقزح بنا رہے تھے۔ دل مسرت سے پھٹا جاتا تھا۔ مجھے تادیب واحتساب کا بھی کوئی خوف نہیں تھا کیونکہ وہ منزل گزر گئی تھی۔ اس پورے محل میں کوئی ذی نفس موجود نہیں تھا۔ بس ایک مہک فضا میں رچی بسی تھی اور گمان ہوتا تھا جیسے کوئی قریب ہی موجود ہو، ہر چیز صاف وشفاف تھی جیسے ابھی کوئی اٹھ کے گیا ہو۔ میں دیر تک اس کے در و بام کی سیاحت کرتا رہا۔ جب کسی طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تو میں نے اپنی موجودگی جتانے کے لیے مختلف قسم کے عمل پڑھ کے دیواروں پر پھونکے۔ ساتھ ساتھ میں نہایت شیریں بیانی سے اسے مخاطب بھی کرتا جاتا تھا۔ ''اب میں آ ہی گیا ہوں تو جب تک تیرے جلوے کی سعادت نہ سمیٹ لوں گا، واپس نہیں جاؤں گا اور اگر تو نے مجھے واپس کیا تو دوبارہ آ جاؤں گا اور اگر تو نے واپس نہ بلایا تو مر جاؤں گا۔ میں ہر طرف سحر پھونک دوں گا۔'' میں نے چلا کے کہا۔ ''میں صرف تیری دید کا مشتاق ہوں، اپنی زبان سے مجھے سزا سنا دے۔''

سفید محل سے نکل کے میں اور آگے بڑھ گیا۔ وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ ایک جگہ مجھے ایک بڑا حوض نظر آیا۔ اس کے نیلے پانی میں دوشیزائیں غسل کرتی ہوں گی۔ یہ سوچ کے میں وہیں ٹھہر گیا اور اس وقت تک بیٹھا رہا کہ رات رخصت ہونے لگی۔ میں ایک طویل انتظار کے ارادے سے آیا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ راستہ بھی یاد نہیں کیا تھا جو پیچھے رہ گیا تھا۔ اب یہیں زندگی ختم ہو جائے تو ہو جائے۔ یہاں باہر کی دنیا کی کوئی کثافت نہیں تھی۔ شروع شروع میں، میں یوں ہی ایوانوں میں گھومتا رہا۔ جب کوئی نہ آیا، کوئی شکل نظر نہیں آئی تو میں نے شپالی نکال کے اسے اچھالنا شروع کر دیا اور اپنے چوبی اژدہے سے کھیلنے لگا۔ وہ میرے منہ تک آ کے میری گردن سے لپٹ جاتا تھا۔ پھر میں نے ہربیکا کی آنکھوں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ سمندر کی طوفانی لہریں آسمان چھو رہی تھیں۔ ان مشغلوں سے جلد ہی میرا جی اکتا گیا۔ میں نے شپالی کی ڈوری پکڑ کے اسے گھمانا شروع کیا۔ اس حرکت سے میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ میرے قریب بہت قریب کوئی نازک بدن دوشیزہ ہے۔ جب شپالی اس کے بدن سے ٹکرائی تو اس نے ایک چیخ ماری اور چشم زدن میں سارا ماحول میری آنکھوں کے سامنے عریاں ہو گیا۔ وہ اپنا بازو

سہلا رہی تھی اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ دلکش نظارہ دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف دوشیزاؤں کے جھرمٹ تھے۔ میں اقابلا کے قصر میں موجود تھا جسے دیکھیے، دیکھتے رہیے۔ کہاں نگاہ ٹھہرے۔ میں نے جرأت کے ساتھ اس دوشیزہ کا ہاتھ پکڑ لیا، جس کا بازو شپالی کی ضرب سے زخمی ہو گیا تھا۔ ''مجھے اس کی بارگاہ میں پہنچا دو۔'' میں نے اضطراب سے کہا۔ ''اس سے کہو کہ سولہ قبیلوں اور پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف جسے ساحرِ اعظم جالموش کی تائید حاصل ہے اور جس نے یہ سارے کارنامے ہوسِ اقتدار کے لیے نہیں، صرف اس کی خوشنودی کی خاطر انجام دیئے ہیں، اس کے محل میں داخل ہو گیا ہے۔ وہ اسے طلب کر لے ورنہ کوئی مشروبِ آتش بھیج دے تا کہ اسی آستانے پر اس کا کام تمام ہو جائے۔''

لڑکی نے اپنا ہاتھ ایک خاص انداز میں اٹھایا، چند لمحوں تک وہ ایک زاویے پر تکتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے میری انگلی پکڑ لی۔ جیسے ہی ہم دونوں آگے بڑھے، سارے محل میں نقرئی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ میرے اردگرد نوخیز نوبہار دوشیزاؤں کا ہجوم چلنے لگا۔ وہ مجھے ایک کشادہ حوض پر لے گئیں اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے پیالوں سے انہوں نے میرے جسم پر پانی پھینکنا شروع کر دیا۔ ان کے مرمریں ہاتھوں نے جب میرے جسم کی کثافت صاف کی تو میں ہوش کھوتے کھوتے رہ گیا۔ ان کے نرم و نازک ہاتھ ساری نزاکتوں سے میری آلودگیاں دھو رہے تھے اور میں اقابلا کے حضور پہنچ کے اپنے اظہار کے دریا بہا دینے کے خیالوں میں گم تھا۔ وہ مجھے اس کے دربار میں پیش کریں گی۔ اس ستم بر، ستم گر کے روبرو، جس کی ایک جھلک ساری زندگی کا حاصل ہے۔

مجھے خیال نہیں، میں درمیان میں کتنے مراحل سے گزارا گیا، کہاں کہاں کن کن ایوانوں میں میرے قدم بہکے، وہ جلوہ گر ہونے کو ہے۔ اب، اب چند لمحوں بعد۔ فاصلہ ختم ہونے کو ہے، وہ آ رہی ہے، میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اب۔ اب۔ دل کوئی پکڑے لیتا تھا، سارے جسم میں سنسناہٹ سی طاری تھی۔ قدم لرزنے لگے تھے اور نشہ سا آنکھوں میں دوڑنے لگا تھا۔ سانس تیز چلنے لگی تھی۔ حلق میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ کبھی پسینہ آتا تھا۔ کبھی سارا جسم سرد ہو جاتا تھا، ہر لحہ ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ انتظار، اذیت ناک انتظار، نہ جانے یہ وقت کب ختم ہو، کب یہ دوشیزائیں اپنی رفاقت ترک کریں اور اس کے پاس پہنچائیں، کب وہ مخصوص بادل لہرائیں، کب وہ گھنٹیاں بجیں جو اس کے ایوانِ خاص ہی میں سنی جا سکتی ہیں۔ ادھر ادھر عجلت میں نظر دوڑاتا تھا جیسے دیواروں سے ابھی کوئی برآمد ہو جائے گا۔ ان حسین لڑکیوں کے رخساروں کی شوخیاں اور ان کے لبوں پر کھلتی ہوئی مسکراہٹیں گراں گزرنے لگی تھیں۔ ان کی قربت سے تنفس کی شکایت ہونے لگی تھی، یہ ایک اذیت ناک وقت تھا، زارشی کے گرم صحرا سے زیادہ تکلیف دہ لیغبو سے زیادہ بدمزہ، قربیا کے خون سے زیادہ ناگوار، بھوک اور پیاس کی شدتوں سے زیادہ عذاب ناک، میں ساحل کے کنارے بیٹھا ٹھنڈی ہوا کو ترس رہا تھا۔

آخر جب مجھے پوری طرح سجا دیا گیا اور طرح طرح کے مشروبات میرے حلق میں انڈیل دیئے گئے اور عطریات میرے مساموں میں رچا دیئے گئے تو ایک کھلبلی سی ہوئی اور رفتہ رفتہ وہ ساری دوشیزائیں مجھ سے دور ہوتی گئیں اور سامنے سے دو اور حسین لڑکیاں برآمد ہوئیں جنہوں نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں تو پابہ رکاب بیٹھا تھا، بے محابا اٹھا اور ان کے ساتھ ہو لیا، وہ مجھے ایک مرصع ایوان میں لے گئیں اور پتھر کی ایک نشست پر بٹھا دیا گیا۔

مجھے معلوم تھا اب کیا ہوگا، اب بادلوں کی اوٹ سے اس کا تخت زرنگار برآمد ہوگا اور یہ سارا کمرہ اس کے حسن کی تجلی سے روشن ہو جائے گا اور میرا قلب میرا ساتھ نہیں دے گا۔ پہلے کی بات اور تھی، اب ایک مدت کے اشتیاق کے بعد اس کے رخِ زیبا کی شراب مجھے پلائی جا رہی تھی، اس مدت میں کتنی بار، شاید لاکھوں بار میں نے اس کا تصور کیا تھا۔ میرے جسم کارواں رواں، انگ انگ اسے پوجتا تھا۔ یہ جاں گسل لمحے کسی طرح ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے اور میرا حال یہ تھا کہ ساری روح کھنچ کے آنکھوں میں آگئی تھی، آنکھیں بے قراری سے اسے ڈھونڈ رہی تھیں، میں ہر فکر سے بے نیاز تھا۔ اس کے محل میں بے اجازت داخل ہونے کی جرأت اور اس کی کنیزوں کو ٹھکرانے کی جسارت تاریک براعظم کی ملکہ کے لیے ناقابلِ تلافی جرائم تھے۔ میں اس شیریں لب اس آتش دہن کے نطق سے آخری سزائیں سننے کے لیے مضطرب تھا۔

پھر یہ ہوا کہ کمرے کی فضا جھنجھنا اٹھی۔ سارے ماحول میں ایک نغماتی ارتعاش سا ہوا۔ موسیقی کے انداز بدل گئے اور رنگ برنگے بادلوں نے کمرے پر قبضہ جما لیا۔ میری آنکھیں مندگئیں، جب مجھے اس کے لطیف بدن کی خوشبو کا احساس ہوا تو میں نے آنکھیں کھولیں۔ اس کا تخت زمین پر اتر چکا تھا اور بادل اس کے چہرے سے ہٹ رہے تھے۔ اس ابر آلود مطلع سے وہ ماہتاب طلوع ہوا تو میں دیکھتا رہ گیا۔ میں چند لمحوں کے لیے بالکل گنگ ہو گیا۔ وہ اقابلا تھی، تاریک براعظم کی حکمراں۔ اس کی دراز زلفیں شانوں سے جھول کے کمر تک آگئی تھیں۔ کسی مقناطیس کی طرح اس کی آنکھوں میں کشش تھی۔ وہ سرتاپا عریاں تھی صرف پھول میری نگاہوں اور اس کے بدن کے درمیان حائل تھے اور پھولوں نے اس مرتبہ اس کا مخملیں ریشمیں بدن چھپانے میں کچھ زیادہ ہی اہتمام سے کام لیا تھا۔ اس کے گلابی ہونٹ متحرک سے معلوم ہوتے تھے وہ سر بسر رعنائی تھی۔ کوئی تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔

خود کو اپنے قدموں پر قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ میں نے مہذب انداز میں جھک کے اسے تعظیم دی۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں تاریک براعظم کی ملکہ کے سامنے ہوں اس لیے میں زمین پر دراز ہو گیا اور اس وقت تک دراز رہا جب تک اس کی ترجمان نے زمین سے اٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایستادہ ہو گیا۔ اقابلا بڑی تمکنت سے اپنے تخت پر فروکش تھی۔ جب میری نگاہیں اس سے ٹکرائیں تو ایک بجلی سی میرے جسم میں کوندی۔ وہ میرے جلتے ہوئے بدن کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔'' وہ اپنی دوں ہمتی پر بے حد نادم ہوا اور میں نے اپنی توانائیاں سمیٹ کے آنکھیں اوپر اٹھانے کی کوشش کی۔ ان آنکھوں میں میرے کرب کا سارا ماحول مرقوم تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا سارا جسم میرا اضطراب سنا رہا تھا۔ میرا چہرہ میری شدتوں کی کھلی کتاب تھا اور وہ ایک حساس دوشیزہ تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں مجھے پڑھ لیا ہوگا کیونکہ آنکھوں کا سچ ایک سحر ہے، سچا سحر۔ میرے ہونٹ مرتعش تھے، کبھی یاس، کبھی امید، کبھی اندھیرا، کبھی چمک، مجھے اپنے چہرے کی ادلتی بدلتی کیفیتوں پر قابو نہیں تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو تنبیہ کی۔ جابر بن یوسف! کیا تو اس عالی شان قصر سے متاثر ہو گیا ہے اور بھول گیا ہے کہ تو ان چیزوں سے کبھی متاثر نہیں ہوا؟ یہ مادی شان و شوکت تیرے روحانی تعلق پر کہاں اثر انداز ہو سکتی ہے؟ یہ وقت نکل نہ جائے۔ تیری راتیں، تیرے دن تیرے سامنے ہیں۔ اس دوران میں تو نے اور کیا سوچا ہے؟ تیری فکر تیرے سامنے ہے، اپنے قدموں میں استقامت پیدا کر اور زمین پر مضبوطی سے پیر جما، جو کہنا ہے کہہ دے، موت سے بڑی کیا سزا ہو سکتی ہے اور تجھے زندگی کی طلب کہاں ہے؟''

اس کی نگاہیں میرے گرد ہالے کی شکل بنائے مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ پھر اس کے لبوں پر ایک لطیف مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے اپنا

مرمریں ہاتھ لطافت کے ساتھ اٹھایا۔ اسی لمحے اس کے قریب کھڑی ہوئی دوشیزہ نے نہایت شستہ اور شیریں انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ ''جابر بن یوسف! پندرہ جزیروں کے معزز سردار! تم نے شجاعت کے جو کارنامے انجام دیئے ہیں، مقدس اقابلا ان سے واقف ہے، وہ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تم نے اسمار میں شوطار سے عنان اقتدار چھین لی اور جالوش کی خانقاہ تک رسائی حاصل کی، یہ دوسروں پر تمہاری فوقیت کا ثبوت ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ تم ایک بلند مرتبے پر فائز ہو۔ جابر بن یوسف!'' اس نے اقابلا کی طرف دیکھ کے کہا۔ ''مقدس اقابلا تمہارے تلاطم سے آگاہ ہے لیکن وہ تمہیں ایک باہوش اور ذی شعور شخص کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہے، تم نے اس کی اجازت کے بغیر اس کے محل میں داخل ہونے کی جرأت کی اور اس کی منشا کے بغیر اپنے آپ فیصلے صادر کرنے شروع کر دیئے، وہ یہ جسارت تمہاری طلب کے صدق سے متاثر ہو کے معاف کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ تم خود کو اس نظام کے مطابق ڈھالنے اور ایک مثالی فرد ثابت کرنے کی کوشش کرو گے۔''

جیسے ہی میں نے یہ سنا، مجھے اس محل کی چھتیں اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئیں، میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے میرا اس کا فاصلہ چند گزوں سے زیادہ نہیں تھا لیکن میں نے خود کو ایک لامحدود فاصلے پر کھڑا ہوا پایا۔ جو پہلے تھا، وہ اب نہیں، اب مغائرت کی دیوار اور چوڑی اور مضبوط معلوم ہوتی تھی۔ وہی ترجمان تھی، وہ جس کا لہجہ پہلے سے زیادہ تندوترش تھا، سب کچھ خاک ہوتا نظر آیا اور سرنگا کا چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اپنی کم قامتی اور کمزوری کا اتنا شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ رویہ میرے اعصاب پر اتنا گراں گزرا کہ میں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنا خنجر سینے میں بھونکنے کا ارادہ کر لیا ''ہاں۔'' میں نے نقاہت سے کہا۔ ''مقدس اقابلا کی شیریں بیاں ترجمان! تو سچ کہتی ہے، میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں!'' میں نے خنجر اس کی طرف پھینک کے کہا۔ ''اسے تاریک براعظم کی مطلق العنان حکمراں مقدس اقابلا کے سپرد کر دے اور اس سے میری طرف سے عاجزانہ التماس کر کہ وہ اپنے ہاتھوں سے میرا نشانہ بنائے۔ میں کبھی اس نظام ہائے اسرار کا مثالی شخص نہیں بن سکتا کیونکہ میں نے یہ تمام مناصب اپنی خواہش اور غرض کے لیے حاصل نہیں کیے بلکہ اس میں مقدس اقابلا کی خوشنودی کا پہلو مضمر تھا۔ میری غرض اور خواہش صرف اس قدر تھی کہ میں اس کے قرب کا تمنائی ہوں۔ میں اس کا ایک مثالی غلام بننا چاہتا تھا لیکن یہ سب ایک خواب ہے۔ مقدس اقابلا تاریک براعظم کی حکمراں ہے اور میری حیثیت اس کے ایک غلام سے بھی کم تر ہے۔ یہ دو ایسی حقیقتیں ہیں جو اپنی پست دماغی کے سبب میرے ذہن سے بار بار محو ہوئیں۔ مجھے اپنی اس گستاخی کا اعتراف ہے اور میں اپنے گزشتہ جسمانی کارناموں کے سبب تمام جزیروں کی سرداری ترک کرتا ہوں، یہ طلسمی نوادر اپنے گلے سے اتارتا ہوں اور ان سب کے بدلے میں ایک ہی خواہش کرتا ہوں۔'' میں نے خنجر کی طرف اشارہ کیا اور تمام نوادر اتار کے اپنا سینہ عریاں کر دیا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

میرے داد انگیز بیان کا اثر ہوا۔ اقابلا کی ٹھہری ہوئی پتلیوں نے کئی بار زاویہ بدلا۔ اس نے تھوڑی دیر توقف کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ایک لمحے سے کم مدت میں وہ دونوں ترجمان غائب ہو گئیں۔ خنجر زمین پر پڑا رہ گیا۔ اب اس کمرے میں صرف میں اور وہ اکیلے تھے۔ ''جابر بن یوسف!'' یہ آواز میں نے سنی تو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ اقابلا تھی۔ ہاں وہ اس کا نطق تھا۔ اس کی زبان پر میرا نام تھا، میں زمین پر گر گیا اور میں نے دوڑ کے اس کے پیر تھام لیے۔ اس کے چہرے پر کرب کی علامتیں ظاہر ہوئیں لیکن اس نے اپنے پیر دراز کر دیئے۔ میں نے اس

کے پیرا اپنے رخساروں سے مس کر کے فریاد کی کہ وہ مجھے براہ راست ہم کلامی کا شرف بخشے۔

''جابر بن یوسف!'' ماحول میں ایک ساتھ ہزاروں ساز بج اٹھے، میرے جسم کے سارے تار کسی نے چھیڑ دیئے۔

''مقدس اقابلا'' میں نے اپنے نہاں خانے سے آواز دی۔ ''ہاں تیرا غلام منتظر ہے۔ میری صورت دیکھ، میری آنکھیں دیکھ، میرا سینہ دیکھ۔ میں کہیں واپس جانا نہیں چاہتا۔ میں اب کہیں واپس جانا نہیں چاہتا۔ تیری پرچھائیں ہی میرے لیے تمام جزیروں کی سرداری ہے۔'' میں نے اس کے پاؤں کو بے تحاشا بوسے دینے شروع کر دیئے۔ ''نہ تجھے ایسا غلام کبھی میسر ہوگا اور نہ مجھے ایسی آقا۔ تیری سماعت اور تیری بصارت دیواروں اور پردوں کی حدود سے آزاد ہے۔ میرے جسم کے اندر دیکھ اور سن کہ میں کیا نہیں کہہ پا رہا ہوں۔'' وہ خاموش رہی، میں نے دیوانگی میں اس کی ٹانگوں سے پھول نوچنے شروع کر دیئے۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں اقابلا کے روبرو بیٹھا ہوں۔ میں ایک بھوکے کی طرح اس کے پیروں پر جھپٹ رہا تھا۔

''کیا تجھے مجھ پر شک ہے؟ کیا میں اپنا ماضی بھلانے میں ناکام رہا ہوں؟ کیا میں نے پوری طرح تیرا خیال نہیں کیا ہے؟ کیا میرے اندر کوئی آلودگی ہے؟'' میں نے ہذیانی انداز میں کہا، اب میرے بیان میں ربط ختم ہو چکا تھا اور مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں یا مجھے کیا کہنا چاہیے؟ ''کیا مجھ جیسا کوئی شخص اس سرزمین پر موجود ہے؟'' میں نے اس سے کہا۔

وہ کرب سے کسمسائی، میں سمجھا میری وحشت کا اثر ہو رہا ہے۔ یہ کوئی طلسم نہیں تھا۔ یہ تو میرے اندر میرے جذبوں کا سحر تھا۔ تاریک براعظم کی سنگ دل ملکہ کے چہرے پر گداز جھلکنے لگا۔ یہ دو آدمیوں کے برقی رابطے کا نتیجہ تھا۔ میں نے سوچا۔ جابر بن یوسف! کہیں یہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ کون جانے پھر کیا ہو جائے۔ یہ کیفیت ختم نہ ہو، یہ جذب کی کیفیت۔ اس لیے میں نے سب کچھ بے ربطی سے سہی مگر کہنا شروع کر دیا۔ میں نے اسے اپنی راتوں کا احوال سنایا، میں نے اس کے منجمد اعصاب پر مسلسل نشتر لگائے۔ میں نے اس پتھر میں شگاف ڈال دیا۔ اس نے میری مضطرب داستان اس طرح میری زبانی سنی جیسے وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور جب میں نے یہ کہا کہ وہی میرا مقصد و محور ہے، وہی میری کائنات ہے اور صرف اسی کی ذات میری زندگی کی محرک ہے تو اس نے جلال سے ہاتھ اوپر اٹھائے، میں نے وہ ہاتھ پکڑ لیے اور انہیں اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کتنے بوسے ان ہاتھوں پر ثبت کیے۔ ''میں نے سنا ہے، تم انگروما کے باغیوں سے پریشان ہو مجھے حکم دو کہ میں تاریک براعظم کے تمام عالموں کو اکٹھا کر کے انگروما کو نیست و نابود کر دوں اور اس کے بعد تم مجھے اپنے قصر میں، اپنے پہلو میں جگہ دینے کے لیے دیوتاؤں کو آمادہ کر سکو اور ان عالموں کو بتا سکو کہ میں نے تاریک براعظم میں سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، سو میں ہی تمہارے قرب کا مستحق ہوں۔ مجھ پر ایسی نوازشیں کرو کہ میں ان سب سے ممتاز ہو جاؤں اور تمہارے نزدیک سر اٹھانے کی جرأت کر سکوں۔''

میں نے اس کے تاثر کے لیے نظر اٹھا کے دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور اس کا بدن اتنے قریب، کس کا بدن، اقابلا کا سراپا کون سوچ سکتا تھا، تو گویا وہ میرے متعلق سوچتی رہی تھی؟ تو گویا اسے میرے جذبات کا پورا احساس تھا، تو گویا اس کے اندر کی عورت پوری طرح شاداب و جوان ہے۔ میں اسے اتنے قریب دیکھ کے بہکنے لگا۔ میرے ہاتھ، میرے اعصاب میرے حواس بہکنے لگے۔

وہ ایک ملکہ ہے، کون ملکہ۔ ایک عظیم وسیع و عریض پراسرار سلطنت کی ملکہ۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ میرے سامنے تو ایک عطر بار دوشیزہ تھی

جو کائنات میں سب سے حسین تھی۔ دنیا کی کوئی حسین صورت اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں تھی۔ میں نے اس کے خواب دیکھے تھے اور اب میرے خوابوں کی تعبیر میرے سامنے تھی۔ رنگ و نکہت کا ایک خزانہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ نہ ماضی کی فکر تھی نہ فردا کا ہوش تھا۔ میں اقابلا کے پاس تھا۔ میں اقابلا سے ہم کلام تھا۔ تاریک براعظم میں اس سے بڑی معراج کیا تھی؟

''جابر بن یوسف!'' اس کی کرب انگیز چیخ سنائی دی۔ اس نے میرے ہاتھ جھٹک دیئے۔ اس کا بدن لرزنے لگا اور آنکھوں میں آگ ابلنے لگی۔ میں نے وحشت میں اسے ہم آغوش کرنا چاہا لیکن یہ سعادت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ماحول کی موسیقی نے اچانک چیخ کر دم توڑ دیا روشنیاں ٹمٹمانے لگیں اور فضا میں معلق بادلوں کا رنگ سرخ ہو گیا۔ دفعتاً اقابلا اپنے تخت پہ کھڑی ہو گئی۔ اس نے سراسیمگی سے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی۔ میں نے منظر کی اس اچانک تبدیلی سے پاگل ہو کے اس کا پیر پکڑ لیا اس نے مجھے دور دھکیل دیا۔ میں نے اٹھنا چاہا مگر میرے وجود نے میرے ارادے کو شکست دے دی۔

کمرے میں چیخیں گونج رہی تھی۔ چیخیں۔ میں نے انہیں پہچاننے کی کوشش کی۔ یہ تو جاملوش کی مخصوص چیخ تھی جو میں نے اس کی خانقاہ میں اس کے منہ سے سنی تھی۔

جاملوش کی چیخیں!

اقابلا کی بارگاہ خاص میں ساحرِ اعظم جاملوش کی اچانک چیخوں کا کیا مطلب تھا اور اقابلا کی حالت غیر کیوں ہو گئی تھی؟ کیا میں کوئی نحوست تھا، جس کا جاملوش نے بروقت مداخلت کر کے تدارک کرنے کی کوشش کی تھی؟ ایوان میں لہراتے بادلوں کا رنگ سرخ ہو چکا تھا۔ لطف و انبساط کی موسیقی سوز و گداز میں ڈوب چکی تھی۔ میں مرمریں فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ان حیرت انگیز مظاہر کے مفاہیم سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ تاریک براعظم کی پُر جلال ملکہ اقابلا ہذیانی انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بدن کے پھول، وہ پھول جو میں نے نوچے تھے، فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی نگاہیں چھت کی طرف مرکوز ہو گئی تھیں اور اس کے بدن کی چاندنی ان درزوں سے باہر جھانک رہی تھی جہاں وحشت میں میرے ہاتھوں نے جسارت کی تھی، میری نگاہِ شوق نے جہاں کے بوسے لیے تھے۔ لمحوں میں یہ حسین خواب منتشر ہو گیا تھا اور اب یہ اس کا دوسرا منظر تھا۔

میری رگوں سے سارا تناؤ کسی نے کھینچ لیا تھا۔ جسم کی تمام طاقت زائل ہو چکی تھی۔ میں اٹھنے اور فریاد کرنے کی قوت سے محروم ہو چکا تھا، اچانک اقابلا نے اپنے سر کے بال نوچنے شروع کر دیئے۔ اس کا سارا وجود لرزنے لگا اور اس نے کسی نامعلوم زبان میں چیختے ہوئے الفاظ ادا کیے۔ اس کے لہجے سے شدید کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔

یہ ایوانِ خاص، جہاں ابھی ابھی مشامِ جاں معطر کرتی ہوئی ہوائیں ادھر سے ادھر اڑی اڑی پھرتی تھیں، اب یہاں سانس لینے میں بھی دقت ہوتی تھی نادیدہ طاقتوں کے اس خلفشار نے ہواؤں کے تمام دریچے، تمام روزن بند کر لیے تھے۔ ایک ہیبت ناک سرمئی اندھیرے نے سب کچھ نگل لیا۔ سارے ماحول پر حبس مسلط ہو چکا تھا۔ میں اسی کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی حالت ناگفتنی تھی۔ اس کی قوت گویائی بحال تھی مگر میں اپنی سماعت اور بصارت کی بحالی کے باوجود کسی عمل کے اظہار سے قاصر تھا۔ وہ فضا میں ہاتھ بلند کیے مقدس روحوں سے فریاد کناں تھی اور جاملوش کے

نالے ایوان میں مسلسل گونج رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے در و دیوار گریہ کر رہے ہوں۔ یہ شور، یہ ماتم اتنا روح فرسا تھا کہ اقابلا نے اپنے حسین ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور نڈھال ہو کے بیٹھ گئی۔ ''جابر بن یوسف!'' اس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی جیسے وہ کسی کنویں سے بول رہی ہو۔

میں نے جواب دینے کے لیے لب کھولنے چاہے مگر میرے حلق نے ساتھ نہیں دیا۔ میں تمام تر شوق سے اس کی زبانی کچھ سننے کے لیے مضطرب رہا۔ کاش میں چیخ سکتا۔ کہو کہو آگے کہو، اس نے کچھ نہیں کہا۔ صرف میرا نام اس کی زبان پر آیا اور جھنجھلاہٹ میں اس نے سر جھٹکا۔ اس کی دراز زلفیں چہرے پر پھیل گئیں روشنی کا وہ ٹکڑا اندھیروں میں چھپ گیا۔ چشم زدن میں سرخ بادلوں کا ایک غول اس کے سراپا پر محیط ہو گیا اور دیکھتے دیکھتے اسے میری نگاہوں سے اوجھل کر گیا اس کے معدوم ہوتے ہی ایوان میں ہول ناک چیخیں بند ہو گئیں اور قبروں کی خموشی چھا گئی۔ میرے ہاتھ پیروں میں کوئی زنجیر نہیں تھی مگر میں سرتاپا مقید تھا۔ یہ زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں۔ میں نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کے دیکھا۔ میں اب حرکت کر سکتا تھا۔ چونکہ وہاں اب میرے دیکھنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ میرے سینے میں جتنا زور تھا، اسے صرف کر کے میں نے اقابلا کے نام کی گردان کی۔ میری آواز در و بام سے ٹکراتی گونجتی خود میرے کانوں میں زہر انڈیلنے لگی۔ دیوانوں کی طرح میں ستون ستون، دیوار دیوار پکڑے احتجاج کرتا رہا۔ میں نے عالم جنوں میں اپنا سر لہولہان کر لیا۔ خون سے چہرہ رنگ گیا۔ اس وقت اقابلا کی ماہ وش کنیزوں کا ایک ہجوم میرے گرد منڈلانے لگا۔ ان کی آنکھوں سے سراسیمگی اور حیرت ہویدا تھی۔ انہوں نے اپنے بازو میرے بازوؤں میں حمائل کر دیئے۔

''وہ کہاں گئی؟'' میں نے وحشت سے پوچھا۔ ''یہ سب کیا ہوا؟ تم سب خاموش کیوں ہو؟''

ان میں سے ایک دوشیزہ آگے بڑھی۔ ''سیدی جابر! تم اپنے قبیلے میں واپس چلے جاؤ۔''

''کیا کہا، واپس چلا جاؤں؟'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''میں جانے کے لیے نہیں آیا ہوں، میں ان در و بام سے اپنا سر ٹکرانے اور یہ عالی شان قصر اپنے خون سے رنگنے آیا ہوں۔'' میں نے ان کے ہاتھوں سے اپنے بازو چھڑاتے ہوئے بہ عجلت تمام کہا۔

''اس نے تمہیں واپس جانے کا حکم دیا ہے۔'' وہ نخوت سے بولی۔

''اور میں واپس جانا نہیں چاہتا۔ مجھے زندگی کی تمنا نہیں ہے۔''

''تم.....'' وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''تم مقدس اقابلا کا حکم مسترد کر رہے ہو۔ آہ۔ تم کتنے بدنصیب ہو۔'' وہ تاسف اور برہمی سے بولی۔ ''تم جانتے ہو کہ ہم تمہیں اسی وقت فضاؤں میں معلق کر کے تمہارے قبیلے میں پھینک سکتے ہیں۔''

''تم ایسا کر سکتی ہو۔'' میں نے زچ ہو کے کہا۔ ''کیا اب بھی پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف تم نازک بدن دوشیزاؤں کے دوش پر بے ہوشی کے عالم میں ادھر سے ادھر منتقل ہو سکتا ہے؟ میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا، میں اپنے نوادر سے تمہیں ڈس لوں گا۔ میں شپالی سے تمہارے چہرے داغ دار کر دوں گا۔ سن لو، اب میں کہیں جانا نہیں چاہتا۔ میں اپنی تمام زندگی ایک غلام کی طرح یہیں گزارنا چاہتا ہوں۔ میں اسے صرف دیکھتے رہنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہہ دو کہ میری موجودگی سے نظام ہائے اسرار میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں کسی سرکشی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ بس اسے دیکھتا رہوں گا، میں اس کے قرب کے حصول کے لیے ساری دنیا سے رشتہ منقطع کر کے یہاں آیا ہوں کہ اس سے بڑی سعادت تاریک

براعظم میں اور کچھ نہیں۔ کیا وہ اتنی سنگ دل، اتنی بے رحم ہے کہ میری یہ حقیر خواہش درخور اعتنا نہیں سمجھے گی۔"

"جابر بن یوسف! معزز سردار تم اپنے منصب سے بڑی باتیں کررہے ہو۔ یہ اس کا حکم ہے اور تمہیں چون و چرا کیے بغیر اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔" دوشیزہ نے خوش خلقی سے کہا۔

مجھے معلوم تھا کہ میں ایک ناقابل تکمیل خواہش کی تکرار کررہا ہوں لیکن میرے دماغ میں ایک ہیجان برپا تھا۔ یہ وقت واپس نہیں آئے گا، نہ جانے یہاں طلبی کا حکم پھر کب ملے؟ ملے بھی یا نہیں؟ پہلے کئی بار اقابلا کی کنیزیں میرا ہاتھ تھام کے بادلوں میں اڑاتی ہوئی مجھے یہاں تک لائی تھیں۔ اب وہ مجھے واپس جانے کا حکم دے رہی تھیں جبکہ وہ حسب سابق مجھے اڑا کے اپنے قبیلے میں پھینک سکتی تھیں۔ اس بار ایسا کیوں نہیں ہورہا ہے؟ لمحوں میں یہ نکتہ میری سمجھ میں آ گیا کہ اب میں ایک معمولی آدمی نہیں ہوں۔ اسی لیے یہ جھجک رہی ہیں۔ ان کے چہروں پر گریز، تشویش اور تکدر دیکھ کے میرا انتشار فزوں ہوگیا۔ "اس سے کہو۔" میں نے جرأت سے کہا۔ "آج میرے بارے میں فیصلہ کردے۔ ماہ و سال کی یہ گردن تو جاری رہے گی، بہت ہو چکا، میرے اندر جتنا بھی حوصلہ تھا، ختم ہو چکا۔ گویا عزاز اس کی نظروں میں محترم نہیں۔ سو وہ میری تقدیر اپنے جلوے کی نمائش تک محدود کردے اور مجھے بے دست و پا بنادے، اگر وہ گوشت پوست کا یہ متحرک شخص دیکھنے پر آمادہ نہیں ہے جو اپنے حواس اور اعصاب پر قابو نہیں رکھتا تو وہ اسے کوئی دربنادے جہاں سے وہ ہمہ وقت گزرتی ہو۔ مجھے پتھر کے خول میں مقید کر کے اپنے عشرت کدے میں سجادے تاکہ میں ہمیشہ اسکے روبرو رہوں۔ وہ مجھے اس چوکی میں منتقل کردے جہاں اس کا بدن تھک کے آرام کرتا ہو، اس سے کہو، وہ مجھے اپنی غذا بنالے اور اس مٹکے میں لوٹ دے جس میں اس کے لیے شراب بھری ہو۔ میری تحلیل سے اس کا نشہ کچھ اور ہو جائے گا۔"

"جاؤ جاؤ۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ "جو میں نے کہا ہے، اسے اس تک منتقل کردو اور میرے لیے بدترین سزاؤں کے احکام لاؤ۔ یقیناً وہ میرے شایان شان سزا تجویز کرے گی۔ میں نے اتنے بہت سے راستے بتائے ہیں۔ اس سے پوچھ کے میرے بارے میں جلد از جلد کوئی فیصلہ کردو۔ میں انتظار اور ہجر کی یہ عذاب ناک کیفیت ختم کردینا چاہتا ہوں۔ میں اپنا انجام چاہتا ہوں۔"

"سیدی جابر! تمہاری ذمے داریاں کچھ اور ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں اس قصر سے باہر چھوڑ آتے ہیں۔" دوشیزہ نے نرمی سے کہا۔

"تم اپنا وقت ضائع کررہی ہو۔ میں یہیں پڑا رہوں گا۔ میں اپنی ذمے داری پہچانتا ہوں۔ جزیروں اور قبیلوں کی سرداری۔ ہا۔ یہ، یہ سب کس کے لیے حاصل کیا تھا؟ کیا ان سیاہ فام عورتوں کے لیے اور ان غلاموں کے لیے؟ وہ جانتی ہے، وہ سب میری نظروں میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔ میں یہیں رہوں گا، کسی بھی ہیئت میں۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور ستون سے چمٹ گیا۔

وہ میری ضد سے متاثر ہو کے ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگیں۔ "دیوتا تمہاری رہبری کریں جابر بن یوسف! تم ایک بدترین غلطی کے مرتکب ہورہے ہو۔ تم یہاں ایک انہونی بات کی خواہش کررہے ہو۔ چونکہ تمہیں اس حکم کا جواز بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے مزید گفتگو اور اکراہ کے بغیر ہمارے ساتھ چلو۔ کیا تمہیں کسی مشروب کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جھلا کے کہا۔ "میں نے ابھی ابھی اس کے جمال کا مشروب نوش کیا ہے۔ اب کسی اور شربت کی ضرورت نہیں رہی۔

میری یہ کیفیت محض اسی سبب سے ہے۔ یہ مذاق اب بند ہونا چاہیے۔'' میں نے چیختے ہوئے کہا۔

ان کی آنکھوں میں خوف اتر آیا۔ چہروں پر زردی چھانے لگی۔ وہ جھرجھری لے کر ایک ساتھ اپنے ہاتھ پشت کی جانب کر کے جھک گئیں اور انہوں نے زیر لب اقابلا کے نام کا ورد کیا۔ ان لرزیدہ آوازوں میں ہیبت بھی تھی اور سوز بھی شامل تھا۔ میں ستون سے چمٹا ہوا اپنی جگہ مستعد کھڑا تھا۔ جب انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دوبارہ میری طرف رجوع ہوئیں تو مجھے پہلی بار اپنے اعصاب میں خنکی کا احساس ہوا۔ ان کے ہاتھوں میں بلوریں جام تھے اور ان کے چہروں پر سرخی لہرانے لگی تھی۔ وہ سب دوبارہ میری طرف متوجہ ہو گئیں، ان کی شعلہ بار آنکھیں مجھے اپنے جسم میں کانٹوں کی طرح چبھتی محسوس ہوئیں۔

میں نے غیر اختیاری طور پر جارا کا کی کھوپڑی اور اپنے دوسرے نوادر دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیے۔ ''مقدس جالوش تیرے لیے۔'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''میری طلب میں کوئی خامی نہیں ہے۔ تیرا غلام سینہ سپر ہے۔ یہ کھیل ختم کرنے کے لیے۔ تیرے لیے، ہاں دیوتا گواہ ہیں کہ مجھے تیرا خیال ہے۔ تو علم میں سب سے افضل ہے۔ بس کہ ایک آخری معرکے کی اجازت دے۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے شپالی گھمائی۔ شپالی سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلا دیئے کہ اب میری طرف بڑھتی ہوئی دوشیزاؤں کا سحر کارگر نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ میری خام خیالی تھی انہوں نے جام اپنے حلق میں انڈیل لیے تھے اور ان کے تیور بدل گئے تھے۔ میں شپالی ان کی طرف پھینکنے سے گریز ہی میں رہا کہ مجھ پر دفعتہً غنودگی کا غلبہ ہوا۔ میری گردن اچانک لڑھک گئی اور جسم بے طرح ٹوٹنے لگا، ایک دوشیزہ نے اشتعال سے میرا ہاتھ پکڑا پھر میں صرف اس قدر دیکھ سکا کہ میرے اردگرد بادل اٹھ رہے ہیں اور میرے پیر زمین سے اٹھ چکے ہیں۔ پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

☆==========☆==========☆

میرے چہرے پر چیونٹے سفر کر رہے تھے۔ جب میری آنکھ کھلی تو وہاں کچھ نہیں تھا میں جنگل میں ایک درخت کے نیچے بے بسی سے پڑا ہوا تھا۔ اردگرد پرندوں اور درندوں کا شوروغل تھا۔ یہ سب میرا منہ چڑا رہے تھے جابر بن یوسف کا مذاق اڑا رہے تھے۔ چہرے پر خون لتھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر طرف اندھیرا طاری ہو گیا ہو اور سائیں سائیں کی آوازیں آ رہی ہوں اور دنیا لٹ گئی ہو اور میں کہیں ڈوب رہا ہوں۔

میں توری کے جنگل میں تھا اور مجھے سرنگا کا چہرہ بے اختیار یاد آ رہا تھا۔ وہ سنجیدہ اور بردبار چہرہ۔ اس سرزمین میں ان حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ اب یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس پُراسرار خطہ ارض میں نووارد ہوں اور میرے گلے کے نوادر صرف نظر کا فریب ہیں۔ پیچھے جو ایک لمبی سرگزشت ہے، وہ ایک خواب ہے۔ آگے جو میرے دن ہیں، وہ بھی خواب ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ حقیقت صرف یہ ہے کہ میں ایک طویل نیند میں ہوں۔ نہ جانے کب سے سو رہا ہوں؟ نہ جانے کب تک سوتا رہوں گا؟ یہاں مہذب دنیا کا ہر فرد سو رہا ہے اور عجیب وغریب خوابوں سے دوچار ہے ہم سب ایک جیسے خواب دیکھ رہے ہیں یا پھر ایسا ہے کہ ہمارے دماغ الٹ گئے ہیں۔ میرا دماغ پک رہا تھا اور یاسیت مختلف انداز میں اس سرزمین کے طلسم وافسوں کی تعبیریں کر رہی تھی۔ ہر غصے، اشتعال اور انتقام سے ذہن پاک تھا۔ نہ حزن تھا، نہ ہی رنج کی کیفیت تھی۔ یہ سکرات کا عالم تھا۔ زندگی اور موت کی کوئی ایسی کیفیت تھی جہاں دونوں میں کش مکش ہو رہی ہو۔ جنگل سے کچھ دور توری کے محلات تھے جو قصرا اقابلا میں جانے سے پہلے میں نے جاملوش کی اعانت سے زمین سے برآمد کیے تھے۔ ان محلوں کی ایک خلقت میری جنبش نگاہ کی غلام تھی۔

اور میں نے خود کو اپنی غلامی میں دے دیا تھا اور یہاں یوں بھی کوئی آزاد شخص نظر نہیں آتا تھا۔ اقابلا بھی غلام تھی، جاملوش بھی غلام تھا، سرنگا اپنی عظیم دیوی کی رفاقت کے باوجود پہلے سے زنداں میں مقیم تھا۔ ہر فرد کسی نہ کسی کا پابند تھا۔ دیوتا بھی اپنے قوانین کے غلام تھے، ہر شخص ایک خاص منزل پر جا کے ٹھہر جاتا تھا۔ صرف درجوں، رتبوں اور مختلف صورتوں کا فرق تھا۔ باقی کوئی چھوٹا غلام تھا کوئی بڑا۔ جاملوش بھی اپنے سحر کا مطیع تھا۔ اقابلا حکمرانی کے سبب بے بس تھی۔ آزادی، مجرد آزادی کہیں نہیں تھی، کسی فرد کو نصیب نہیں تھی لیکن مہذب دنیا میں کیا تھا؟ وہاں بھی لوگ مادی وروحانی رسوم وعقائد کی رعایا تھے۔ یہاں بھی وہی کچھ تھا۔ کون کہتا ہے کہ اقابلا اس سیاہ خانے کی سب سے مقتدر ہستی ہے۔ وہ سیاہ وسفید کی مالک ہے۔ کون کہتا ہے کہ جاملوش ساحروں میں سب سے بڑا ساحر ہے۔ بے شک یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مگر میں نے اقابلا کی آنکھوں میں عجیب حسرت دیکھی تھی اور میں نے جاملوش کی کرب ناک چیخیں سنی تھیں۔

وہ سارا دہشت ناک منظر میری نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ میں کوئی توجیہہ نہیں کر سکتا۔ جب میں نے اس کے سیمیں بدن سے پھول نوچے اور جب اس پر وارفتگی طاری ہوئی تو جاملوش نے کیوں مداخلت کی اور لمحوں میں یہ منظر کیسے بدل گیا۔ مجھے قصرا اقابلا میں بلا اجازت داخلے کی اجازت مل گئی اور مجھے کسی تنکے کی طرح ایک جگہ سے اٹھا کے دوسری جگہ پھینک دیا گیا۔ شاید تاریک براعظم کے عالموں اور ساحروں کو میری اس کی جذباتی وابستگی قبول نہیں ہے۔ شاید جاملوش اقابلا کا سب سے بڑا طلب گار ہے۔ یہاں کا ہر شخص اس کی جستجو کرتا ہے، اس کے حسن کا اسیر ہے۔ ہر طرف رقیب آنکھیں اور دشمن رویے ہیں۔ کیا میں جاملوش سے بڑا ساحر اور عالم ہوں؟ کیا میں انگروما کے چند بزرگوں سے بڑا درجہ رکھتا ہوں، میرے راستے میں دیوقامت لوگ کھڑے ہیں۔ یہ چٹانیں عبور کرتے کرتے زندگی گزر جائے گی۔ خیال کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ جب

اقابلا نے پہلے سے سوا نوازنا شروع کیا تو جالوش کے نالے کیوں برپا ہو گئے؟ میں نے طرح طرح اپنے خیالوں کی بساط جمائی۔ ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔اس کی نگاہ التفات کس کی طرف مرکوز ہے؟ یہ احساس ہی کتنا جاں بخش ہے کہ اس نے اپنے قصر میں داخل ہونے کی جسارت درگزر کر دی اور مجھے طلب کیا اور اس نے میرا نام لیا۔اس کے شیریں لبوں پر میرا نام تو آیا۔اس نے اس پُر اسرار ماحول میں مجھے طرح طرح سرفراز کیا۔ یہ سب سراب نہیں ہے مگر پھر اور کیا ہے؟ کیا نہیں ہے، کیا ہے؟ جابر بن یوسف! اے پاگل شخص ہوش میں آ جا یا ہوش کھو دے۔ یہاں بیٹھا بیٹھا کیا دماغ سوزیاں کرتا ہے، او حبشی تیرا شیطان بھی یہاں اسیر بلا ہے۔ جاسرنگا کا رخ کر۔اس بوڑھے کی آغوش میں ڈوب جا جہاں گداز ہی گداز ہے۔ کسی بھی غار میں بند ہو جا۔ یہ کہاں بھاگتا پھر رہا ہے او خنزیر! اپنے گالوں پر طمانچے لگا، او بزدل شخص، تیرے ہاتھ تیرا گلا گھونٹنے سے جھجکتے ہیں۔ بس ابھی موت وزیست کا یہ فاصلہ ختم کر دے۔ خنجر اٹھا اور اس بار جارا کا کی کھوپڑی کو اپنے ہی سیل سرخ سے غسل دے دے۔

میں یہ مقدس فریضہ انجام نہیں دے سکا کیونکہ میرے بالیں سرنگا کی پُر اسرار دیوی کھڑی تھی۔ میں نے منہ موڑ لیا اور درخت کے تنے سے اوندھے منہ ہو کے لیٹ گیا۔ درخت کی جڑ میں مقیم چیونٹے میری پلکوں پر تیر رہے تھے لیکن وہ کاٹ نہیں سکے یا ان کے کاٹنے کا مجھ پر اثر نہیں ہو سکا۔ کم از کم چیونٹے میرا مرتبہ جانتے تھے۔ دیوی کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ میں نے ایک بار منہ اٹھا کے پشت کی جانب دیکھا۔ دیوی کی چمکیلی آنکھیں میری ہی جانب مبذول تھیں۔ وہ یقیناً میرے جلتے ہوئے جسم پر مرہم رکھنے آئی ہوگی۔ اسے سرنگا نے بھیجا ہوگا۔ میں اٹھ کے بیٹھ گیا اور نگاہیں جھکائے جھکائے میں نے پوچھا۔ ''کوئی نیا تازیانہ؟''

اس کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے اور اس نے مخصوص انداز میں اپنا ہاتھ اٹھا کے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا جیسے ٹھہرنے اور تحمل کرنے کا مشورہ دے رہی ہو۔

''کیا میرا وقت ابھی نہیں آیا؟'' میں نے طنز سے کہا۔

اس نے کسی قدر شوخی سے میری طرف ایک پھول اچھال دیا۔ میرا جی چاہا کہ اسے اپنے پیروں سے مسل دوں لیکن میں ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ میں نے بے دلی سے پھول اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سرنگا کی دیوی چند ثانیوں تک میرے نڈھال جسم کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر اس نے اپنی انگلیاں مختلف شکلوں میں گھمائیں اور میری جانب خاک پھینک دی۔ یہ خاک جب میرے جسم سے مس ہوئی تو وہ تمام چیونٹے جو میری لاش پر دندنا رہے تھے۔ بے دم ہو کے زمین پر گرنے لگے اور مجھے کچھ بے وزنی کا احساس ہوا۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر بہ تمام و کمال شگفتگی و رعنائی تھی۔ جیسے وہ ان تمام اسرار سے بے نیاز ہو۔اس کی بے نیازی دیکھ کے مجھے حیرت ہوئی۔ اس نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں لپک کے اٹھا لیکن جب میں نے اس کا بازو پکڑ کے اپنی روداد غم اسے سنانی چاہی اور اس سے گلے لگ کے اشک بہانے چاہے تو وہ فضاؤں میں گم ہو گئی۔ میں پھر تنہا رہ گیا۔

سرنگا کی دیوی اس سیاہ خانے میں ہمیشہ میرے لیے روشنی کی کرن بن کے نمودار ہوئی تھی۔ اس کے آنے سے قلب و ذہن میں ایک فرحت سی سرایت کرنے لگی۔ میں نے اپنے ذہن کو دلاسا دیا۔ کچھ اور نہیں تو سرنگا کے خیال سے اتفاق کرنا چاہیے۔ نجات ناممکن ہے مگر ایک کوشش کر کے کیوں

نہ دیکھ لی جائے۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر یقین کی ایک کیفیت تھی انگروما کے باغیوں نے کہا تھا کہ انہوں نے ایک زمانہ اس کی طلب میں گزار دیا اور ناکام ہو کے یہ سارا نظام تباہ و برباد کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ میں نے خود کو تلقین کی لیکن افہام و تفہیم کی یہ صورت اسی وقت ممکن ہوئی تھی جب سرنگا کی دیوی نے اس ویرانے میں اپنی تجلی بکھیری تھی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی ایسا اثر، اس کی پھینکی ہوئی خاک میں کچھ ایسا جادو اور اس کے اچھالے ہوئے پھول میں کوئی ایسا ساحرانہ کرشمہ تھا کہ میرے تن مردہ میں جان سی پڑ گئی۔ میں نے اپنا رخ سرنگا کے غار کی طرف کرنا چاہا لیکن میرے قدم خود بخود توری کی آبادی کی طرف بڑھنے لگے، بیزنار سے آنے کے بعد میں نے صرف چند لمحے توری میں سکون سے گزارے تھے۔

جب میں توری کی بستی میں داخل ہوا تو سورج چڑھ آیا تھا اور محلات روشنی میں نہائے ہوئے تھے، میں ایک شکست خوردہ شخص، اس شخص کی طرح جس نے اپنی شکست دل سے قبول کر لی ہو، اپنا راستہ آہستہ آہستہ طے کر رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں دوبارہ توری کی بستی کی طرف واپس ہو جاؤں، چونکہ میں خود کو نیست و نابود کرنے میں ناکام ہو چکا تھا۔ میں ایک سرد، خاموش اور نرم رو شخص کی حیثیت سے توری کی گلیوں سے گزرا، مجھے دیکھ کے میری بستی کے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ میری آمد کے سلسلے میں ایک طویل جشن منایا جا رہا تھا۔ میں ابھی آیا کہاں تھا؟ آتے ہی اقابلا کے قصر کا سراغ لگانے میں منہمک ہو گیا تھا۔ ان کی پذیرائی اور گرم جوشی پر میرے ردعمل میں کوئی تیزی اور پھرتی نہیں تھی۔ میں نے بہت کم لوگوں پر نظر ڈالی۔ خفیف اور نادم سا ان کے سامنے گزرتا گیا اور وہ سردار کی تکریم میں زمین پر لوٹتے گئے۔ راستے میں فزارو اور زارے بھی میرے عقب میں چلنے لگے۔ میں نے ان سے کوئی باز پُرس نہیں کی۔ میرے پیچھے توری کے لوگوں کا امڈتا ہوا سیلاب تھا، میں اپنے محل میں داخل ہوا تو یہ سیلاب وہیں رک گیا۔ فزارو اور زارے بھی رک گئے۔ میری طرف سے کوئی حکم نہ سن کے وہ باہر ہی ٹھہر گئے۔

اندر سریتا، فروزیں، مہذب دنیا کی دوسری لڑکیاں اور سیاہ فام دوشیزائیں اپنے سارے ہنگامے چھوڑ کے میری طرف لپکیں۔ سریتا نے میرا دایاں بازو پکڑ لیا اور فروزیں جھجکتے ہوئے میرے بائیں طرف ہو گئی۔ ''تم کہاں چلے جاتے ہو سیدی جابر کہ تمہارا کوئی نشان بھی نہیں ملتا؟ تم ہمیں بتا کے بھی نہیں جاتے۔ تمہیں نہیں معلوم کیسے کیسے خیال ستاتے ہیں۔'' سریتا نے گلوگیر آواز میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ میرے لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تیر گئی۔ سریتا میرے جواب کی منتظر تھی۔ وہ میرا بازو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ ''تم خاموش کیوں ہو سیدی؟ کیا بات ہے؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تمہاری خوں ریز عبادتوں میں کبھی مخل نہیں ہوں گی۔''

''کچھ نہیں۔ کچھ نہیں سریتا! میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔'' میں نے اس کا رخسار تھپ تھپاتے ہوئے تحمل سے کہا۔ ''میں جنگل میں مقیم تھا۔ میری طبیعت بھی ٹھیک ہے۔''

فروزیں میرے سامنے آ گئی۔ ''سیدی! یہ نرم خوئی تم میں پہلے تو نہیں تھی؟''

فروزیں کو محو کلام دیکھ کے مجھے حیرت ہوئی۔ بے اختیار مجھے ہنسی آ گئی۔ یہ ایرانی لڑکی پہلی بار مجھ سے اس لہجے میں مخاطب ہو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا۔ کیا تم نے میرے بارے میں اپنی رائے بدل دی ہے؟ مگر میں نے قصداً کچھ نہیں پوچھا۔ اس کے فتنہ انگیز بدن سے نظریں

چرا کے میں نے کہا۔ ''شاید میں تھکا ہوا ہوں۔''

''میں تمہارا سر دبا دوں؟'' اس نے اشتیاق سے کہا۔

''ہم تمہارا انتظار کرتے رہے۔'' جولیا اور مارشا نے کسی تکلف کے بغیر کہا۔

''کیا تمہیں کسی مشروب کی ضرورت ہے؟ رقص کا اہتمام کیا جائے؟''

سریتا نے پوچھا۔ میں نے ان سب کے جواب میں ہاتھ اٹھا دیا۔

''میں تنہائی چاہتا ہوں۔'' میں نے ان سے کہا۔

''کوئی نئی افتاد آ پڑی ہے کیا؟'' سریتا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''کیا تم پھر کسی طویل سفر پر روانہ ہو رہے ہو؟'' جولیا اور مارشا نے لقمہ دیا۔

''نہیں نہیں۔'' میں نے اکتا کر کہا۔ ''میں یہیں موجود ہوں۔''

سریتا نے ہاتھ اٹھایا۔ میرے عقب میں چلتی ہوئی سیاہ فام لڑکیاں آہستگی سے واپس ہونے لگیں، صرف جولیا، مارشا، فروزیں اور سریتا رہ گئیں اور ساتھ ساتھ میرے وسیع و عریض کمرے تک آئیں۔ میں نے اپنے نوادرات اتار کے ایک اونچی جگہ رکھ دیئے اور پتھر کی ایک بڑی چوکی پر دراز ہو گیا۔ میری سانس تیز تیز چل رہی تھی۔

''کیا ہم چلے جائیں؟'' سریتا نے پوچھا۔

میں نے بے خیالی میں ہاتھ ہلا دیا۔ میری نگاہیں چھت پر ٹکی ہوئی تھیں۔ مجھے اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنے لمحے اور ٹھہریں۔ جب سانس قابو میں آئی تو میں نے دیکھا، وسیع ایوان میں اونچے اونچے ستون تھے اور کوئی نہیں تھا۔ خیال پر کون پہرے لگا سکتا ہے، آدمی طلسم کا پابند ہو، رسم و رواج کا مطیع ہو، یا کسی خاص نظریے کا حامل ہو اور شدت سے کسی ایک مکتب فکر کا مبلغ ہو مگر وہ منفی، مخالف اور متنوع خیالوں کی آمد روکنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص کے دماغ میں متعدد آزاد خیال آدمی بیٹھے رہتے ہیں۔ متشدد، صلح جو، شیطان اور شریف النفس لوگ اور شاید بڑے آدمی، قابو یافتہ آدمی کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ اپنے سر میں بیٹھے ہوئے مختلف الخیال آدمیوں کی سرکوبی کر دیتا ہے اور کسی ایک خیال کے سوا دوسرے خیالوں کے در بند کر دیتا ہے۔ اسی کو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ یہ ایک مکمل قناعت ہے اور مکمل سکون۔ تاریک براعظم میں متعدد بار میں اس قسم کے تجربے کر چکا تھا۔ زارشی کے صحرا میں آگ کے گرد بیٹھے ہوئے مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ امسار میں جارا کا کا کی عبادت میں بھی میرا یہی حال تھا۔ جالوش کے علاقے میں بھی کئی مرتبہ میں نے ضبط نفس کے غیر معمولی مظاہرے کیے تھے لیکن جب یہ صورت حال ختم ہو جاتی تھی اور میں انسانوں کے درمیان آ جاتا تھا تو یہ ترغیب مجھ پر اثر انداز ہونے لگتی تھی۔ میں اس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ فکر ایک عذاب ہے، خالی الذہنی سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ لہٰذا میں نے نہ پیچھے کے واقعات سوچنا چاہے، نہ ان گل بدن لڑکیوں کی طرف توجہ دی جو ترغیب و تحریص کا منبع تھیں اور ابھی ابھی میرے سامنے سے ہو کے گئی تھیں۔ میں چوکی کے پتھر سے سر ٹکائے اپنے آپ میں گم رہا۔ خاصی دیر ہو گئی۔ میں چوکی ہی پر منجمد رہا۔ میرے انہماک کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب میں نے اپنے

سر میں سلائیاں سی محسوس کیں۔ ہڑبڑا کے دیکھا تو سریتا میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

''تم؟''میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں میں! شاید تمہیں میری ضرورت ہے۔''اس نے حسرت سے کہا۔

''ہا آں۔''میں نے بے خیالی میں کہا۔''تم کھڑی کیوں ہو؟ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ یہاں اس طرف۔''میں نے اپنے پہلو کی طرف اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ میرے قریب بیٹھ گئی اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔''تمہیں کیا ہو گیا ہے سیدی!''وہ دل گرفتہ انداز میں بولی۔

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

چند لمحوں میں مجھے اپنے سینے پر گرم قطروں کا احساس ہوا۔

میں نے پہلو بدل کے اس کا چہرہ اٹھایا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔''تم رو رہی ہو سریتا؟ تم کس لیے رو رہی ہو؟''

اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا، اس کی آنکھوں سے زاروقطار آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔''تم سرنگا کی باہمت لڑکی۔ رو رہی ہو۔ ہیں۔ تم کیوں رو رہی ہو؟''میں پوچھتا رہا، ہکلاہٹ اور لہجے کے کسی نظم کے بغیر۔ وہ روتی رہی۔

پھر میں نے اس کا چہرہ قریب کیا۔ آنسوؤں سے اس کے رخسار تر بہ تر تھے۔ میں نے ان قطروں سے اپنی نقشہ زبان تر کرنی شروع کر دی۔ میں نے اس کے تمام آنسو پی لیے۔''جاؤ۔''میں نے بمشکل تمام کہا۔''میں اب اداس نہیں ہوں گا۔ زندگی بھی یہاں جس طرح گزرے گی، گزر جائے گی۔ کسی امید، کسی آرزو کی ضرورت کیا ہے؟ جو ہمیں دیا گیا ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں ہے؟''

''یہ سب کب ختم ہوگا؟''وہ ہچکیوں سے بولی۔

''کون جانے؟''میں نے اداسی سے کہا۔''کسے معلوم ہے۔''

''کیا سب کچھ اسی طرح قائم رہے گا۔''

''بظاہر۔ ممکن ہے کوئی تبدیلی آ جائے۔ کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔ ہو سکتا ہے، تم کبھی اپنا وطن اپنے چہرے دیکھ سکو مگر میں کہتا ہوں یہ امید ہی سوہان روح ہے۔''

''میرا باپ کس امید پر زندہ ہے، اسے اب مر جانا چاہیے۔''

''اوہ۔''میں نے اس کا چہرہ سختی سے تھامتے ہوئے کہا۔''وہ صرف تمہارے لیے زندہ ہے۔ اس کا یقین اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔''

''نہ جانے وہ کون سا بدنصیب دن تھا جب ہم نے افریقہ کے اس علاقے کا رخ کیا۔ یہ میرے باپ کے دماغ کا فتور تھا۔ وہ اس بات پر خوش تھا کہ وہ ایک نادیدہ دنیا میں جا رہا ہے۔''سریتا رقت انگیز لہجے میں بولی۔

''خاموش ہو جاؤ۔ ایسی باتیں تمہارے منہ پر سجتی نہیں ہیں۔ تمہارا حسن تمہاری متانت اور سنجیدگی میں ہے۔ وہ وقار جو تمہارے ہر انداز میں ہے۔ فرض کرو، ایسی کوئی مصیبت تم پر مہذب دنیا میں آ جاتی؟ تم معذور ہو جاتیں؟''

''کاش اس کے بدلے ایسا ہو جاتا۔''

''تم ایسی باتیں کرو گی تو میرے آنسو بھی نکل آئیں گے اور میں یہاں نہ جانے کتنے سمندر اپنی آنکھوں میں روکے ہوئے ہوں۔''

''تم بھی رو ؤ۔ خوب رو ؤ۔ میں تمہارے سارے آنسو پی جاؤں گی۔'' شدت جذبات سے اس کا گلا رندھ گیا۔ ''سیدی!'' وہ سرگوشی سے بولی۔ ''کیا تمہیں یقین ہے کہ اب نجات ممکن نہیں ہے؟''

میں نے جواب دینے کے بجائے اپنی انگلیوں سے چوکی کے گرد ہالہ بنایا اور آہستگی سے کہا۔ ''ہاں سریتا! یہ میرا یقین ہے۔''

''ہم کبھی واپس نہیں جائیں گے؟'' اس نے تصدیق چاہی۔

''یہاں تمہارا زندہ رہنا اور اپنی عزت کے ساتھ زندہ رہنا معجزہ ہے۔ بلاشبہ اس میں تمہارے باپ کی فضیلت کو بڑا دخل ہے اور وہ عظیم دیوی جو تمہاری نگہبان ہے۔ تم نے فلورا کا حشر دیکھ لیا؟ بتاؤ تمہارے بدن پر کوئی آنچ آئی؟''

''مگر اس زندگی سے موت اچھی ہے۔ یہ برہنگی، یہ وحشیانہ اطوار، یہ رنگے ہوئے چہرے۔ کیا ہمیں کبھی مرنا نہیں ہے؟''

''کیا مطلب؟'' میں نے اس کے لبوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

''یہی کہ جب ایک دن مر جانا ہے تو پھر ابھی سے کیوں نہ اپنی موت کا جشن منایا جائے۔ ہم موت کو تو نہیں روک سکتے۔''

''یہ تمہاری روح تک کو غلام بنالیں گے اور تم صدیوں تک اسی نظام میں ان کی آلہ کار ہو گی۔''

''یہ سب کیا ہے سیدی؟'' وہ وحشت سے بولی۔

''یہ نہ جانے کیا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ کون سے زمانے میں ہیں؟ ہم ماضی میں سفر کر رہے ہیں یا یہ مستقبل کی کوئی زندگی ہے؟ کچھ پتہ نہیں۔ میں ابھی تک ایک جاہل شخص ہوں۔ جو باتیں میں نے جانی ہیں، انہوں نے میرا ذہن اور الجھا دیا ہے۔ میں تمہارے سامنے کوئی تشریح نہیں کر سکتا، شاید تمہارا محترم باپ سرنگا جانتا ہے۔ ممکن ہے، وہ کسی دن کوئی مژدہ سنا دے کیونکہ اس کے پاس ایک بڑی طاقت والی عورت ہے۔''

''وہ دیوی ہے۔'' سریتا احترام سے بولی۔

''دیوی۔'' میں نے اثبات سے سر ہلایا۔

''سیدی جابر! ایک بات کہوں؟'' سریتا نے اپنا چہرہ میرے ہاتھوں سے آزاد کراتے ہوئے پوچھا۔

''کہو۔'' میں نے سادگی سے کہا۔

''اگر مجھے تم سے کچھ کہنے کا اختیار ہے تو مجھے کہہ دینا چاہیے۔''

''تمہیں پورا اختیار ہے۔'' میں نے گرم جوشی سے کہا۔

''تم اپنے یہ وحشیانہ اطوار بدل لو۔'' وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''یہ قتل و غارت گری، یہ خوں ریزی نوجوان لڑکیوں کے سینوں میں بے دریغ چھرا گھونپ دینا، آگ جلا کے ان کی لاش سرد کر دینا، خون پینا، یہ درندگی، سفاکی تمہارے چہرے، جسم اور ماضی سے مطابقت نہیں رکھتی۔''

''یہ عبادت ہے، یہاں یہی کیا جاتا ہے، جارا کا کا کی مقدس روح انہی قربانیوں سے خوش ہوتی ہے۔ اگر تمہیں یہاں رہنا ہے تو یہاں کے طور طریق سے منکر کیسے ہو سکتی ہو؟ میری فتح یہی ہے کہ میں نے ہر معاملے میں پیش قدمی کی ہے۔''

''پھر بھی تم اعتدال کا رویہ ضرور برقرار رکھ سکتے ہو۔''

''تمہارا مطلب ہے، تشدد تمہیں سخت ناپسند ہے؟'' میں نے شوخی سے کہا، وہ میری بات سمجھ گئی اور شرما گئی۔ ''تم پر شدید قسم کا تشدد کرنے کو جی چاہتا ہے۔''

اس کی نظریں نہیں اٹھیں اور اس کے منہ پر خاموشی کا پہرا لگ گیا۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' میں نے اس کے کان پکڑتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تمہاری اداسی دور ہو گئی۔ کیا میں تمہارے لیے کوئی کنیز بھیجوں۔ یا جسے تم کہو۔'' اس نے مشکل سے یہ الفاظ ادا کیے۔ میں اس چاشنی آمیز طنز سے دہرا ہو گیا۔

''نہیں۔ تم مجھ سے باتیں کرتی رہو۔'' میں نے اس کی زلفیں کھینچ لیں۔

''سیدی!'' وہ پُر خیال لہجے میں بولی۔ ''تم ایک بہت بڑے جادوگر ہو گئے ہو۔ میں سمجھتی ہوں، تم نے یہاں کے حیرت انگیز مظہر سے متاثر ہو کے نجات کی کوششیں ترک کر دی ہیں۔ اگر تم دوبارہ اس جستجو میں رہو تو......''

میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تم سرنگا کے لہجے میں بات کر رہی ہو۔''

''ہاں۔ ہم سب مہذب دنیا کے لوگوں کا ایک ہی لہجہ ہے۔ ہم سب کا ایک ہی مقصد ہے، تم جیسے جری با حوصلہ شخص کا یہ مقصد نہیں رہا۔ نہ جانے تم کس خیال میں ہو؟''

سریتا نے ایک ساتھ اتنی باتیں مجھ سے آج تک نہیں کی تھیں۔ آج اس کے بیان میں بڑی سنجیدگی تھی۔ ''ہاں۔'' میں نے غیر یقینی انداز میں کہا۔ ''میں تم لوگوں کی خاطر نا سپاس گزاری ضرور کروں گا، مجھے سرنگا کی ہر بات یاد ہے۔ میں اس سے جلد ملوں گا لیکن جب تم مہذب دنیا میں واپس چلی جاؤ گی تو مجھ سے بہت دور ہو جاؤ گی۔ تم ہندوستان چلی جاؤ گی۔''

''تم کوئی معاہدہ کرنا چاہتے ہو؟'' وہ کسمسا کے بولی۔

''تم بلاغت کھو رہی ہو۔ اتنی خوب صورت لڑکی کو بلیغ باتیں ضرور آنی چاہئیں۔'' میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''مجھ سے جواب نہیں آتا۔'' وہ شرما کے بولی۔

''میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔'' میں نے سرخوشی میں کہا۔

اس نے میرے آگے ہندی انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

''تم ایک دیوی لگتی ہو۔ بالکل اپنی دیوی کی طرح۔ جب وہ جنگل میں آئی تھی تو اس نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا تھا اور یہاں تم نے میرا اغبار

دور کر دیا۔ تمہارا پورا خاندان جادوگروں کا خاندان ہے۔ اور سب سے بڑی جادوگر تم ہو۔"

"آؤ چلیں۔" وہ مسکرا کے بولی۔ "ہمارے ساتھ غذائیں کھاؤ۔ کتنا زمانہ ہو گیا تمہارے ساتھ سکون سے کچھ کھاتے ہوئے۔"

میں انکار نہیں کر سکا۔ وہ میری انگلی پکڑ کے مجھے اپنے کمرہ خاص میں لے گئی، کنیزیں اسے دیکھتے ہی احترام سے کھڑی ہو گئیں۔ سریتا نے اشارہ کیا اور چند ثانیوں میں انواع واقسام کے پھل، مشروبات، گوشت کے پارچے سجا دیئے گئے۔ جولیا، مارشا اور فروزیں کو بھی بلا لیا گیا۔ جولیا مارشا پہلے سے چھکی ہوئی تھیں۔ جب یہ سب اکٹھی ہوئیں اور سیاہ فام لڑکیوں کا مستانہ رقص شروع ہوا تو میری انگلیوں میں کھجلی ہونے لگی۔ ان گداز جسموں میں خون کی مقدار تول رہا تھا۔ خون کے بھرے ہوئے برتن میرے سامنے رقص کر رہے تھے۔ جس کے خنجر مارا جائے۔ پیمانہ چھلک جائے لیکن میں خاموش رقص سے لطف لیتا رہا۔ جولیا اور مارشا نے سریتا اور فروزیں کو ساکت بیٹھے دیکھ کر خود پیش قدمی کی۔ وہ میرے کاندھوں سے لگ کے بیٹھ گئیں۔ نہ جانے کب تک یہ رقص ہوتا رہا۔ ناؤنوش کی یہ بزم سجی رہی۔ میری آنکھوں میں خمار پیدا ہو گیا، مشعلیں روشن ہو گئی تھیں اور سیاہ فام لڑکیوں کے پرے کے پرے یکے بعد دیگرے ہمارے سامنے رقص کر رہے تھے۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے مارشا سے پوچھا۔ "مارشا! وہ امریکی نوجوان شراڈ ہجوم میں کہیں نظر نہیں آیا؟"

"شراڈ۔ وہ پاگل آدمی۔ وہ تو بالکل بدل گیا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ادھر ادھر گھومتا ہوا نظر آیا۔ پھر اس نے بستی کی طرف گاہے گاہے آنا شروع کر دیا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"مچھیرے کہتے ہیں کہ وہ توری کے جزیرے سے دور ساحل سے ملحق جنگل میں کبھی کبھی نظر آتا ہے۔" مارشا نے جواب دیا۔

میں نے اسی وقت رقص بند کرنے کا حکم دیا۔ "تم اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"اور کچھ نہیں جانتی۔" مارشا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

شراڈ کے ذکر سے مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں نے فوراً افزار اور زارے کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔

"وہ مخبوط الحواس ہو گیا ہے جب سے تم نے جینا کو اس سے جدا کیا ہے۔" سریتا نے بے باکی سے کہا۔

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اب اس میں دیکھنے کی چیز ہی کیا رہ گئی ہے۔" مارشا نے کہا۔

"کیوں؟"

وہ مجھے اس کا حلیہ تفصیل سے بتانے لگیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان لڑکیوں نے تمام مسئلوں پر باقاعدہ گفتگو کی ہے اور وہ مہذب دنیا میں واپسی کے متعلق ہی سوچتی رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میں فزار اور زارے مودب انداز میں اس شبستاں میں حاضر ہو گئے۔ "کیسے لنگور نظر آتے ہیں۔" جولیا نے سرگوشی کی۔

میں نے اسے تیز نظروں سے گھور کے دیکھا، وہ سہم گئی۔ فرزار اور زارمے نے مجھے شراڈ کے متعلق تفصیل سے بتایا کہ وہ کئی ماہ سے توری کے ساحلی جنگل میں ریاضت کرتا رہتا ہے اور اب اس کے گلے میں جارا کا کا کی کھوپڑی لٹکی رہتی ہے۔

''جارا کا کا کی کھوپڑی؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک بھونچال سا آیا۔ کچھ ایسی بے چینی بڑھی کہ میں رنگ ونشاط کی اس بزم سے فوراً اٹھ گیا۔ سریتا نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ ''سیدی جابر! تم نے اعتدال کا وعدہ کیا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ''میں صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس نے اس عرصے میں کیا کمال حاصل کیا ہے۔ وہ امریکی نوجوان شروع سے بڑا پُر جوش تھا۔''

''وہ ہماری دنیا کا ایک آدمی ہے۔'' سریتا نے کہا۔ ''مگر وہ تم سے کسی طرح برتر نہیں ہوسکتا۔''

رات ہو چکی تھی۔ توری میں رات کے تمام ہنگامے عروج پر تھے۔ گلیوں میں اب پہلے جیسا شور نہیں تھا۔ اس لیے کہ محلات تعمیر ہو چکے تھے اور توری کے لوگ اب کشادہ کمروں میں اکٹھے ہو کر رات مناتے تھے، دن بتاتے تھے۔ میں رات گئے توری کے ساحل پر پہنچ گیا اور میں نے سمورال کی دی ہوئی مالا سے شراڈ کی سمت معلوم کی۔ مالا کے دانے روشن ہوگئے۔ توری کا ساحل میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اندھیرے اور خنکی کی پروا کیے بغیر تیز قدموں سے آگے بڑھتا رہا۔ رات گئے تک میں نے یہ فاصلہ کاٹ لیا۔ شراڈ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ میں نے جنگل میں ہانک لگائی۔ ''شراڈ! مہذب دنیا کے نوجوان! توری کا سردار جابر بن یوسف آیا ہے۔''

کوئی آواز، چہکار نہیں ہوئی۔ یا تو وہ سہم گیا تھا یا کسی غار میں مقید تھا۔ میں نے اپنا چوبی اژدہا زمین پر چھوڑ دیا۔ جلد ہی وہ مجھے ایک چھوٹے سے غار میں لے گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو غار میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں اندر گھس گیا۔ غار زیادہ وسیع نہیں تھا۔ اندر جا کے میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ شراڈ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے آگ کے گرد ساکت وجامد کھڑا تھا اس کی پتلیاں آگ کے سامنے بالکل ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا سینہ بھی جلنے لگا۔ یہ ایک زبردست مشقت کا علم تھا۔ گویا شراڈ ریاضت کے ابتدائی مراحل سے گزر چکا تھا اور اس نے اپنا نفس مطیع بنانے کی قدرت حاصل کر لی تھی۔ اس کا سرخ چہرہ اب زرد پڑ چکا تھا اور اس وقت آگ کی لپٹوں سے روشن تھا۔ میں چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا اور میرے ذہن میں نفرت اور ہمدردی کے کئی جذبوں نے بیک وقت یلغار کی۔ میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور وہ آگ ایک ثانیے میں بجھ گئی۔ آگ بجھی تو شراڈ کا استغراق بھی ٹوٹ گیا۔ اس کی پتلیوں میں اضطراب سا پیدا ہوا اور اس نے خوف زدہ نظروں سے مڑ کے دیکھا۔ میں تمام جاہ وحشم کے ساتھ کھڑا تھا۔

اسے شاید سکتہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کرب سمٹ آیا اور وہ حیرانی سے میرا سینہ دیکھنے لگا۔ وہ کچی نیند سے جاگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ خاصی دیر تک حواس باختہ رہا اور میں اس کشمکش سے لطف لیتا رہا۔ ابھی تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے پھر اسے موجودہ صورت کا خیال آیا۔ اس نے تکلیف کے عالم میں اپنے ہاتھ نیچے گرائے۔

''سیدی جابر! جزیرہ توری کے معزز سردار! تم واپس آ گئے ہو؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''جزیرہ توری ہی نہیں، پندرہ جزیروں کا سردار جابر بن یوسف تمہارے سامنے موجود ہے۔''

''پندرہ جزیرے؟'' وہ جھجک کے بولا۔ ''میں اس انہماک میں تھا ورنہ تمہیں خوش آمدید کہنے ضرور حاضر ہوتا۔'' اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''تم سمجھتے ہو گے کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔ اسی لیے تم نے یہ ریاضت شروع کر دی، یہی بات ہے نا؟''

''نہیں، تم غلط سمجھتے ہو۔ بلاشبہ میں نے یہ ریاضت اس جزیرے کی سربلندی اور عزت حاصل کرنے کے لیے کی تھی اور تمہاری مثال میرے سامنے تھی۔ میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا نہ میری تم سے دشمنی تھی اور نہ میں تمہیں اپنا ہم سر سمجھتا تھا۔ میرے کسی رویے سے تمہیں دکھ پہنچا تو میں نے اس کی تلافی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن تم نے مجھے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر میں یہاں چلا آیا اور میں نے یہاں بڑا سکون حاصل کیا ہے۔ میں مختلف غاروں میں پناہ لیتا رہا اور ایک بوڑھے زاہد نے مجھ پر مہربان ہو کے مجھے ساحرانہ عمل سکھائے، اسی نے میری ریاضت کے خلوص سے متاثر ہو کے جارا کا کی کھوپڑی بطور عطیہ دے دی۔ اس کے بعد میں اس سے جدا ہو گیا اور میں نے اپنے لیے ایک غار کا انتخاب کیا۔''

اب بھی اس کے لہجے میں وہ دلیری تھی جو میرے اندر ہمیشہ نفرت پیدا کرتی تھی مگر اس بار میری نفرت کا وہ عالم نہیں تھا۔ میں نے اس کی روداد دلچسپی اور توجہ سے سنی اور جیسے جیسے میں سنتا گیا، مجھے اس سے ہمدردی ہوتی گئی۔ ''کیا تم مقدس اقابلا سے دوبارہ ملے؟''

''نہیں، آہ!'' اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''مجھے یہ شرف دوبارہ حاصل نہیں ہوا لیکن سیدی! سچ تو یہ ہے کہ جب سے میں نے اسے دیکھا ہے، میرا سکون غارت ہو گیا ہے۔ اس نے کوئی ایسی چنگاری میرے جسم میں ڈال دی ہے کہ جسم ہمیشہ سلگتا رہتا ہے۔'' وہ اشتیاق سے کہہ رہا تھا۔ ''سیدی! وہ اس قدر حسین ہے کہ کوئی دماغ اس کے حسن کے کمال کا تصور نہیں کر سکتا۔ میں تم سے سچ کہوں گا کہ اس ریاضت میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ کبھی میری برتری سے متاثر ہو کے مجھے اپنے قصر میں طلب کرے۔ میں اسی دن کے لیے زندہ ہوں۔''

میں غور سے اس کا اشتیاق سنتا رہا اور مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ ''شراڈ!'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''آؤ کھلی ہوا میں چلیں۔'' وہ فوراً میرے ساتھ چلا آیا۔ ''شراڈ!'' میں نے ابتدا کی۔ ''کیا تمہارے دل پر اس کا نقش بہت گہرا ہے؟''

''میں بتا نہیں سکتا سیدی!'' وہ جذبات میں بولا۔

''آہ!'' میں نے گہری سانس کھینچ کے کہا۔ ''مجھے تم سے ہمدردی ہوتی ہے۔ تم نے جو کہا، وہ سچ ہے اور تم نے جو کیا وہ صحیح ہے لیکن تمہارے گلے میں جارا کا کی صرف ایک کھوپڑی ہے۔ میری گردن دیکھ رہے ہو؟ نوادر اور عطیات سے جھکی ہوئی ہے۔ یہ سب اس بات کی ضمانت ہے کہ میں نے اپنے تمام دن ریاضت اور مشقت میں گزارے ہیں۔''

''ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو کیا تم بھی......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''نہیں۔ میں جس نتیجے پر پہنچتا ہوں، وہ تمہارے سامنے ہے، میں ابھی تک اس سرزمین پر ہوں۔ توری کا سردار۔ اس کے سوا کیا ہے۔ کیا تمہیں اپنا مستقبل میرے سینے پر نظر نہیں آتا؟''

وہ میرا چہرہ دیکھنے لگا۔ ''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں تمہیں جزیرے میں واپس لے جانا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ جو ظلم ہوئے ہیں، ان کا تدارک کرنا چاہتا ہوں۔ بے شک جب میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا تو میں ایک کش مکش میں تھا لیکن یہاں آ کے اور تمہاری باتیں سن کے میرا غبار چھٹ چکا ہے۔ تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔'' میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔

مسرت سے اس کا چہرہ کھل گیا۔ ''سیدی! یہ کیا سن رہا ہوں؟ مگر میں میں تو۔'' وہ اچانک اداس ہو گیا۔ ''میں تو کچھ اور فیصلہ کر چکا ہوں۔''

''سب ایک سراب ہے۔'' میں نے کہا اور سرنگا کا چہرہ میرے سامنے آ گیا۔ مجھے اپنے لہجے پر خود تعجب ہونے لگا۔

وہ تجسس سے پوچھنے لگا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اقابلا کون ہے؟ کیا میں نے اسے دیکھا ہے؟ میں اس کے کس قدر قریب ہوں؟ میں کہاں کہاں گیا اور میں نے کیا کیا دیکھا؟ مہذب دنیا میں واپسی ممکن ہے؟ اتنے بہت سے سوالوں کا جواب میں توری کی کھلی فضاؤں میں نہیں دے سکتا تھا۔ اتنے بہت سارے جواب مجھے خود نہیں معلوم تھے۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لے چلنے پر اصرار کیا۔ وہ جھجکتا رہا جیسے وہ مجھ پر اعتماد کرنے کی ضمانت چاہتا ہوں لیکن میرا اصرار بجائے خود ایک ضمانت تھا۔ جب میں اسے اپنے ساتھ توری کی بستی میں واپس لا رہا تھا تو سوچ رہا تھا، میں نے اچھا کیا یا برا؟ میں نے ایک باہمت شخص کا مستقبل تباہ کیا یا اسے راستی پر لے آیا؟ اس کا جواب میں خود تھا۔ میں نے خود سے پوچھا، کیا میں ایک مطمئن شخص ہوں؟ مجھے جو جواب ملا، وہ میرے اطمینان کے لیے بہت تھا۔

جب میں بستی میں پہنچا تو صبح ہو چکی تھی۔ میرے ساتھ شراڈ کو دیکھ کے بستی کے لوگ بہت متعجب ہوئے، یہ وہی شخص تھا جو توری میں سب سے زیادہ مطعون تھا جس کی منگیتر جینا کو میں نے اسی کے ہاتھوں قتل کرایا تھا اور بستی میں اذیت ناک کام اسے سونپے تھے۔ آج وہ میرے ساتھ تھا، میں اسے اپنے محل میں لے گیا اور میں نے فروزیں اور سریتا کو علیحدہ کر کے فراخ دلی سے اسے پیش کش کی کہ وہ کوئی بھی لڑکی اپنے تصرف میں رکھ سکتا ہے، شراڈ میری نوازشوں پر ہکا بکا ہو کے مجھے گھورتا تھا اور سریتا میرے اس اقدام پر بہت حیران تھی۔

شراڈ کے لیے محل کا ایک وسیع کمرہ مخصوص کر دیا گیا لیکن ان مصروفیات کے بعد توری میں میرے لیے کیا کام رہ گیا تھا؟ جزیرے کی سرداری، حکم دینا اور اقتدار کا مظاہرہ کرنا۔ میں نے اسمار، بینزنار اور باقی جزیروں میں کسی نہ کسی تحریک اور مقصد سے وقت گزارا تھا۔ توری محلوں کا علاقہ بن چکا تھا۔ میں طلسم سے ان سیاہ فام لوگوں کے چہرے نہیں بدل سکتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ میں روز جسمانی مقابلوں کا اعلان کرتا اور درندگی و سفاکی کے مظاہرے کراتا۔ اب میں کیا کرتا؟ میں کتنے مٹکے لوٹتا اور کتنی بار مشروب آتش سے غسل کرتا اور نرم و نازک لڑکیوں کی صحبت سے کس قدر اپنے شب و روز گرماتا۔ مزید جزیرے سر کرنے کی مہم کا بیڑا اٹھاتا تو کیا حاصل ہوتا اور مزید ریاضتوں میں سر کھپاتا تو ان کا مال کیا ہوگا؟ گلے میں وزن کا اضافہ اور ایک یہ نشاط خاطر کہ میں نے مزید برتری حاصل کر لی ہے؟ مگر یہ برتری میرے ذہن کی تسلی کے سوا اور کیا تھی؟ تاریک براعظم میں اتنے مناسب اور عروج پانے کے بعد زیادہ عورتوں، زیادہ غلاموں کی کثرت کے سوا اور کیا تھا؟ یہ تعداد کم ہوتی تو کون سا فرق پڑتا؟ اس لیے میں شراڈ کو بستی میں لے آیا تھا۔ اس کا کوئی گناہ نہیں تھا مگر میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے تھے۔ میں ایک طویل مدت تک خاموش اور پُر سکون

نہیں بیٹھ سکتا تھا، اور یہاں خاموشی اور سکون ہی مقدر دکھائی دیتا تھا۔ آگے کوئی منزل نظر نہیں آتی تھی اور منزلیں تھیں تو ان تک پہنچنے کا کوئی مقصد، کوئی نتیجہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ قصرا قابلا سے ناکام و نا شاد واپس آنے کے بعد اس دن اس کے قصر میں پیش آنے والے ہولناک واقعات کی تفتیش کی فکر بھی نہیں تھی جسم کے اندر جلنے والے سارے چراغ بجھ چلے تھے۔ اس لیے میں کاہن اعظم سمورال کے پاس بھی نہیں گیا۔ نہ میں نے سرنگا کے غار کا قصد کیا کہ وہی گفتگو، اسرار طلسم کی وہی باتیں، وہی بے چارگیاں، وہی خوف، وہی اندھیرے ہمارا موضوع ہوتے جن کے ذکر سے اب طبیعت اکتا گئی تھی۔ جالموش کے علاقے سے آیا ہوا یہ عظیم شخص جابر بن یوسف خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ میری حیثیت اس احمق عالم سے مختلف نہیں تھی جس نے غیر معمولی محنت اور ریاضت سے علم کی تکمیل کی ہو اور ضخیم کتابیں اس کے دماغ میں سماگئی ہوں اور اسے بعد میں یہ معلوم ہو کہ اس کی اچھل کود کے لیے دائرہ کھنچا ہوا ایک محدود میدان ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے، وہ محض اپنی خوشنودی طبع کے لیے کیا ہے۔

سمورال بھی میرے پاس صورت حال کی وضاحت کے لیے نہیں آیا۔ توری میں بے کیفی اور بیزاری کے پندرہ چاند، پندرہ سورج گزر گئے۔ پھر میں نے یہ کیا کہ اپنے نوادر کھونٹی سے ٹانگ دیئے۔ ان کی نگہبانی کے لیے چوبی اژدہا ہمیشہ متحرک رہتا تھا۔ میرے گلے میں جارا کا کا کی کھوپڑی، شپالی اور جالموش کا ہار رہ گیا تھا جب میں تنہا ہوتا اور اب اکثر میں تنہا ہی رہتا تھا تو ہربیکا کی مقدس آنکھوں میں سمندر کے نشیب و فراز مدو جزر دیکھا کرتا اور میں نے احتیاطاً گاہے گاہے جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں اپنے محل ہی سے اپنا تعلق قطع کرتا گیا۔ میں نے رقص کی محفلوں میں جانا بند کر دیا۔ دن کو جنگل کی طرف نکل جاتا اور رات کو واپس آکے اپنے ایوان میں خاموشی سے دراز ہو جاتا۔

ساحل پر میں عموماً ان سمتوں کو تلاش کرتا رہتا جہاں سے مہذب دنیا کا راستہ مل جائے۔ میں نے یہ کوشش سرسری انداز میں کی۔ سمندر کھلا ہوا تھا لیکن مجھے آگے لوہے کی دیواریں نظر آتیں۔ نجات کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ میں نجات کے راستوں کا سراغ لگانے کی سعی شدت سے کر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ تاریک براعظم کے برگزیدہ عالموں کو میرے سیاہ ارادے کی بھنک پہنچ جاتی اور میں کسی نتیجہ خیز صورت سے پہلے ایک غیر معتبر شخص سمجھ لیا جاتا اور اگر میں سفر کا قصد کر لیتا اور اپنے سیاہ علوم کی مدد سے ان پانیوں کو پکڑ لیتا جو مہذب دنیا کی طرف بہتے تھے تو میرے بعد مہذب دنیا کے باقی افراد کا کیا ہوتا؟ اور ان سب کو نکال بھی لے جاتا تو فلورا کا کیا ہوتا جو میرے قیاس کے مطابق انگروما میں موجود تھی؟ ایک سرسری مشاہدے کے بعد مجھے اپنے اس یقین کا یقین کرنا پڑا کہ ہماری قبریں تاریک براعظم ہی میں بنیں گی۔ وہ زمین کب اپنا سینہ کشادہ کرے گی جس میں ہم دائمی سکون حاصل کر سکیں گے؟ کاش ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا تو کرب و اندوہ کا یہ زمانہ اتنا مشکل محسوس نہ ہوتا۔

☆=========☆=========☆

(اقابلا کی داستان ابھی جاری ہے، اس دلچسپ اور پراسرار کہانی کا آخری حصہ (چہارم) آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)